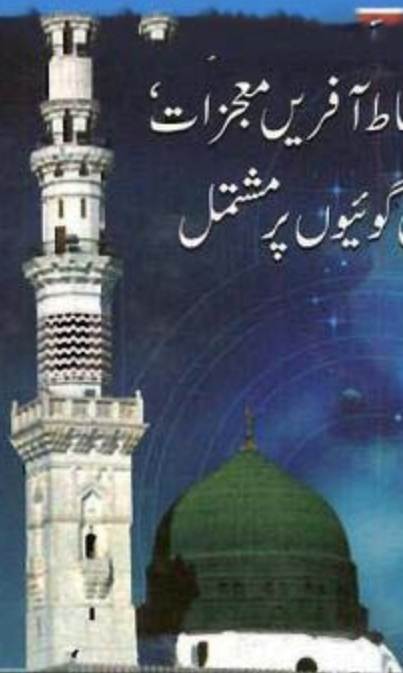


سرورِ دو عالم کی نبوت کے دلائل

سرورِ عالم کے ایمان افروز اور نشاط آفریں معجزات
بشارات اور حیران کن پیشین گوئیوں پر مشتمل



از
ابو سعید و عبد الرحمان



WWW.IRCPK.COM

www.KitaboSunnat.com

سرور عالم ﷺ کے ایمان افروز اور نشاط آفریں معجزات،

بشارات اور حیران کن پیشین گوئیوں پر مشتمل

سید الاولین و الآخین

کی

نبوت کے دلائل و براہین

از

ابو مسعود عبد الجبار سلفی

مؤسس مرکز تفہیم القرآن والسنة

جامع مسجد سعد بن ابی وقاص چوک حجرہ شاہ مقیم، ضلع اوکاڑہ

الہادی للنشر والتوزیع

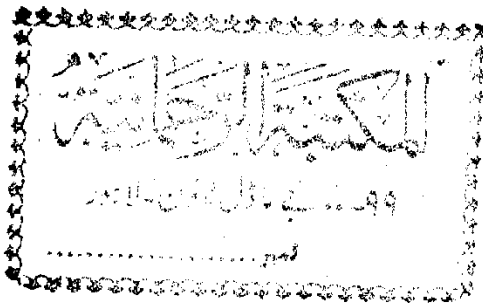
۲۸۔ عتف سٹریٹ اردو بازار، لاہور

Ph: 0423-7361473

Mob: 0345-7492334, 0300-6609226

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب _____ سید الاولین والآخرین کی نبوت کے دلائل وبراہین
مصنف _____ ابو مسعود عبد الجبار سلفی
سال اشاعت _____ ~~www.KitaboSunnat.com~~
ایڈیشن _____ اوّل
ناشر _____ **الہادی** للنشر والتوزيع



الہادی للنشر والتوزيع

۳۸- غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Ph: 0423-7361473

Mob: 0345-7492334, 0300-6609226

فہرست مضامین

۱۱..... مقدمہ

باب اول: سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر آپ کے
اخلاق اور کردار کی شہادتیں

۲۰..... حضرت رسول کریم ﷺ کا وصف جود و سخا

۲۷..... حضرت رسول کریم ﷺ کا وصف غفو و حلم

۳۴..... حضرت رسول کریم ﷺ کا خلق زہد و ورع

۴۵..... حضرت رسول کریم ﷺ کا وصف تواضع

۵۱..... حضرت رسول کریم ﷺ کی خشیت و عبادت

باب دوم: حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت پر گزشتہ الہامی کتابوں اور

نبیوں اور ان کے امتیوں کی شہادتیں

۶۰..... یسعیاہ نبی کی شہادت

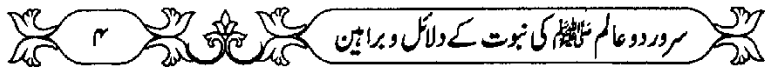
۶۳..... شاہ حبشہ نجاشی کی شہادت

۷۰..... توحید پرست نصرائیوں کی شہادتیں

۷۵..... حضرت موسیٰ اور حقوق کی شہادتیں

۷۷..... حجاجی نبی کی شہادت

۷۹..... یہودیوں کے ممتاز عالم عبداللہ بن سلام کی شہادت



۸۴ مستجاب الدعوات یہودی بزرگ کی شہادت

باب سوم: نبوت محمدیہ کا تابندہ و پائندہ معجزہ

۹۳ سردار قریش ولید بن مغیرہ کا اعتراف حق

۹۳ سربراہ قریش عتبہ بن ربیعہ کا اعتراف حق

۹۴ یورپین مستشرقین کے اعترافات

باب چہارم: اللہ تعالیٰ کا آپ کی دعاؤں کا قبول فرمانا

۱۰۶ ایک اعرابی کی درخواست دعا اور اس کی قبولیت

۱۰۸ حضرت انس بن مالک کے لیے آپ کی دعا اور اس کی قبولیت

۱۰۹ ایک تاجر کے لیے برکت کی دعا اور اس کی قبولیت

۱۱۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے آپ کی دعا اور اس کی قبولیت

۱۱۳ حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمی قریشی کے لیے آپ کی دعا اور اس کی قبولیت

۱۱۷ کفار قریش کی بدتمیزیوں پر آپ کی بددعا اور اس کی قبولیت

۱۱۸ عتیبہ بن ابی لہب ہاشمی قریشی کے متعلق آپ کی بددعا اور اس کی قبولیت

۱۱۹ ایک منکبر کے گستاخانہ جواب پر آپ کی بددعا اور اس کی قبولیت

۱۲۰ آپ کی تسلی و تشفی کو مسترد کرنے والے بدو پر آپ کی بددعا اور اس کی قبولیت

باب پنجم: اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کریم ﷺ کی حفاظت کرنا

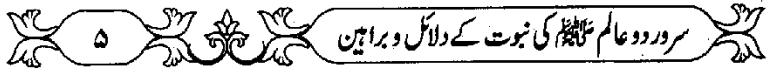
..... سرداران قریش کا آپ کے قتل کا معاہدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا انہیں بے ہمت

۱۲۶ کر دینا

۱۲۷ ابو جہل ملعون کا آپ کی طرف بڑھنا اور فرشتوں کا روکنا

۱۲۸ جنگ احد میں اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو بھیجنا

۱۲۹ اللہ تعالیٰ کا آپ کو ام جہیل زوجہ ابی لہب کی بدکلامی سے بچانا



- ۱۳۰ سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کا آپؐ کی حفاظت کرنا
- ۱۳۱ اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب کے گھناؤنے منصوبے سے بچانا
- ۱۳۲ اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو یہودی عورت کے زہریلے گوشت سے بچانا
- ۱۳۳ اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو غورث بن حارث کے وار سے بچانا
- باب ششم: آپؐ کے لعاب مبارک اور پھونک سے مریضوں کا شفا یاب ہونا

- ۱۳۴ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا شفا یاب ہونا
- ۱۳۵ حضرت سلمہ بن اکوع کی کٹ جانے والی ٹانگ کا صحیح و سلامت ہو جانا
- ۱۳۶ حضرت عبداللہ بن عتیک کی شکستہ ٹانگ کا فوراً ٹھیک ہونا
- ۱۳۷ خثعمیہ خاتون کے بیٹے کا عقیل و فہیم ہو جانا
- ۱۳۸ محمد بن حاطبؓ کے جلے ہوئے بازوؤں کا فوراً درست ہو جانا

باب ہفتم: معجزات رسول ﷺ

- ۱۳۹ پہلا معجزہ: شق قمر
- ۱۴۰ دوسرا معجزہ: کھجور کے درخت کا چل کر سامنے آنا
- ۱۴۱ تیسرا معجزہ: دو درختوں کا آپؐ کی فرمانبرداری کرنا
- ۱۴۲ چوتھا معجزہ: ایک درخت کا آپؐ کے اشارے پر چلتا ہوا آنا
- ۱۴۳ پانچواں معجزہ: آپؐ کے ہاتھوں میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا
- ۱۴۴ چھٹا معجزہ: جمادات کا آپؐ کو سلام کرنا
- ۱۴۵ ساتواں معجزہ: پہاڑی کیکر کا تین مرتبہ شہادتین کی گواہی دینا
- ۱۴۶ آٹھواں معجزہ: کھجور کے تنے کا بلک بلک کر رونا

باب ہشتم: حضرت رسول کریم ﷺ کی دعا اور لعاب کی برکت سے

ماء کولات و مشروبات کی مقدار کا بڑھ جانا

- ✽ قلیل سی کھجوروں کا سینکڑوں من بڑھ جانا ۱۵۹
- ✽ صاع بھر آٹے اور اندازاً چار کلو گوشت کا ہزار آدمیوں کو کفایت کر جانا ۱۶۰
- ✽ صاع بھر آٹے اور بکری کی گلی کا ایک سو بیس آدمیوں کو کفایت کر جانا ۱۶۲
- ✽ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں برکت کا حیرت انگیز قصہ ۱۶۳
- ✽ چند کلو اناج سے چودہ سو آدمیوں کا سیر ہو جانا ۱۶۴
- ✽ اناج کی چھوٹی سی ڈھیری کا ہزاروں مجاہدین کو کافی ہو جانا ۱۶۵
- ✽ جو کے آٹے کی چند روٹیوں کا ستر یا اسی صحابہ کو کافی ہو جانا ۱۶۶
- ✽ گھونٹ بھر گھی کی برکت سے چند گھونٹ پانی کا منوں کے حساب سے بڑھ جانا ۱۶۸
- ✽ پیالہ بھر پانی کا تین سو (۳۰۰) صحابہ کو کافی ہو جانا ۱۷۰
- ✽ پیالہ بھر دودھ کا ستر اصحاب صفہ کو کافی ہو جانا ۱۷۲
- ✽ شہید بھرے برتن میں کھانے کا بڑھتے جانا اور تقریباً تین سو (۳۰۰) صحابہ کے لیے کافی ہونا ۱۷۳
- ✽ اڑھائی تین من اناج سے ایک سو چالیس آدمیوں کا اندازاً اڑھائی سو من اناج لے جانا ۱۷۴
- ✽ حضرت رسول کریم کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے کا موازنہ ہونا ۱۷۵
- ✽ حضرت رسول کریم کے تیر کی برکت سے کنویں کا موازنہ ہونا ۱۷۷
- ✽ آپ کے روئے انور کی دھون سے چشمے کا موازنہ ہونا ۱۷۸
- ✽ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا صاع بھر جو سے مدت دراز تک آٹا پیس کر کھانا ۱۷۹
- ✽ نصف وسق جو کو پورے گھروالوں کا طویل مدت تک کھاتے رہنا ۱۷۹

سرور دو عالم ﷺ کی نبوت کے دلائل و براہین

- ۱۷۹..... اُم مالک کے مشکیزے میں ہر وقت گھی کا موجود رہنا
- ۱۸۰..... اللہ کی طرف سے برکت کی بنا پر انگلستان مبارک سے پانی موجزن ہونا
- انگلستان مبارک سے موجزن ہونے والے پانی سے پندرہ صد (۱۵۰۰)
- ۱۸۱..... صحابہ کا سیر ہونا
- ۱۸۳..... تھوڑے سے پانی کے کثیر ہونے کا ایک اور واقعہ
- ۱۸۳..... حضرت رسول کریم ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے دودھ کا اتر آنا
- حضرت کے ہاتھ کی برکت سے ان جفت بکری کے تھنوں میں دودھ کا رواں ہونا
- ۱۸۴..... آپ کے ہاتھوں کی برکت سے نخلستان کا پہلے سال ہی پھل دار ہو جانا
- ۱۸۵..... باب نہم: آپ کی پیش گوئیاں جو آپ کی زندگی میں سچ ثابت ہوئیں
- ۱۸۸..... آندھی کے طوفان کی پیش گوئی
- ۱۸۹..... فارسیوں پر رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی
- ۱۹۳..... خفیہ خط کی پیش گوئی..... www.KitaboSunnat.com
- ۱۹۴..... حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادتوں کی پیش گوئی
- ۱۹۴..... شیطان کے چوری کے لیے آنے کی پیش گوئی
- باب دہم: آپ کی وہ پیش گوئیاں جو آپ کی رحلت کے بعد سچ ثابت ہوئیں
- ۱۹۶..... پیش گوئیوں پر مشتمل خطبہ
- ۱۹۸..... بحری جہاد میں ام حرام کی شہادت کی پیش گوئی
- ۲۰۱..... غزوہ تبوک میں کی جانے والی پیش گوئیاں
- ۲۰۳..... سیدنا اولیسؑ قرنی کی آمد کی پیش گوئی
- ۲۰۵..... پہاڑ سے آگ نکلنے کی پیش گوئی
- ۲۰۷..... جھوٹے مدعیان نبوت کی پیش گوئی

سرور دو عالم ﷺ کی نبوت کے دلائل و براہین

۸

- ✽ بنو ثقیف سے ایک کذاب اور ایک میر کے خروج کی پیش گوئی ۲۱۰
- ✽ منکرین حدیث کے نمودار ہونے کی پیش گوئی ۲۱۱

باب یازدہم: حضرت رسول کریم ﷺ کی اپنے معاصرین کے بارے

میں چند پیش گوئیاں

- ✽ عشرہ مبشرہ ﷺ میں سے چھ صحابہ کی شہادت کی پیش گوئی ۲۱۵
- ✽ سیدۃ النساء العالمین کے کان میں آپ کی اپنی رحلت کی پیش گوئی ۲۱۸
- ✽ اُم المؤمنین میمونہ بنت حارث کی مکہ سے باہر وفات کی پیش گوئی ۲۱۹
- ✽ سیدنا ابو عبد اللہ حسین بن علیؑ کی شہادت کی پیش گوئی ۲۲۰
- ✽ اُم ورقہؓ کی شہادت کی پیش گوئی ۲۲۰
- ✽ حضرت ابوذرؓ کی تنہائی میں وفات کی پیش گوئی ۲۲۱
- ✽ شاہ حبشہ کی وفات کی خبر کی پیش گوئی ۲۲۳
- ✽ کفار قریش کے میدان بدر میں قتل کی پیش گوئی ۲۲۳
- ✽ سردار مکہ امیہ بن خلف کے قتل کی پیش گوئی ۲۲۵
- ✽ ابولہب ہاشمی قریشی کے کفر پر مرنے کی پیش گوئی ۲۲۶
- ✽ ایک جانباز کے جہنمی ہونے کی پیش گوئی ۲۲۸
- ✽ ایک منافق کی موت کی پیش گوئی ۲۲۹
- ✽ غلبہ روم کی پیش گوئی ۲۳۱

باب دوازدہم: حضرت رسول کریم ﷺ کی اپنی امت کی فتوحات کی

خوش خبریاں

- ✽ پہلی خوش خبری ۲۳۳
- ✽ دوسری خوش خبری ۲۳۵

- ۲۳۶ تیسری خوش خبری ❀
- ۲۳۷ چوتھی خوش خبری ❀
- ۲۴۰ پانچویں خوش خبری ❀
- ۲۴۲ چھٹی خبر ❀
- ۲۴۳ ساتویں خوش خبری ❀
- ۲۴۵ آٹھویں خوش خبری ❀
- ۲۴۶ نانویں خبر ❀
- ۲۴۸ دسویں خوش خبری ❀
- ۲۴۸ گیارھویں خوش خبری ❀
- ۲۵۰ بارھویں خوش خبری ❀
- ۲۵۱ تیرھویں خوش خبری ❀
- ۲۵۲ چودھویں خوش خبری ❀
- ۲۵۶ پندرھویں خوش خبری ❀
- ۲۵۹ سولہویں خوش خبری ❀
- ۲۶۰ سترھویں خوش خبری ❀

باب سیزدہم: حضرت رسول کریم ﷺ کا فتنوں کی خبریں دینا

- ۲۶۲ پہلا فتنہ: شہادت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ❀
- ۲۶۳ دوسرا فتنہ: جنگ صفین ❀
- ۲۶۵ تیسرا فتنہ: ظہور خوارج ❀
- ۲۶۸ چوتھا فتنہ: جنگ جمل ❀
- ۲۶۹ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ❀
- ۲۶۹ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی منقبت ❀

باب چہار دہم: حضرت رسول کریم ﷺ کا قرب قیامت کی علامات بیان کرنا

- ۲۷۲ پہلی علامت اور اس کا ظہور
- ۲۷۳ دوسری علامت اور اس کا ظہور
- ۲۷۵ تیسری علامت
- ۲۷۵ چوتھی علامت
- ۲۷۶ پانچویں علامت
- ۲۷۷ چھٹی علامت
- ۲۷۸ ساتویں علامت
- ۲۷۹ آٹھویں علامت
- ۲۷۹ نانویں علامت جو نبوت محمدیہ کی سچائی کی حیران کن دلیل ہے
- ۲۸۳ دسویں علامت
- ۲۸۳ گیارھویں علامت
- ۲۸۵ بارھویں علامت
- ۲۸۶ تیرھویں علامت
- ۲۸۶ چودھویں علامت
- ۲۸۶ پندرھویں علامت
- ۲۸۷ سولہویں علامت
- ۲۸۸ سترھویں علامت
- ۲۸۹ اٹھارھویں علامت
- ۲۹۰ انیسویں علامت
- ۲۹۱ بیسویں علامت
- ۲۹۳ اکیسویں علامت
- ۲۹۳ بائیسویں علامت
- ۲۹۶ دعوت ایمان و اپیل شرم و حیا

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ
بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَبَعْدَ

جب سے اللہ تعالیٰ نے دعائے خلیل اور نوید مسیح سیدنا و مرشدنا محمد رسول
اللہ ﷺ کو تاجِ ختم نبوت پہنا کر اولادِ آدم کی سیادت کا اعزاز بخشا ہے اس وقت سے
پیروانِ یہودیت و مسیحیت حسد و بغض و کین و تاب کھار رہے ہیں انہیں اس بات پر بڑا دکھ
ہے کہ براقِ نبوی (دینِ محمدی)، خریسی (دینِ مسیحیت) سے کیوں آگے بڑھ رہا ہے اور
وہ فرانس و امریکہ، اٹلی و برطانیہ وغیرہ یورپی ممالک میں کیوں فروغ پا رہا ہے اور اس
کے پیروان روز بروز کیوں بڑھتے جا رہے ہیں وہ اس خطرے سے لرزہ بر اندام ہیں کہ
اگر اشاعتِ اسلام کی رفتار اسی طرح جاری رہی تو وہ دن دور نہیں جب غلامانِ محمد یورپ
کی اسمبلیوں میں اکثریت حاصل کر لیں گے اور جس اسلام کو ہم مسلم ممالک میں نافذ
نہیں ہونے دے رہے وہ اسے یورپ میں نافذ کر دکھائیں گے جب انہوں نے صلیبی
جنگیں برپا کر کے دیکھ لیا کہ وہ اسلام کو ختم نہیں کر سکے تو اپنے تربیت یافتہ مستشرقین کو
تشکیک و ارباب کے ہتھیاروں سے مسلح کر کے مسلمان ملکوں میں بھیج دیا تاکہ وہ تعدد
ازواج، حدیث کی تشریحی حیثیت اور متشککات کو موضوع بحث بنائیں اور مسلمانوں کو نور
و بشر اور حاضر و ناظر میں الجھا دیں اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیں چنانچہ وہ وقتی طور
پر اس میں کامیاب بھی ہوئے اور مسلمان مجاہدین کو وہابی قرار دے کر مسلمانوں کو ان کی
حمایت سے پیچھے ہٹانے میں کامیاب بھی ہو گئے لیکن وہ ان کے سینوں سے محمد رسول

اللہ ﷺ کی عظمت نہ مٹا سکے۔ اب انہوں نے پیغمبر اسلام اور اس کے غلاموں کی شہرت و عظمت کو داغدار کرنے کے لیے خاک کے بنانے شروع کر دیئے ہیں اور انہیں دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے لیکن

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (الصف: ۹)

”وہ اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے اگرچہ کافر برا سمجھیں۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین برا سمجھیں۔“

انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب مسلمان قائدین سعیدہ و ارثی کی طرح یورپ کی اسمبلیوں کے رکن بنیں گے اور کینیڈین مسلمانوں کی طرح یورپی شہروں کے لارڈز میئر بنیں گے اور ڈاکٹر ذاکر اے نایک اور یوسف اسلام اور محمد یوسف کرکٹر کی طرح اسلام کے مبلغ بنیں گے۔

کیونکہ ان کے سینوں پر سیدنا و مرشدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور ان کی نبوت و رسالت پر ایمان، پتھر پر لکیر کی طرح ثبت ہے، تحقیقی اعتبار سے بھی اور تقلیدی اعتبار سے بھی، حسی اعتبار سے بھی اور معنوی اعتبار سے بھی اور اس کی بنیادی وجہ مسلم سکارلز کی وہ تصانیف ہیں جو نبوت محمدیہ کے دلائل و براہین سے بھری ہوئی ہیں اور مسلمان انہیں شب و روز پڑھتے پڑھاتے اور سنتے سنااتے ہیں۔ اور جن سعید روحوں کو اس مبارک موضوع پر لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ان میں سرفہرست امام بخاری،

امام مسلم، امام آجری، امام بیہقی، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، قاضی محمد سلیمان منصوری پوری، سید سلیمان ندوی، مولانا بذریعہ عالم میرٹھی اور ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار جیسی مایہ ناز ہستیاں ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر گرانقدر نگارشات سپرد قلم کی ہیں اور حق ادا کرویا ہے اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور انہیں سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائے۔ (آمین)

میری یہ کاوش دراصل مؤخر الذکر مؤلف ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار کی کاوش کا نقش ثانی ہے، میں نے بڑی جانفشانی سے نقش اول کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے اسے برصغیر پاک و ہند کے پسندیدہ اسلوب بیان میں ترتیب دیا ہے اور اس میں متذکرہ بالا مؤلفین کی نگارشات کو جہاں مناسب سمجھا وہاں شامل کیا ہے اور اس کتاب کی موجودہ ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

پہلے باب میں حضرت رسول کریم ﷺ کی لاثانی سیرت پیش کی گئی ہے جو آپ کی نبوت و رسالت پر اپنی دلیل آپ ہے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جیسی سعید روحوں نے آپ کے انہی اوصاف جمیلہ کا مشاہدہ کر کے ایمان قبول کیا تھا اور فرمایا تھا

رُوحِي الْفِدَاءُ لِمَنْ أَخْلَقَهُ شَهِدَتْ
بِأَنَّهُ خَيْرٌ مَوْلُودٍ مِنْ الْبَشَرِ
عَمَّتْ فَضَائِلُهُ كُلَّ الْعِبَادِ كَمَا
عَمَّ الْبَرِّيَّةَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ
كَانَتْ بَدِيعَتُهُ تُغْنِي عَنِ الْخَبَرِ

حضرت خدیجہ الکبریٰ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت بلال، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ جیسے سابقون الاولون نے آپ کے کردار کو دیکھ کر ہی آپ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی اور

ایمان قبول کر لیا تھا۔ لہذا میں نے پہلے باب میں آپ کی سیرت کی تابندہ جھلکیاں پیش کی ہیں تاکہ متلاشیانِ حق انہیں پڑھ کر اندازہ کر سکیں کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کو ایسی توفیق کہاں کہ وہ سرد راتوں میں نرم و گرم بستر چھوڑ کر ساری ساری رات مصلیٰ پر گزاریں۔

دوسرے باب میں ہم نے سابقہ الہامی کتابوں اور امتیوں کی شہادتوں کو جگہ دی ہے اور واضح کیا ہے کہ انبیاء کی نبوت کی معرفت رکھنے والے قیصر روم، نجاشی حبشہ، مقوقس مصر وغیرہ سربراہانِ ممالک نے کس طرح آپ کی نبوت کی سچائی کو پرکھا اور آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کیے اور لوگوں کو آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔

تیسرے باب میں ہم نے آپ کی نبوت و رسالت کی عظیم اور زندہ جاوید شہادت کے تذکرے کو جگہ دی ہے اور وہ ہے معجزہ خالدہ قرآن کریم، جس کی بابت خود رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ، إِلَّا قَدْ أُوتِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”نبیوں میں سے کوئی بھی نبی ایسا نہ ہوگا جسے اس قدر معجزات نہ دیئے گئے ہوں جو عالم بشریت کو ایمان لانے کے لیے کافی ہوتے ہیں (اس اصول کے تحت) جو معجزہ مجھے عطا ہوا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ نے میری طرف کی ہے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ میں قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ امتیوں والا ہوں گا۔“

یہ معجزہ اس اعتبار سے سب سے بڑا اور پائیدار معجزہ ہے کہ اس کے علاوہ باقی معجزات وقتی تھے مثلاً داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اڑدھا بن جاتا تھا، عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتے اور پھر اس میں پھونک

ماتے تو وہ اللہ کے حکم سے حقیقی پرندہ بن کر اڑنے لگتا تھا اور حضرت رسول کریم ﷺ کی انگلیوں سے چشمہ آب رواں ہو جاتا تھا اور آپ کی کُھلی سے کڑوا کنواں میٹھا ہو جاتا تھا علاوہ ازیں سینکڑوں معجزات جن میں سے چند معجزات اس کتاب میں بھی بیان ہوئے ہیں لیکن یہ سب وقتی ضرورت تھے جب ضرورت نہ رہی تو یہ ناپید ہو گئے اور آج دنیا میں ان کا حقیقی وجود نہیں ہے جبکہ معجزہ قرآن اپنی اصل شکل میں زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت صادقہ کی شہادت دیتا رہے گا۔

چوتھے باب میں ہم نے آپ ﷺ کے استجاب دعا جیسے معنوی معجزات کو بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ پے در پے دعاؤں کا قبول ہونا بھی انبیاء کے دعوائے نبوت کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے اور جھوٹے نبیوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کے دعوے سچے ہوتے ہیں مرزا قادیانی کی مثال ہمارے سامنے ہے اس کی پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں اور اس کی دعائیں رائیگاں ہو گئیں۔

پانچویں باب میں ہم نے حفاظت نبی کے وعدے اور اس کی سچائی کو جگہ دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جھوٹا نبی اپنی حفاظت کے لیے سیشل گارڈز رکھتا ہے کیونکہ اسے اللہ کے وعدے پر یقین نہیں ہوتا جبکہ سچا نبی، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت ہود اور صالح کی طرح اپنی قوم کے لوگوں میں تنہا پھرتا ہے اور علی الاعلان ان کے غلط عقائد اور چال چلن پر تنقید کرتا ہے اور وہ اس کو دھمکیاں دیتے ہیں لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

چھٹے باب میں ہم نے آپ کے لعاب مبارک اور پھونک سے شفا یاب ہونے والے مریضوں کے تذکروں کو جگہ دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک اور پھونکوں سے شفا یاب ہونے والے مریضوں کی تعداد حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں شفا پانے والوں سے کہیں زیادہ ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہر طرح سے احترام کے مستحق ہیں تو ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان سے بھی زیادہ احترام کے

مستحق ہیں۔

ساتویں اور آٹھویں باب میں ہم نے آپ کے حسی معجزات درج کیے ہیں اور آپ کے معجزات کے بیان پر مشتمل یہ ابواب بڑے ہی ایمان افروز ہیں۔

نانویں باب سے لے کر چودھویں باب تک ہم نے آپ کی ایسی پیش گوئیاں بیان کی ہیں جنہیں لوگوں نے روز روشن کی طرح پورا ہوتے دیکھا اور دیکھ رہے ہیں آخر میں ہم نے دعوت ایمان کے عنوان پر ایمان افروز بیان کو جگہ دی ہے اور اس میں کارلائل، شیکسپیر، گبن، رینالڈ اور ہربرٹ پنسر جیسے شعراء و ادباء اور فلاسفہ و مؤرخین کے مدوحین گوئے اور مارٹن، ول ڈیورنٹ اور ہیل کے منصفانہ بیانات کے تراجم درج کیے ہیں۔ تاکہ انہیں پڑھ کر اہل ایمان کے ایمان مضبوط ہوں اور غیر مسلم، اسلام کی طرف راغب ہوں۔ میں شکر گزار ہوں پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن صاحب ریسرچ سکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کہ مجھے اس کتاب کی تیاری میں قدم بقدم ان کی رہنمائی حاصل رہی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے پیش رو مولف ڈاکٹر منقذ السقار کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائے اور ان ائمہ و محدثین کو بھی جن کی کتابوں سے ہم نے استفادہ کیا ہے اور محترم ڈاکٹر عبداللہ الفیصل جیسے مخلصین اور محسنین کو بھی جن کے مخلصانہ تعاون سے کتاب ہذا منصہ شہود پر آئی ہے اور ان محبان رسول کو بھی جو جذبہ ایمان سے سرشار ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ آمین

ابو مسعود عبد الجبار سلفی

ڈاٹر تحصیل دیہ پاپور

ضلع اوکاڑہ

۶۔ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ بروز منگل



سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر آپ کے اخلاق اور کردار کی شہادتیں

تمہید

حضرت رسول کریم ﷺ کے لاثانی اوصاف اور کریمانہ اخلاق آپ کی نبوت حقہ پر شاہد عدل ہیں کیونکہ اس طرح کے کمالات اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتیں اور امتیازی عطیات تسلیم کیے جاتے ہیں اور دانشمندان انسانیت کو آپ کی نبوت پر ایمان لانے کے لیے یہی کمالات کافی ہوتے ہیں وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اللہ پر جھوٹ بول کر نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کے مقدر میں ایسے کمالات نہیں ہوتے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صادق نبی کے صدق اور کاذب متنبی کے کذب پر دلائل کے انبار موجود ہوتے ہیں۔

لہذا جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور وہ اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ثابت ہوا تو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل اور علم و دین میں سب سے اکمل ثابت ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں سے کوئی شخص افضل ہو نہیں سکتا صلوٰۃ اللہ علیہ وسلمہ اور اگر مدعی نبوت، جھوٹا ثابت ہوا تو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑا کافر اور بدترین ثابت ہوا.....

جس طرح ایک (سچا نبی عمدہ اخلاق اور حمیدہ افعال کے) اعلیٰ درجات پر فائز

ہوتا ہے اس طرح ایک (کاذب متنبی) رزیل عادات اور گندے افعال کے جوہر کی سب سے نیچے والی تہہ میں غرق ہوتا ہے، ان دونوں کے احوال اور اخلاق کو جاننے والے لوگوں کے سامنے ایک کے سچا نبی ہونے اور دوسرے کے جھوٹا متنبی ہونے کے واضح دلائل اور براہین ہوتے ہیں (اور وہ ان دونوں کے درمیان واضح فرق کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں)۔

لہذا جس طرح انبیاء کرام کی سچائی پر دلالت کرنے والے دلائل اور آثار متنوع اور بے شمار ہیں اس طرح جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹ پر دلالت کرنے والے دلائل اور براہین بھی متنوع اور بے شمار ہوتے ہیں۔

دلائل نبوت کی اس نوع کی بنا پر ہی سابقین الی الاسلام میں سے پہلا گروہ (مثلاً سیدنا ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ) آپؐ پر ایمان لے آیا حالانکہ ابھی تک آپؐ کے دست مبارک پر واضح معجزات آشکار نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل زمین میں سے پہلی شخصیت جو آپؐ پر ایمان لائی وہ سیدۃ خدیجہ تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے لاثانی اوصاف اور عمدہ اخلاق اور حد درجہ کی مہر و وفا سے آپؐ کی نبوت صادقہ پر استدلال کیا اور جب رسول کریم ﷺ غار حراء سے کانپتے ہوئے تشریف لائے تو انہوں نے تسلی دیئے ہوئے فرمایا:

((كَلَّا وَاللَّهِ مَا يَخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ))

”اللہ کی قسم خطرے کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپؐ صلہ رحمی برتتے ہیں اور دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور نادار کو کما کر روزینہ فراہم کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے کاموں

میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔“ ♦

دیکھئے سیدہ خدیجہؓ نے آپؐ کے کریمانہ طور اطوار کو ہی آپؐ کی سچی رسالت اور نبوت کی دلیل قرار دیا اور اس سلسلے میں آپؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہی کافی ہے۔

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم: ۴)

”کہ یقیناً آپؐ محسن خلق کے عظیم درجے پر فائز ہیں۔“

حضرت خدیجہؓ کے علاوہ بھی بہت سے عقلاء نے آپؐ کے کریمانہ اخلاق اور عمدہ اوصاف کو آپؐ کے دعویٰ نبوت کی سچائی کے لیے کافی سمجھا۔ ایسے لوگوں میں سے ایک شخص ہرقل کے نام سے مشہور ہے جو اس دور کی سپر پاور سلطنت روما کا حکمران تھا اور نبوت کی تاریخ سے پوری طرح واقف تھا بلکہ وہ اپنے دور کا شہرہ آفاق عالم بھی تھا، جب اسے حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کا حال معلوم ہوا تو اس نے، اس دور کے عظیم دشمن اسلام ابوسفیان قرشی اموی سے آپؐ کے ذاتی اوصاف اور اخلاق کے متعلق سوالات کیے اور جب اس نے اپنے سوالات کے جوابات کی روشنی میں آپؐ کی سچائی پہچان لی تو یوں گویا ہوا۔

((إِنَّا كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمِي هَاتَيْنِ ، وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ لَمْ أَكُنْ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمْتُ أَنِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمِي)) ♦

”اگر حالات اور واقعات ایسے ہی ہیں جیسے تو کہتا ہے تو عنقریب وہ میرے ان قدموں کی جگہ کا مالک بن جائے گا اور میں اتنا تو جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے لیکن میرے گمان میں یہ نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا

اور اگر میں جان لیتا کہ میرے وہاں جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے تو میں وہاں جانے کی تکلیف برداشت کرتا اور اگر میں وہاں ہوتا تو اس کے قدموں کو دھونے کی سعادت حاصل کرتا۔“ چنانچہ ذیل میں آپ کے ایسے کریمانہ اوصاف کا تذکرہ پیش خدمت ہے جو بدھتھا آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل و برہان ہیں اور عقلائے زماں انہی اوصاف پر غور کر کے آپ کی رسالت پر ایمان لائے تھے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کا وصف جو دو سخا

آپ کی عمدہ ترین صفات میں سے ایک صفت آپ کا کریم اور فیاض ہونا ہے، آپ جو دو کرم کے بحر ذخار تھے آپ کو مال و دولت بانٹتے دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ انہیں سونا چاندی ہاتھ آنے کی کوئی خوشی نہیں اور ہاتھ سے جانے کا کوئی غم نہیں، آپ سب لوگوں سے بڑھ کر کریم اور سب سے زیادہ سخی و فیاض تھے آپ کے وصف سخاوت کو آپ کے چچا زاد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یوں بیان کیا ہے۔

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ)) ◆

”حضرت رسول کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ فیاض اور سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرنے آتے تو آپ کی سخاوت روز افزوں تیز سے تیز تر ہوتی چلی جاتی اور حضرت جبریل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات آپ سے ملاقات کرنے آتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے، ان دنوں آپ طوفانی ہوا کی طرح (چاروں طرف) سخاوت کے جھکڑ چلا دیتے۔

حضرت انس بن مالک انصاریؓ آپ کے ساتھ بطور خادم دس سال رہے وہ فرماتے ہیں کہ تَمَنَّاهُ النَّبِيُّ ﷺ حَسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ ”حضرت نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے حسین اور سب سے زیادہ دلیر اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔“ ◆

اور جو کوئی انسان اس کا ثبوت سننا چاہتا ہو تو اسے بگوش ہوش سن لینا چاہیے حضرت رسول کریم ﷺ غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے کہ لوگ مال و زر کی طلب میں آپؐ سے چمٹ گئے لیکن آپؐ جوں جوں اُن پر مال و زر نچاؤر کرتے چلے گئے ان کا ہجوم بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ پیچھے ہٹتے ہٹتے پہاڑی کیکر کی اوٹ میں جانے پر مجبور ہو گئے اور آپؐ کی چادر مبارک بھی اچک لی گئی اور آپؐ کھڑے ہو کر ان سے کہنے لگے۔

((أَعْطُونِي رِدَائِي ، لَوْ كَانَ لِي عَدَدَ هَذِهِ الْعِصَاهِ نَعَمًا لَقَسِمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا)) ◆

”مجھے میری چادر تو واپس دے دو اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد برابر اونٹ ہوتے تو میں وہ تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے نہ تو بخیل پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔“

آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی کچھ مانگنے کے لیے آیا، آپ ﷺ نے اسے جواب دیا اب تو میرے پاس کچھ نہیں البتہ میرے حوالے سے اپنی مطلوبہ چیز خرید لے، جب میرے پاس کوئی روپیہ پیسہ آیا تو میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول جب ایک چیز آپ کے پاس موجود نہیں تو اللہ نے آپ کو اس کی ادائیگی کا مکلف نہیں بنایا۔

حضرت رسول کریم ﷺ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات اچھی نہ لگی تو ایک انصاری

بزرگ نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ خرچ کیجیے اور عرش والے سے اس بات کا خوف نہ کیجیے کہ وہ آپ کو تنگ دست کر دے گا۔

یہ بات سن کر آپ ﷺ مسکراء دیئے اور انصاری بزرگ کی اس بات سے آپ کے چہرے میں سرور کی لہریں موجزن ہو گئیں پھر آپؐ نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

باوجودیکہ آپؐ کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا پھر بھی آپؐ نے قرض لیکر اس پر سخاوت کر دی اس سے بڑی سخاوت اور کیا ہو سکتی ہے۔

آپؐ کے پاس انصاروں کا ایک وفد آیا اور آپؐ سے مال و زر کا سوال کرنے لگا آپؐ نے اسے مال عطا فرمایا اس نے پھر سوال کیا۔ آپؐ نے پھر عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس کچھ نہ بچا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔

((مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ ، وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يَعْفُهُ اللَّهُ ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ ، وَمَنْ يَصْبِرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ))

”میرے پاس مال موجود ہو تو میں اسے تم سے بچا کر نہ رکھوں گا اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے تو اللہ اسے بچا لیتا ہے اور جو شخص لوگوں کی دولت سے بے نیازی اور استغناء اپنانے کی نیت کر لے تو اللہ اسے بے نیازی اور استغناء نصیب کر دیتا ہے اور جو کوئی صبر کی خوبی اختیار کرنے کی نیت کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کر دیتا ہے اور کوئی انسان صبر سے بہتر اور کشادہ عطیہ پا نہیں سکتا۔“

آپؐ کے پاس ایک عورت چادر لیکر حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسولؐ میں نے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپؐ اسے زیب تن فرمائیں جس اتفاق سے آپؐ کو اس طرح کی چادر کی ضرورت بھی تھی۔ چنانچہ آپؐ

نے وہ چادر قبول فرمائی اور آپؐ اسے زیب تن کر کے ہمارے ہاں تشریف لائے، اسی دوران ہم میں سے ایک شخص اسے ٹٹول کر کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول یہ چادر مجھے پہنا دیجیے آپؐ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے (میں ایسا ہی کر دوں گا)

چنانچہ آپؐ ہمارے درمیان تھوڑی دیر تشریف فرما رہے پھر گھر جا کر اسے تہہ کر کے واپس لے آئے اور اسے سائل کی جھولی میں ڈال دیا۔ ایک آدمی نے یہ دیکھ کر اس شخص سے کہا تو نے اچھا نہیں کیا۔ تجھے پتہ تو ہے کہ آپؐ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے اور آپؐ کو بذات خود اس کی ضرورت بھی تھی اس نے کہا۔ اللہ کی قسم میں نے اس چادر کا سوال اس لیے نہیں کیا کہ اسے زیب تن کروں، بلکہ میں نے تو اپنے کفن کے لیے اس کا سوال کیا ہے۔ ♦

جی ہاں، آپؐ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے تھے اور اس وقت بھی سخاوت کرتے جب آپؐ خود ضرورت مند ہوتے تھے کسی شاعر کا درج ذیل شعر صحیح معنوں میں آپؐ کی ذات بابرکات کے لیے موزوں ہے۔

هُوَ الْبَحْرُ مِنْ أَيْ النَّوَاحِي أَيْتُهُ
فَلَجَّتْهُ الْمَعْرُوفُ وَالْبَحْرُ سَاحِلُهُ
تَرَاهُ إِذَا مَا جِئْتَهُ مُتَهَلِّلاً
كَأَنَّكَ تُعْطِيهِ الَّذِي أَنْتَ سَائِلُهُ
وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي كَفِّهِ غَيْرُ رُوحِهِ
لَجَادَبَهَا فَلَيَّتَقَى اللَّهَ سَائِلُهُ

”وہ سخاوت کا دریا ہیں لہذا جس سمت سے تمہارا جی چاہے آجایا کرو اس میں ہر وقت سخاوت موجزن رہتی ہے اور دریا محض ساحل کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے جب تم اس کے پاس (مانگنے کے لیے) آؤ تو اسے مسکراتا ہوا پاؤ گے گویا

تم اس سے کوئی چیز مانگنے کے لیے نہیں بلکہ دینے کے لیے آرہے ہو (یعنی وہ تمہیں مال عطا کر کے اتنا خوش ہوتا ہے جتنا تم حاصل کر کے خوش ہوتے ہو) اگر ان کے ہاتھ میں ان کی روح کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو تو وہ اپنی روح کی ہی سخاوت کر دیں گے لہذا سوال کرنے والے کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔“

آپ کے جو دو کرم کی بہتات کی وجہ سے حضرت جابرؓ کو کہنا پڑا۔

((مَا سئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْئٍ قَطُّ فَقَالَ - لَا)) ♦

”ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے جب کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے ”نہیں“ کہہ کر عذر کر دیا ہو۔“

غزوہ حنین کے بعد ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی بکریاں مانگ لیں۔ آپ نے لمحہ بھر تو قف کیے بغیر اسے عطا کر دیں تو وہ شخص اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم (حضرت) محمد ﷺ اس قدر داد و دہش کرتے ہیں گویا انہیں تنگدستی کا خوف ہی نہیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آدمی محض دنیا حاصل کرنے کی خاطر مسلمان ہو جاتا لیکن پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی کہ اسے اسلام دنیا و ماعلیہا سے محبوب ہو جاتا۔ ♦

حافظ ابن عساکرؒ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے بعد سردار مکہ صفوان بن امیہ اموال غنیمت کے درمیان چل رہا تھا، اچانک اس کی نگاہ اونٹوں، بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑوں پر پڑی اور وہ انہیں دیکھتا ہی رہ گیا، ادھر حضرت رسول کریم ﷺ بھی اسے اپنی نظروں سے تازہ رہے تھے، آپ نے اس کی تعجب بھری نگاہ کو ملاحظہ فرما کر اس سے پوچھا اے ابو وہب کیا یہ جانوروں بھری وادی تجھے پسند ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ وادی اور جو کچھ اس میں ہے یہ تیرے لیے

ہے۔ صفوان نے کہا۔ سچے نبی کے سوا اور کوئی انسان اس طرح کی سخاوت نہیں کر سکتا۔ اور فوزا گویا ہوا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ

چنانچہ قریش کا یہ دانش مند اور سردار شخص فقط یہ سوچ کر مسلمان ہو گیا کہ اس قدر کثیر مال، اتنی خوش دلی کے ساتھ سوائے سچے نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا، اس نے آپ کے بے انتہا جود و کرم اور کشادہ دلی کو آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل قرار دیا۔ آپ کی سخاوت کسی طرح کی شخصی مصلحت کے تابع نہ تھی اور نہ ہی کسی کے ساتھ زیادہ یا کم تعلق کے مطابق ہوتی تھی آپ نے فرمایا:

((اِنِّیْ لَا عَطٰی الرَّجُلَ وَغَیْرُهُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ، خَشِیَۃٌ اَنْ یَّكْبَهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ)) ♦

”کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں کسی ایک آدمی پر مال نچھاور کر دیتا ہوں حالانکہ اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں اللہ اسے جہنم میں اوندھا نہ گرا دے۔“

آپ کے جود و کرم کی ایک انوکھی صورت حضرت جابر بن عبد اللہ کی زبانی سینے وہ فرماتے ہیں کہ میں کسی غزوہ میں آنحضرت کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا۔ اے جابر کیا تو اپنا اونٹ مجھے ایک دینار میں فروخت نہیں کر دیتا؟ اور اللہ تجھے بخش دے گا۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول جب میں مدینہ پہنچ گیا تو یہ اونٹ آپ کا ہی ہوگا مگر بلا قیمت۔

آپ نے پھر فرمایا۔ کیا تو دو دیناروں کے بدلے یہ اونٹ مجھے فروخت نہیں کر سکتا؟ اور اللہ تجھے بخش بھی دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ اونٹ آپ کا ہی ٹھہرا، البتہ مدینہ پہنچ کر اور بلا قیمت۔

آپ اس طرح مسلسل دیناروں میں اضافہ کرتے چلے گئے اور ہر دینار پر وَاللّٰهُ

يَغْفِرُ لَكَ کہتے چلے گئے حتیٰ کہ آپؐ نے بیس طلا کی دیناروں کی پیش کش کر دی۔

جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو میں نے اونٹ کی مہار پکڑی اور اسے لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گیا۔ آپؐ نے بلال سے فرمایا: اے بلال اسے مال غنیمت سے بیس دینار دے دے۔

مسند احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ میں وہ اونٹ لے کر ایک یہودی کے پاس سے گذرا اور اسے اپنا قصہ سنایا تو وہ تعجب کرتا ہوا کہنے لگا۔ اس نے تجھ سے اونٹ خریدا اور قیمت ادا کر دی اور پھر تجھے وہی اونٹ ہبہ بھی کر دیا؟ میں نے کہا۔ ہاں۔

وہ تعجب کیوں نہ کرتا، ایک شخص ایک آدمی سے اونٹ خریدتا ہے اور اس کا بھاؤ بڑھاتا چلا جاتا ہے پھر اس کو اونٹ کی قیمت بھی ادا کر دیتا ہے اور پھر اسے اونٹ بھی ہبہ کر دیتا ہے، ایسا تو وہی کر سکتا ہے جس کی اللہ نے تربیت کی ہو اور تربیت کا حق ادا کر دیا ہو ورنہ عام لوگ تو کجا خاص لوگ بھی عموماً ایسا نہیں کرتے۔



حضرت رسول کریم ﷺ کا وصفِ عفو و حلم

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کریمانہ اخلاق اور عمدہ اوصاف میں اپنی مثال آپ تھے خندہ روئی اور خوش گفتاری، نرم مزاجی اور حلم و بردباری میں کوئی شخص، آدم تا عیسیٰ، آپ کا ثانی نہ تھا تیس جنتی انسانوں جتنی طاقت رکھنے کے باوجود آپ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیتے تھے اور کسی جاہل کی جہالت کا بدلہ جہالت سے نہ دیتے تھے بلکہ تحمل اور بردباری سے کام لیتے تھے آپ کا ہر طرح کا قول و فعل نفسانیت سے پاک تھا آپ ﷺ جو کچھ بھی کرتے، صرف اللہ کے لیے کرتے تھے، حدیث شریف میں آیا ہے۔

((مَا أَنْتَقِمُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ بِهَا)) ♦

”حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا ہاں اگر اللہ کی حرمت پامال ہوئی تو آپ نے اللہ کی خاطر انتقام لیا۔“
حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَبَابًا وَلَا فَحَاشًا وَلَا لَعَنًا، كَانَ يَقُولُ لَا حَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَالَهُ؟ تَرَبَّ جَبِينُهُ)) ♦

”حضرت نبی کریم ﷺ نہ تو کسی کو گالی دیتے تھے اور نہ بدگوئی کرتے تھے نہ

کسی پر لعنت کرتے تھے، اور جب کبھی ہم میں سے کسی پر ناراض ہوتے تو یوں فرماتے، اسے کیا ہوا؟ اس کی جبین خاک آلود ہو۔“

ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے حضرت رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

((لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَابًا فِي الْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ)) ♦

”حضرت نبی کریم ﷺ نہ تو آرادتا بدگوئی کرتے تھے اور نہ غیر ارادی طور پر بد زبانی کرنے والے تھے اور نہ ہی آپؐ بازاروں میں چیخ و پکار کر گفتگو کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ غفور و درگزر سے کام لیتے تھے۔“

قرآن سے قبل نازل ہونے والی سماوی کتب میں آپؐ کی یہی صفات مذکور ہیں چنانچہ صحیح بخاری (۲۱۲۵) میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سہمی قریشی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

((وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ--- لَيْسَ بَفَظٍ وَلَا غَلِيظٍ ، وَلَا مَسْخَابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوَجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عَمِيًّا ، وَأَذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا))

”اللہ کی قسم حضرت نبی کریم ﷺ اپنی بعض قرآنی صفات سے تورات میں بھی موصوف ہیں۔۔۔ کہ نہ تو آپؐ سخت مزاج ہوں گے اور نہ پتھر دل اور نہ ہی بازاروں میں شور و غل کرنے والے ہوں گے اور نہ برائی کا دفاع برائی

سے کریں گے بلکہ درگزر سے کام لیں گے اور معاف کر دیا کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کی روح قبض نہ کرے گا جب تک اس کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر دے اور لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہنا شروع کر دیں۔ اور اللہ اس کلمہ کے ساتھ بند آنکھوں اور بہرے کانوں اور ڈھکے دلوں کو کھول نہ دے۔“

صحابی موصوف نے سچ فرمایا۔ حضرت یسعیاہ نبی کی طرف منسوب سفر میں مذکور ہے کہ وہی میرا بندہ ہے جس کو میں تقویت دوں گا، وہ میرا چنیدہ ہے اس سے میں سرور ہوں، اس پر میں نے اپنا روح نازل کیا ہے، امتوں کے لیے حق نکلے گا نہ وہ چیخے گا اور نہ بلند (آواز) ہوگا اور نہ گلیوں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔۔۔ وہ جو چراغ کی ہلکی سی لو کی طرح ہے بجھے گا نہیں (پیغمبر بر) حق امان والی جگہ کی طرف نکلے گا اور جب تک وہ (دین) حق کو زمین میں رکھ نہ دے، شکستہ نہ ہوگا اور نہ اس کو کسی کے رحم و کرم پر چھوڑے گا، جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ اللہ جو رب ہے خالق سموات ہے بنے فرمایا ہے۔ ◆

آپ کے عفو و حلم کا مظاہرہ غزوہ حنین کے بعد تقسیم غنائم کے موقع پر سامنے آیا اس موقع پر آپ ﷺ نازک الایمان مسلمانوں کو اسلام پر مضبوط کرنے کے لیے کشادہ دلی سے اموال غنیمت عطا کر رہے تھے۔ ایک شخص نے حضرت رسول اللہ ﷺ پر نا انصافی اور جانبداری کا بہتان لگاتے ہوئے کہا۔ اس تقسیم میں اللہ کی رضا جوئی کو مد نظر نہیں رکھا گیا اس شخص کی اس بات کو سن کر آپ کو بڑا غصہ آیا اور اس کا اثر آپ کے چہرہ انور پر نظر آنے لگا اس کے بعد آپ نے فرمایا:

((يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى، قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرٍ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ)) ◆

حضرت موسیٰ پر اللہ رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی تو انہوں

نے صبر کیا۔

چونکہ آپ کو بھی اللہ نے ﴿لَا ضَفْحَ الضَّفْحِ الْجَمِيلِ﴾ (الحجر: ۸۵) کہہ کر صبر کرنے کا حکم دیا تھا لہذا آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا۔

ایک دفعہ آپ اپنی مسجد میں داخل ہو رہے تھے اور ابھی درمیان میں پہنچے ہی تھے کہ ایک اعرابی نے پیچھے سے آپ کی چادر مبارک کو زور سے کھینچ لیا، آپ کی چادر موٹی اور کھردری تھی اس لیے آپ کی گردن مبارک رگڑ کی وجہ سے سرخ ہو گئی پھر وہ بڑی بد تمیزی سے بولا۔

اے محمد، میرے یہ دونوں اونٹ اناج سے بھر دے کیونکہ یہ مال نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں، میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، جب تک تو میری گردن سے چادر کھینچنے کا قصاص نہ دے گا تب تک میں تیرے اونٹ اناج سے نہ بھروں گا۔

اعرابی کہنے لگا۔ نہیں، اللہ کی قسم میں قصاص نہ دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ جب ہم نے اعرابی کی بات سنی تو اس کی طرف لپکے اچانک آپ کی نظر ہم پر پڑی تو آپ نے فرمایا۔

جو کوئی میری بات سن رہا ہے اسے میں تاکید کرتا ہوں وہ اپنی جگہ کھڑا رہے یہاں تک کہ میں اسے وہاں سے چلنے کا حکم دوں۔

پھر آپ نے ایک آدمی سے کہا اس کے ایک اونٹ کو جو اور ایک کو بھجوروں سے بھرو۔ بعد ازاں آپ نے صحابہ کو حکم دیا واپس چلے جاؤ۔

امام سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے کمال حسن خلق کی وجہ سے یکسر معاف کر دیتے تھے۔ اور اس طرح کی احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر آپ کو

معجزات عطا نہ بھی ہوتے تو آپؐ کے یہ اخلاق بھی آپؐ کی نبوت کی دلیل تھے ♦
قرآن حکیم میں آپؐ کے اسی وصف جمیل کا تذکرہ درجہ ذیل آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

”یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ تو ان کے لیے نرم ہے اور اگر تو درشت مزاج اور پتھر دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے ارد گرد سے جدا ہو جاتے ہیں ان کو معاف کر اور ان کے لیے اللہ سے استغفار کر اور درپیش معاملے میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو پختہ ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

آپؐ کے کمال حلم و بردباری کا یہ عالم تھا کہ ایک بدو جو مسجد کی حرمت سے واقف نہ تھا اس نے مسجد کے ایک کونے میں بیٹاب کرنا شروع کر دیا، صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے اٹھے تو آپؐ نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔ اسے بے اطمینان نہ کرو اسے چھوڑ دو۔ تو صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسے معلم کے انداز میں سمجھایا کہ یہ مساجد (اللہ کی عبادت کی جگہیں ہوتی ہیں) ان میں بول و براز کرنا جائز نہیں ہے، یہ تو اللہ عزوجل کے ذکر اور نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے ہیں۔

پھر آپؐ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ پانی کا ڈول لیکر اس پر بہا دے۔ چنانچہ وہ آدمی گیا اور اس پر پانی کا ڈول بہا آیا۔ ♦

◆ شرح السندي على النسائي (۳۲ / ۸)

◆ بخاری ح (۲۲۱)۔ مسلم ح (۲۸۵)

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے قرض لیا۔ وہ شخص (مدت مقررہ سے پہلے) قرض دی ہوئی چیز لینے آگیا اور بڑی بدتمیزی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا، صحابہ کرام اسے بدتمیزی کا مزا چکھانے کے لیے اٹھے لیکن آپؐ نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔

إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا کہ قرض خواہ کا مقروض کو سخت ست کہنا روا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ اس کیلئے اونٹ خریدو اور اس کے ہاتھ میں دے دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں یہاں جو اونٹ بھی نظر آ رہا ہے وہ اس کے اونٹ سے بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ چلو اچھا ہی خرید کر اسے دے دو تم میں سے بہتر انسان وہ ہے اچھے طور سے قرض ادا کر لے۔

چنانچہ آپؐ نے اس آدمی کو اس کے بُرے انداز کا بدلہ بُرے انداز سے نہیں دیا بلکہ اسے معاف کر دیا اور درگزر فرمایا اور اس کے ساتھ احسان کیا اور اُدھار لی گئی چیز سے بہتر چیز واپس کی اور قرآن کے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کی کہ :

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْفَيْضَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

(آل عمران: ۱۳۴)

”اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ احسان

کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اس طرح کا درگزر اور اس طرح کی بردباری درحقیقت نبوت کے ایسے لباس ہیں جو اللہ نے اپنے برگزیدہ اور چنیدہ حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پہنچائے ہیں تاکہ یہ آپؐ کی نبوت و رسالت کی ایک اور دلیل بن جائیں۔

امریکی مستشرق واشنگٹن افرنگ اپنی کتاب ”حیات محمدؐ“ میں فتح مکہ کے موقع پر حضرت نبی کریم ﷺ کے غنوغام پر نوٹ لکھتا ہے کہ

بخاری ح (۲۳۹۰)۔ مسلم ح (۱۶۰۱)

فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اہل مکہ سے برتاؤ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ آپ بنی مرسل ہیں نہ کہ فاتح کمانڈر، آپ نے اپنے ہم وطنوں سے اس وقت رحمت و شفقت کا برتاؤ کیا جب آپ (ہر اعتبار سے) طاقتور مقام پر فائز تھے لیکن آپ کی فتح و نصرت، رحمت و عفو میں بدل گئی۔

♦ ((قَالُوا عَنِ الْإِسْلَامِ لِلشَّيْخِ عَمَادُ الدِّينِ))



حضرت رسول کریم ﷺ کا زہد و ورع

حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ آپ کو آخرت سے دل چسپی اور دنیا سے مکمل طور پر بے رغبتی تھی خدا نخواستہ اگر آپ ﷺ کذب و افتراء سے کام لیکر نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہوتے تو اپنے کا ز کے نام پر بہت سی دولت اکٹھی کر لیتے۔ جس طرح کہ ہمارے برصغیر پاک و ہند کے بے شمار پیران طریقت، واقفان رموز شریعت کر رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو چند صاع جو کے بدلے آپ ﷺ کی زرع ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی پائی گئی لہذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا دنیا سے بے رغبت ہونا اور آخرت پر قانع ہونا آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔

اس پہلو پر گفتگو شروع کرنے سے قبل ہم گذشتہ انبیائے کرام کے حالات پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انبیاء اللہ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی دعوت پر کسی طرح کی اجرت کا سوال نہیں کرتے سورہ یسین میں مؤمن آل یاسین کے قول پر غور کرو وہ اپنی قوم کو انبیائے کرام پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے۔

﴿قَالَ يَقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝﴾ (یسین)

”اس نے کہا: اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو، ان پیغمبروں کی پیروی کرو جو اپنی دعوت پر اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“

لہذا ثابت ہوا کہ انبیائے کرام کی لوگوں کی اجرت سے بے رغبتی اور بے نیازی

ان کے سچے انبیاء ہونے کی دلیل ہے۔

آئیے اب ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طرز زندگی کا مطالعہ کریں اور سوچیں کہ آیا یہ طرز زندگی کسی جھوٹے مدعی نبوت کا ہوتا ہے یا اس سچے نبی کا ہوتا ہے جسے اللہ نے اخلاق عالیہ سے آراستہ کیا ہو۔

حضرت نبی کریم ﷺ زاہدانہ زندگی کو ترجیح دیتے تھے اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ وہ انہیں زاہدوں میں رکھے۔ آپ ﷺ کی تنہائیوں میں یہ دعا ہوا کرتی تھی۔
 ((اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مُسْكِينًا ، وَأَمِتْنِي مُسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ♦

”اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھنا اور مسکین مارنا اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ کے ساتھ اٹھانا۔“

آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو اس بات کا اختیار دیا کہ آپ ﷺ پسند کریں تو آپ ﷺ کو زمین میں بادشاہت دے دی جائے اگر پسند کریں تو قوت لایموت پر گزار کرنے والا بنا دیا جائے تو آپ نے دنیاوی مال و جاہ و مطراق کی بجائے زہد کو پسند فرمایا، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور اس نے آکر کہا۔ اے محمد مجھے تیرے رب نے تیری طرف بھیجا ہے۔ اس نے تجھ سے پوچھا ہے کہ میں تجھے بادشاہ نبی بناؤں یا بندہ رسول؟ حضرت جبرائیلؑ نے مشورہ دیا۔ اے محمد اپنے رب کے سامنے تواضع اختیار کر۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں بندہ رسول بننا پسند کرتا ہوں۔ ♦

اور جب حضرت نبی کریم ﷺ کی گھریلو معیشت کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں عجیب صورت حال نظر آتی ہے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور ساری مخلوق سے چنیدہ ہونے کے باوجود گھر میں کوئی ایسی چیز نہ رکھتے جس سے اپنی بھوک مٹا سکیں

♦ ترمذی ح (۲۳۵۲)۔ ابن ماجہ ح (۴۱۲۶)

♦ مسند احمد ح (۷۱۲۰)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

﴿مَا شَبَعَ آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى قُبِضَ﴾ ♦
 ”کہ آل محمد ﷺ آپ ﷺ کی زندگی میں تین دن تک بھی کھانا سیر ہو کر نہیں کھا سکے“

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس معمولی قسم کی کھجوریں بھی نہ تھیں جن سے آپؐ اپنی بھوک مٹا سکیں۔ ♦
 اور آپؐ کو جب کبھی کھانا ملتا تو وہ بھی جو کی روٹی پر مشتمل ہوتا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جو حسن اتفاق سے آپؐ کے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے چچا زاد بھائی بھی تھے فرماتے ہیں:

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَآهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ﴾ ♦

”کہ حضرت رسول اللہ ﷺ پے در پے کئی راتیں بھوکے بسر کرتے تھے کیونکہ آپؐ کے گھر والوں کے پاس عشاء کو کھانے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہوتی تھی اور زیادہ تر آپؐ کی روٹی جو کے آنے کی ہوتی تھی۔“

اور وہ بھی اس قدر کم کہ آپؐ پوری طرح سیر بھی نہ ہو پاتے اور یہ جو کا آنا بھی عمدہ نہ ہوتا تھا کیونکہ اس میں چھان شامل ہوتا تھا۔

حضرت سہل بن سعد سے پوچھا گیا کہ آیا حضرت رسول اللہ ﷺ جو کا چھنا ہوا آنا کھایا کرتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے معبوث ہونے کے بعد آخری دم تک چھنا ہوا آنا دیکھا بھی نہ تھا۔

ان سے پوچھا گیا کہ پھر تم بے چھانا آنا کیسے کھا لیتے تھے؟

بخاری ح (۵۳۷۴) ♦

مسلم ح (۲۹۷۸) ♦

ترمذی ح (۲۳۶۰)۔ مسند احمد ح (۲۳۰۳)۔ ابن ماجہ ح (۳۳۳۷) ♦

انہوں نے جواب دیا کہ ہم جو پیش کران پر پھونک مارتے اور جو اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہ جاتا ہم اس میں پانی ڈال کر بھگو لیتے اور کھا لیتے (بخاری ۵۴۱۳) حضرت عائشہؓ اپنے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر سے بیان کرتی ہیں کہ اے میرے بھانجے ہم دو ماہ میں تین چاند دیکھ لیتے تب تک حضرت رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلتی تھی۔

انہوں نے پوچھا: خالہ جان پھر تمہاری گذر بسر کس چیز پر ہوتی تھی؟ ام المومنین نے فرمایا۔ دسیاہ چیزوں پانی اور کھجور پر اور پھر حضرت رسول اللہ ﷺ کے انصار پڑوسی دودھ والی اونٹیاں اور بکریاں رکھا کرتے تھے وہ تحفتاً دودھ بھیج دیا کرتے تھے جو ہم لوگ نوش کر لیتے۔ ♦

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کو روسٹ کی ہوئی بکری کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے لیکن جو کی روٹی سے بھی سیر نہ ہوئے۔ ♦

ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے گھر میں بھوک مٹانے کے لیے داخل ہوتی ہے تو اسے آپ ﷺ کے گھر میں کیا ملا ہے؟

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں نے وہ کھجور اسے دے دی تو اس نے اس کے دو حصے کر دیئے اور اپنی دو بیٹیوں کو کھلا دی اور خود کچھ بھی نہ کھا سکی اور اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ اور میں انہیں یہ خبر سناتی ہوں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

♦ ((مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ))

جو شخص ان بیٹیوں کی وجہ سے کسی مسئلہ سے دو چار ہو گیا تو یہ اس کے لیے جہنم

بخاری ح (۵۴۱۳) ♦

بخاری ح (۵۴۱۳) ♦

بخاری ح (۱۴۱۸)۔ مسلم ح (۲۶۲۹) ♦

سے ڈھال بن جائیں گی۔

ایک مرتبہ ایک مہمان حضرت رسول کریم ﷺ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور آپ کے گھر میں اس کی مہمان نوازی کے لیے کچھ نہیں ملتا تو آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں کھانا طلب کرنے کے لیے ایک آدمی کو بھیجتے ہیں تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ ہمارے گھروں میں پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر مجبوراً آپ کو صحابہ کرام سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ اس کی مہمان نوازی کریں۔

ادھر آپ کے گھر کا یہ حال ہے اور ادھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے

ہیں۔

﴿اللَّهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوَّةً﴾

”اے اللہ آل محمد کو قوت لایموت عطا فرمایا۔“

امام قرطبی فرماتے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بقدر سدر مق روزی طلب کر رہے ہیں یعنی ایسی روزی جس سے بدن میں قوت موجود رہے اور کسی سے سوال نہ کرنا پڑے۔ اس طرح کی روزی سے انسان مالدار اور تنگدستی کی آفات سے بچا رہتا ہے۔

اگر آپ کے گھر کا اثاثہ پوچھنا چاہتے ہو تو سنیے آپ اپنے صحابہ کی طرح ہی زندگی بسر کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں، آپ کا وہ نکیہ جس پر آپ ﷺ ٹیک لگایا کرتے تھے وہ رنگ دار چمڑے کا بنا ہوا تھا اور اس کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔

آپ کا بستر ایک چٹائی پر مشتمل تھا اور اس کے ریشوں کے نشانات آپ کے جسم

بخاری ح (۳۷۹۸)۔ مسلم ح (۲۰۵۳)

بخاری ح (۶۳۶۰)

فتح الباری (۱۱/۲۹۹)

بخاری ح (۶۳۵۶)۔ مسلم ح (۲۰۸۲)

مبارک پر نظر آ جایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ گھر میں سو کر اٹھے تو آپؐ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے ہم نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم آپؐ کے لیے ایک نرم بستر بنادیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

((مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا اِلَّا كَرَآكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا)) ♦

”میرا دنیا سے سروکار بس ایسا ہی ہے جیسے کوئی مسافر کسی درخت کے نیچے ذرا سنانے کے لیے لیٹا اور پھر چل دیا۔“

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ آپؐ کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت آپؐ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس کے نشانات آپؐ کی کروٹ پر نمایاں دکھائی دے رہے تھے اور آپؐ کے خزانے میں ایک صاع (اڑھائی کلو گرام) برابر جو پڑے ہوئے تھے اور ایک کونے میں درخت کے کچھ پتے پڑے تھے، انہیں دیکھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو اُٹ آئے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن خطاب کیوں روتے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے پیارے رسولؐ میں کیوں نہ رؤوں، اس چٹائی کے نشان آپؐ کے پہلو پر نظر آ رہے ہیں اور آپؐ کے خزانے میں صاع جو کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آ رہی جبکہ قیصر و کسریٰ نہروں اور پھلوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپؐ تو اللہ کے رسولؐ اور اس کے چنیدہ انسان ہیں اور آپؐ کے خزانے میں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ اے ابن خطاب کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کیوں نہیں اے اللہ کے رسولؐ ہم راضی ہیں۔ ♦

ایک انصاری عورت آپؐ کے گھر میں داخل ہوئی اس کی نگاہ آپؐ کے بستر پر

پڑی جو کھر درا تھا وہ اپنے گھر گئی اور ایک نرم و ملائم بستر اٹھا کر آپ کے گھر لے آئی جب آپ نے وہ بستر دیکھا تو حضرت عائشہ سے فرمایا۔ اے عائشہ یہ بستر واپس کر دے۔ اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے وہ بستر واپس کر دیا۔

سو آپ نے اپنے رب کے حکم کے مطابق کفایت شعاری اور زہد سے زندگی بسر کی اور آپ سارے انسانوں سے بڑھ کر زاہد ثابت ہوئے اور آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو بھی اختیار دے دیا کہ وہ یا تو آپ کے ساتھ زاہدانہ زندگی بسر کریں یا پھر اچھے طریقے سے جدا ہو جائیں اور اپنے آباء اجداد کے گھر چلی جائیں لیکن انہوں نے ہر حال میں آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا تو ابتداء مجھ سے کی اور فرمایا میں تیرے سامنے ایک بات رکھنے والا ہوں لہذا اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دینا پھر آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسَنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

”اے نبی، اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے اگر تم دنیا کی زندگی اور زیبائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں بساط بھر ساز و سامان دیتا ہوں اور تمہیں اچھی طرح رخصت کر دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت میں گھر کی طلب گار ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکو کار عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اس معاملے میں، اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں؟

میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں اس کے بعد دیگر ازواج مطہرات نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ طاہرہ نے دیا تھا۔ ♦

آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے چکی سے آٹا پیسنے کی مشقت کا شکوہ کر کے آپ سے ایک خادم یا خادمہ کی درخواست کرتی ہے تاکہ اپنے ذمہ کام کا بوجھ ہلکا کر سکے، اسے کیا جواب ملتا ہے؟

اسے اپنے شفیق اور مہربان باپ کی طرف سے جواب ملتا ہے، کیا میں تم دونوں (علیٰ و فاطمہؓ) کو خادم سے اچھا عمل نہ بتاؤں؟ جب تم دونوں اپنے بستروں پر سونے لگو تو تینیس ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور تینیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تینیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔ ♦

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے باپ اور ان جیسے مومنین سے اس بات کا شعور حاصل کر لیا تھا کہ آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے بہتر ہے۔ ایک دن سیدہ اپنے باپ کے پاس جو کی روٹی کا ٹکڑا لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ نے وہ ٹکڑا تناول کیا اور فرمایا: ((هَذَا أَوَّلُ طَعَامٍ أَكَلَهُ أَبُوكَ مِنْذُ ثَلَاثٍ)) ♦

”یہ تین دنوں کے بعد یہ پہلا کھانا ہے، جو تیرے باپ نے کھایا ہے۔“ دستور کے مطابق دن گذرتے چلے گئے اور مسلمانوں کا فقر و فاقہ مالداروں میں بدلنا شروع ہو گیا، اس صورت حال کو دیکھ امیر مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔

((مَا أَبْعَدَ هَدْيِكُمْ مِنْ هَدْيِ نَبِيِّكُمْ ﷺ أَمَا هُوَ فَكَانَ أَزْهَدُ

♦ بخاری ح (۴۷۸۶)۔ مسلم ح (۱۴۷۵)

♦ بخاری ح (۶۳۱۸)

♦ مسند احمد ح (۱۲۸۱۱)

النَّاسِ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتُمْ أَرْغَبُ النَّاسِ فِيهَا)) ♦

”لوگو تمہارا طور طریقہ حضرت نبی کریم ﷺ کے طور طریقے سے کس قدر دور چلا گیا ہے۔ وہ تو سب لوگوں سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبت تھے اور تم سب سے زیادہ اس میں رغبت کرنے لگے ہو۔“

ایک مرتبہ آپؐ نے جبل احد کی طرف دیکھا اور اپنے صحابہ کرام سے فرمایا۔ یہ پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے تو میں پھر بھی پسند نہ کروں گا کہ اس سے کوئی دینار تین دن سے زیادہ عرصہ تک میرے گھر میں پڑا ہے مگر وہ دینار جو میں نے قرض کی ادائیگی کے لیے رکھا ہوا ہو۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا مالدار ہی نادار ہوں گے مگر وہ مالدار جنہوں نے اپنا مال اپنے سامنے اور اپنے داہنے اور بائیں طرف بیٹھنے والوں پر خرچ کر دیا۔ ♦

اس سلسلے میں سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حیران کن قصہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے گھر میں سونے کی ڈلی رہ گئی۔ آپؐ نے پوچھا! اے عائشہ سونے کی ڈلی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ لے آ۔ چنانچہ میں اسے لیکر حاضر ہوئی اور آپؐ کے دست مبارک پر رکھ دی۔ آپؐ نے اسے نیچے پھینک کر فرمایا:

((مَا ظَنُّ مُحَمَّدٌ بِاللَّهِ لَوْلَقِيَ اللَّهُ وَهَذِهِ عِنْدَهُ))

”اگر محمد اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے کہ یہ اس کے پاس موجود ہو، تو اس کا اللہ کے متعلق کیا گمان ہوگا؟“ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ ♦

آپؐ نے لاثانی زہد اور ورع اس لیے اختیار فرمایا کہ آپؐ نے اپنے صحابہ کرام کو دنیا میں میانہ روی اختیار کرنے کی وصیت کی اور آپؐ کی وصیت اس وقت ہی اثر کر سکتی

♦ مسند احمد ح (۱۷۳۵۳)

♦ بخاری ح (۲۳۸۸)۔ مسلم ح (۹۳)

♦ مسند احمد ح (۲۳۹۶۳)

تھی جب آپ ﷺ ان سے بڑھ کر زاہد ہوتے حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں۔
 ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَهْدَ إِلَيْنَا عَهْدًا أَنْ يَكُونَ بُلْغَةً أَحَدِنَا مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّأِيبِ)) ♦

”اللہ کے رسولؐ نے ہم سے ایک عہد لیا کہ ہم میں ہر مسلمان کا دنیا سے اتنا ہی حصہ ہونا چاہیے جتنا کسی مسافر کو منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے درکار ہوتا ہے۔“

جب آپؐ نے دنیا کو چھوڑا تو آپؐ کے گھر والوں کے لیے کیا کچھ موجود تھا؟
 اس کا جواب ام المومنین جویریہؓ کے بھائی حضرت عمرو بن حارثؓ سے سنیے وہ فرماتے ہیں۔

((مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا ابْغَلَّتْهُ الْبَيْضَاءُ وَسَلَاحُهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)) ♦

”حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت اپنے گھر نہ تو کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ کوئی غلام نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز ہاں ایک سفید خچر اور ہتھیار اور زمین موجود تھی جسے آپؐ نے صدقہ کر دیا تھا۔“

امام احمد رحمہ اللہ اپنے مسند میں روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت آپؐ کی زرع میں صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔ ♦

جس طرح حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں دنیا سے بے رغبتی اختیار کیے رکھی تھی اس طرح اپنے بعد بھی دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کا نفع اپنے گھر

♦ مسند احمد ح (۲۳۱۹۹)

♦ بخاری ح (۲۷۳۹)

♦ احمد (۲۷۱۹)

والوں یا رشتہ داروں کو پہنچتا ہو آپؐ نے فرمایا:

((لَا نُورِثُ، مَا تَرَكَنَاهُ صَدَقَةٌ)) ♦

”ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔“

اب ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ ہم منکرین نبوت محمدیہؐ سے سوال کریں کہ حضرت نبی

کریم ﷺ نے اپنی نبوت سے کونسا دنیاوی مفاد حاصل کیا؟

آپؐ نے اپنی دعا اور تمنا کے مطابق مساکین کی طرح زندگی بسر کی آپؐ عام طور
معمولی قسم کی کھجوریں اور بن چھنے جو کی روٹیاں تناول کرتے رہے اور آپؐ کا تکیہ اور بستر

آپؐ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی پر شاہد عدل ہے۔

شاعر نے کیا خوب فرمایا

کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں تلے

لیکن گھر میں بوریا کھجور کا بچھا ہوا



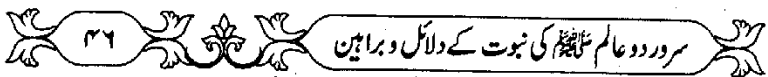
حضرت رسول کریم ﷺ کا وصف تواضع

کہنے والا بڑی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ بسا اوقات دینی پیشوا عوام الناس کی نگاہوں میں بلند مقام حاصل کرنے کے لیے زہد اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے ہاں اس سے بڑی لذت اور کیا ہو سکتی ہے کہ لوگ ان کی طرف انگلیوں سے اشارے کر کے کہیں اوھر دیکھو وہ فلاں شخصیت جارہی ہے، چنانچہ وہ اس شہرت اور عظمت کو حاصل کرنے کے بڑے صبر سے فقر و فاقہ برداشت کر لیتے ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے سجادہ نشین اور مشائخ کے سینے تکبر کی غلاطت سے بھرے ہوتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں کو بو سے دلوانے کی غرض سے زہد کی نمائش کراتے ہیں۔ جبکہ اللہ کے سچے انبیاء علیہم السلام اس طرح کی چاہتوں سے پاک ہیں ان میں زہد کے ساتھ ساتھ تواضع اور فروتنی بھی ہوتی ہے اور اس تواضع سے اللہ کے ہاں ان کی وجاہت اور رفعت شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا مندرجہ ذیل یادگار واقعات آپ کے اس وصف جمیل کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ مسجد نبوی شریف میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک مسافر ابو رفاعۃ مسجد میں داخل ہوا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول ایک مسافر ہے جو اپنے دین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے کیونکہ اسے اپنے دین کا پتہ نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے اپنا خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر اسکی طرف چلے آئے اور آپ ﷺ کے لیے لوہے کے پاؤں والی کرسی لائی گئی، اس پر بیٹھ کر آپ ﷺ نے



اسے اللہ کا دین سمجھایا اور پھر واپس جا کر خطبہ پورا کیا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس قصے میں حضرت رسول کریم ﷺ کی تواضع اور مسلمانوں پر نرمی اور شفقت کا بیان ہے۔

اور جب آپ کی توجہ صحابہ کرام کی محبت بھری باتوں کی طرف مبذول ہوئی تو آپ نے انہیں اپنی مبالغہ آمیز تعریف سے منع کر دیا اور فرمایا۔

((لَا تَطْرُؤْنِي، كَمَا أَطْرَبَ النَّصَارَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))

”مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا میں تو اس کا بندہ ہوں۔ لہذا تم کہا کرو۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔“

ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

اے ہمارے سردار، اور ہمارے سردار کے بیٹے، اے ہم میں سے بہتر اور ہم میں سے بہتر کے بیٹے۔

آپ نے فرمایا۔ اے لوگو تقویٰ لازم پکڑو اور تمہیں شیطان کہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد بن عبد اللہ، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام سے اوپر لے جاؤ جس پر اللہ نے مجھے فائز کیا ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ بدر کے لیے نکلے تو ان میں سے ہر تین صحابہ کے لیے ایک اونٹ میسر ہوا۔ چنانچہ مقررہ میلوں تک دو آدمی اونٹ پر سوار ہوتے اور ایک آدمی پیدل چلتا، اس سفر میں آنحضرت کے اونٹ پر سواری کے لیے آپ کے ساتھ حضرت علی اور ابولبابہ انصاری شریک ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں

مسلم ح (۸۷۶)

شرح نووی صحیح مسلم (۱۶۵/۶)

(بخاری (۳۴۴۵)

مسند احمد ح (۱۴۱۴)

سرور دو عالم ﷺ کی نبوت کے دلائل و براہین

۴۷

کہ جب حضرت نبی کریم ﷺ کے چلنے کی باری آتی تو یہ دونوں عرض کرتے اے اللہ کے رسول آپ اُونٹ سے نہ اتریں ہم آپ کی باری پر پیدل چلیں گے تو آپ فرماتے۔ تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور میں تم سے کم اجر و ثواب پر راضی نہیں۔ ♦

جب قریش کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ کے گرد خندق کھودی جا رہی تھی تو آپ اپنے صحابہ کو کام پر لگا کر خود گھر نہیں بیٹھ گئے بلکہ ان کے ساتھ برابر خندق کھودنے اور مٹی ڈھونے میں لگے رہے حضرت براء بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے اس روز آپ کے پیٹ مبارک پر مٹی دیکھی جو آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا رہی تھی اور آپ پڑھ رہے تھے۔

وَاللّٰهُ لَوْلَا اَنْتَ مَا هُبَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَنَبِّتِ الْاَفْئِدَمَ اِنْ لَا قِيْنَا
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا ارَادُوا فِتْنَةً اَبَيْنَا ♦

”اے اللہ اگر تیری توفیق شامل حال نہ ہوتی تو ہم نہ ہدایت پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ عبادت کرتے لہذا تو ہم پر سکینت نازل فرما اور اگر ہماری دشمن سے بڑبھڑ ہو تو ہمارے قدم مضبوط فرما، بیشک تیرے دشمنوں نے ہم پر بغاوت کی ہے اور جب انہوں نے ہمیں دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی تو ہم نے انکار کر دیا۔“

حضرت نبی کریم ﷺ ہر اس فعل سے نفرت کرتے تھے جس میں تکبر کی بو آتی تھی اور نہ ہی آپ اپنے ساتھ امتیازی برتاؤ کو پسند کرتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے

مسند احمد ح (۳۷۶۹) ♦

بخاری ح (۳۰۳۳)۔ مسلم ح (۱۸۰۳) ♦

اپنے صحابہ کو اپنی آمد کے موقع پر کھڑا ہونے سے روک دیا تھا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ :

((مَا كَانَ شَخْصٌ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَّتِهِ لِدَالِكَ))

”کہ صحابہ کرام کو کوئی شخص، حضرت رسول کریم ﷺ سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ لیکن وہ آپ کی آمد پر کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ آپ اس فعل سے نفرت کرتے ہیں۔“

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھانا شروع کی۔ دوران نماز آپ کی نگاہ ہم پر پڑی، ہم آپ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہوئے تھے آپ نے ہمیں اشارہ کیا تو ہم بھی بیٹھ کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا۔ قریب تھا کہ تم بھی فارس اور روم والوں کا فعل کر بیٹھتے، وہ اپنے بادشاہوں کے ہاں کھڑے رہتے ہیں اور ان کے بادشاہ بیٹھے رہتے ہیں، ایسا نہ کیا کرو اپنے اماموں کی اقتدار کیا کرو اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو۔ اگر وہ بیٹھ کر پڑھائیں تو تم بھی بیٹھ کر پڑھا کرو۔

ایسا آپ نے کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ آپ اللہ کے متواضع بندے اور رسول تھے اور آپ کو عجیبوں کا سا پر وٹو کول اور طمطراق سخت ناپسند تھا۔ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ میں بیٹھا رہوں اور لوگ میرے ارد گرد کھڑے رہیں۔

آپ کا متواضعانہ وصف جمیل یہ بھی تھا کہ آپ ہر داعی الی الطعام کی دعوت قبول کر لیتے تھے خواہ اس کا کھانا سادہ ہوتا یا لذیذ ہوتا آپ فرمایا کرتے تھے :

((لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أَهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ))

﴿لَقَبِلْتُ﴾

”اگر مجھے کسی جانور کے پائے کی دعوت پر بلایا جائے تو میں قبول کر لیتا ہوں

اور اگر مجھے پایہ بھی ہدیہ دیا جائے تو میں قبول کر لیتا ہوں۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ

آپ ﷺ خلیق اور شفیق پیغمبر تھے اور آپ لوگوں کی دلجوئی کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں۔

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكْثِرُ الذِّكْرَ وَيُقِلُّ اللَّغْوَ وَيُطِيلُ

وَالصَّلَاةَ وَيُقْصِرُ الْخُطْبَةَ وَلَا يَأْنِفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمَلَةِ

وَالْمَسْكِينِ فَيَقْضِي لَهُ الْحَاجَةَ))

”حضرت رسول اللہ ﷺ کثرت سے ذکر کرتے اور فضول بات سے گریز

کرتے، نماز طویل کرتے خطبہ مختصر کرتے اور بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے

میں عار نہ سمجھتے اور ان کی ضرورت پوری کرتے تھے۔“

اس طرح کرنے سے نہ آپ کا رتبہ کم ہوتا تھا اور نہ وقار میں کمی آتی تھی

خدا نخواستہ اگر آپ دنیا دار ہوتے تو عام دنیا داروں بلکہ دین باز گدی نشینوں کی طرح

مسکینوں اور بیواؤں سے نفرت کرتے۔ آپ کے خادم حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

ایک عورت کی عقل میں کمزوری تھی وہ آپؐ سے کہتی یا رسول اللہؐ مجھے آپؐ سے ایک کام

ہے آپؐ فرماتے اے ام فلاں جوئی گلی میں تو چاہے میں تیری بات سننے کو تیار ہوں

چنانچہ آپؐ نے کسی گلی میں تنہا بیٹھ کر اس کی بات سنی اور اس کا کام کر دیا۔

اس قدر تواضع اور ملنساری کے باوجود لوگوں کے دلوں میں آپؐ کا بے

بخاری ح (۵۱۷۸)

فتح الباری (۱۵۳/۹)

نسائی ح (۱۳۱۳)

مسلم ح (۴۲۹۳)

حد احترام اور رعب تھا۔ ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے بات کرتے وقت کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا، اے شخص دلجمعی سے گفتگو کر، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔ ♦

آپؐ کی تواضع اور انکساری لوگوں کے سامنے تصنع پر مبنی نہ تھی بلکہ ایک شریفانہ خصلت تھی جو جلوت اور خلوت میں آپؐ کی زینت تھی ام المومنین حضرت عائشہ طاہرہ سے پوچھا گیا کہ آپؐ گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ اپنے اہل خانہ کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے نکل جاتے تھے۔ منہ امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپؐ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑے میں جوئیں تلاش کرتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنی مدد آپؐ کرتے۔ ♦

گزشتہ صفحات (۲۶) میں گذر چکا ہے کہ آپؐ کے رب نے آپؐ کو اختیار دیا کہ یا تو بادشاہ رسول بننا پسند کر لیں یا بندہ رسول، تو آپؐ نے اپنے (خالق و مالک کا) بندہ رسول بننا پسند کر لیا۔ آپؐ کا یہ وصف جمیل اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول تھے کیونکہ جھوٹے مدعیان رسالت میں اس طرح کی طبعی روافض سرے سے موجودہ ہی نہیں ہوتی۔



حضرت نبی کریم ﷺ کی خشیت و عبادت

آپ کا تاریک راتوں میں تنہا اٹھ کر اللہ کے سامنے گریہ زاری کرنا اور سفر و حضر، سردی و گرمی، جلوت اور خلوت میں نماز و ہجگانہ کے علاوہ اشراق و ضحیٰ کا اہتمام کرنا بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے اور سچائی کی علامت ہے، خدا نخواستہ اگر آپ خود ساختہ نبی ہوتے تو سرد راتوں میں نرم و گرم بستر پر سوئے رہتے اور عبادت کے لیے ہرگز نہ اٹھتے اور نہ اپنے آپ کو اتنا تھکاتے کہ قدموں پر درم پڑ جاتے اور آپ کا حال بھی جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح ہوتا جو خواہشات نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر محرمات کو حلال کر لیتے ہیں، مسئلہ کذاب کا حال کس سے پوشیدہ ہے اس نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے پیروکاروں کے لیے شراب اور زنا کو حلال کر دیا اور ان کے لیے نماز روزہ جیسی تکالیف شرعیہ کی تعداد گھٹا دی کیوں؟ اس لیے کہ جھوٹے نبیوں پر تکالیف شرعیہ بڑی گراں ہوتی ہیں اور ان کی نبوت کا ذبہ کا بھانڈا بڑی جلدی سے چوراہے پر پھوٹ جاتا ہے جبکہ اللہ کا سچا رسول تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ کا عبادت گزار اور ان سب سے زیادہ اللہ سے خوف کھانے والا ہوتا ہے۔

اب ذرا حضرت نبی کریم ﷺ کی خشیت الہی اور عبادت گزاری ملاحظہ کیجیے۔ آپ کے مہد سے لحد تک کے وفادار صحابی حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بالوں میں قدرے سفیدی دیکھ کر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول آپ بوڑھے ہو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات عَمَّ یتما، لون اور سورہ تکویر نے

بوڑھا کر دیا۔

امام طبری فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں گزشتہ امتوں کی بربادیوں اور قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے اس لیے آپؐ نے فرما دیا کہ انہوں نے مجھ پر اثر دکھایا اور میں وقت سے قبل ہی بزرگی میں داخل ہو گیا۔

چنانچہ جو لوگ اپنے رب کی کماحقہ معرفت رکھتے ہیں وہ بھی ان سورتوں کو پڑھ کر ایسے ہی ڈرتے ہیں جیسے حضرت رسول اللہ ﷺ ڈرا کرتے تھے۔

سیدۃ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو کبھی اس انداز سے ہنستے نہ دیکھا کہ میں آپؐ کے تالو کا سرخ گوشت دیکھ سکی ہوں۔ جب آپؐ بادل یا آندھی کو دیکھتے تو اس کا تاثر آپؐ کے چہرے پر نمایاں نظر آتا۔ ایک دن میں نے پوچھ لیا کہ اے اللہ کے رسولؐ لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو بارش کی امید پر خوش ہوتے ہیں اور آپؐ بادل کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے عائشہ اس میں عذاب ہو تو میرے بچنے کی کیا ضمانت ہے، ایک قوم کو ہوا سے نیست و نابود کر دیا گیا اور ایک قوم نے ایک بادل کو دیکھا تو کہا:

﴿هَذَا عَارِضٌ مُّمْطَرُنَا﴾ (احقاف: ۲۴)

تو اس کا جو حال ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

ایک رات حضرت نبی کریم ﷺ نے خواب میں فتنے دیکھے، اس رات آپؐ حضرت ام سلمہؓ کے گھر سوئے تھے۔ آپؐ نے مارے خوف اور ڈر کے اپنی تمام بیویوں کو اٹھ کر قیام اللیل کا حکم دیا۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ اس رات گھبرائے ہوئے اٹھے اور کہنے لگے سبحان اللہ آج رات کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے نازل کیے گئے۔ ان حجر و والیوں کو کون جگائے کتنی ساری تن پوش قیامت کے دن بے لباس اٹھیں گی۔

ترمذی ح (۳۲۹۷)

بخاری ح (۱۰۵۸)

تحفة الاحوذی (۱۳۱/۹)

ایک رات آپ کو آپ کی کسی بیوی نے دیکھا کہ آپ رات کے آخری حصے میں بستر پر کروٹیں بدل رہے ہیں اور نیند نہیں آ رہی کیوں؟ اس کا جواب حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمی قریشی سے سنیے وہ فرماتے ہیں۔

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَائِمًا فَوَجَدَ ثَمْرَةَ تَحْتَ جَنْبِهِ فَأَخَذَهَا فَأَكَلَهَا ثُمَّ جَعَلَ يَتَضَوَّرُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَفَرَعَ لِذَلِكَ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ فَقَالَ إِنِّي وَجَدْتُ ثَمْرَةَ تَحْتَ جَنْبِي فَأَكَلْتُهَا فَخَشِيتُ أَنْ تَكُونَ مِنْ ثَمَرِ الصَّدَقَةِ)) ♦

”کہ ایک رات حضرت نبی کریم ﷺ بستر پر سوئے ہوئے تھے کہ ایک کھجور آپ کی پسلیوں کے نیچے پڑی ہوئی محسوس ہوئی آپ نے اسے پکڑ کر کھالیا پھر رات کے آخری حصے میں بے قراری کی ٹیسیں لینے لگے۔ آپ کی ایک بیوی اس صورتحال سے گھبرا کر پوچھنے لگی تو آپ نے بتایا ایک کھجور میرے پہلو (کروٹ) کے نیچے پڑی تھی میں نے اٹھا کر کھالی، میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں وہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔“

(اللہ اکبر) آپ کو اس خوف نے بیدار کر رکھا تھا کہ کہیں وہ کھجور صدقہ کی نہ ہو جو آپ کے لیے حلال نہ تھا۔ یہ تھا آپ کا خوف خداوندی۔

اب آپ کی عبادت کا بیان پڑھیے اور اندازہ کیجئے کہ بھلا جھوٹا مدعی نبوت ایسی عبادت کر سکتا ہے جو ایک طرف تو اپنے رب پر جھوٹ بولے اور دوسری طرف وہ اپنے آپ کو عبادت میں کھپا رہا ہو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا جھوٹے مدعیان نبوت میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ وہ ذوق شوق سے اللہ کی عبادت کرتا ہو جبکہ حضرت نبی کریم ﷺ جو اللہ کے سچے رسول تھے کی عبادت و ریاضت کا حال ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے پوچھتے فرماتی ہیں۔

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ فَقَالَ - أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا)) ◆

”حضرت نبی کریم ﷺ رات کو اتنا قیام کرتے کہ آپ کے قدموں پر درم آجاتا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، جب کہ آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں“

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ آپ کی نماز تہجد کا وصف بیان کرتی ہیں۔ کہ آپ رات کو گیارہ رکعات کا قیام فرماتے تھے اور آپ کی رات کی نماز (کی رکعات کی تعداد) اتنی ہی ہوتی تھی اور آپ ان میں اتنا طویل سجدہ کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی آدمی آپ کے سجدہ سے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیات پڑھ سکتا تھا اور آپ نماز فجر سے قبل دو رکعات پڑھتے اور پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک نماز کا منادی آپ کو جماعت کے لیے بلانے آجاتا۔ ◆

غزوہ بدر کی رات آپ ﷺ کی نماز کا وصف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانی سنیے آپ بیان کرتے ہیں:

((وَلَقَدْ رَأَيْتَنَا وَمَافِينَا إِلَّا نَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ يُصَلِّي وَيَبْكِي حَتَّى أَصْبَحَ)) ◆

”میں نے اپنے تمام ساتھیوں کو دیکھا وہ سب سوئے ہوئے تھے البتہ حضرت رسول کریم ﷺ درخت کے نیچے صبح تک نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے۔“

◆ بخاری ح (۳۸۴۷)۔ مسلم ح (۲۸۲۰)

◆ بخاری ح (۱۱۲۳)۔ مسلم ح (۷۲۳۳)

◆ مسند احمد ح (۱۰۶۲)

صحابہ کرام مدینہ سے بدر تک کا طویل سفر طے کر کے تھک چکے تھے ان کی نیند بھی اللہ کی رحمت اور فضل کا اظہار تھی لیکن انہیں سوتا چھوڑ کر فقط آپ ﷺ کا اللہ کے سامنے کھڑا ہو جانا اور صبح تک نماز میں رورو کر اللہ سے فتح و نصرت کی دعا کرنا کس بات پر دلالت کرتا ہے جھوٹے مدعیان نبوت کو اس طرح کی توفیق کب ملتی ہے! ایسا عمل تو سچا مدعی نبوت ہی کر سکتا ہے۔

اور آپ نماز میں کس طرح گڑ گڑایا کرتے تھے؟ اس کا وصف حضرت عبداللہ بن خثیر کی زبانی سنئے وہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمَرْجَلِ مِنَ الْبَكَاءِ﴾ ♦

”میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ہنڈیا کے اچلنے جیسی آواز آرہی تھی۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کا وصف قیام کس خوبی سے بیان کیا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ﴾

(مزمل: ۲۰)

”تیرا رب جانتا ہے کہ تو رات کے دو تہائی حصے کے قریب قیام کرتا ہے اور

کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات۔“

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کس خوبی سے آپ کا وصف بیان کیا اور کتنے

لطیف پیرائے میں مشرکین پر طنز کیا ہے۔

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُوا كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ
يَبِيْتُ يُجَا فِي جَنْبِهِ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا سَتَقَلَّتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ

اور ہم میں اللہ کا رسولؐ موجود ہے جو پو پھوٹنے تک اس کی کتاب تلاوت کرتا رہتا ہے وہ رات گئے تک اپنی کروٹیں بستر سے جدا رکھتا ہے جبکہ مشرکین پر اس وقت بستر سے اٹھنا نہایت گراں گزرتا ہے۔“

کبھی سنا آپؐ نے یا کبھی دیکھا ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت نے کبھی نصف رات یا تہائی رات تک اللہ کے سامنے گڑ گڑا کر بسر کی ہو؟

اب آپؐ کے روزے پر غور کیجیے آپؐ اللہ کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ))

”سوموار اور جمعرات کو (اللہ کے ہاں) اعمال پیش کیے جاتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے ہوں۔“

آپؐ فقط سوموار اور جمعرات کا روزہ ہی نہ رکھا کرتے تھے بلکہ پے درپے روزے بھی رکھتے تھے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی ماہ کے نفلی روزے چھوڑ دیتے تو ہم سمجھ بیٹھتے کہ آپؐ اس ماہ کے روزے نہ رکھیں گے اور جب روزے رکھنا شروع کر دیتے تو ہم سمجھ بیٹھتے کہ اب آپؐ اس ماہ کا کوئی روزہ نہ چھوڑیں گے اور رات کی نماز کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا کہ جب یہ گمان ہوتا کہ آپؐ سوئے ہوئے ہوں گے تو آپؐ نماز پڑھتے نظر آتے اور جب یہ گمان ہوتا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوں گے تو سوئے ہوئے نظر آتے۔

آپؐ شدید گرمی کے موسم میں بھی روزے کا ثواب ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے حضرت ابو الدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر پر تھے اور

ہم میں ہر کوئی شدید دھوپ کی وجہ سے اپنے سر پر ہاتھ رکھ رہا تھا اور ہم میں سے حضرت رسول اللہ ﷺ اور عبد اللہ بن رواحہؓ کے سوا کوئی شخص روزے سے نہ تھا۔ ♦

آپؐ تا دمِ واپس اسی طرح اللہ کی عبادت کرتے رہے کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا: ﴿وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ ”کہ آخر دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہنا۔“

اگر خدا نخواستہ آپؐ سچے رسول نہ ہوتے تو کبھی راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی عبادت نہ کرتے اور نہ شدید گرمی میں روزے رکھتے بلکہ اپنی ذات اور اپنے صحابہ کو طول قیام اور صیام حواجر کی مشقتوں سے مستغنی سمجھ لیتے لیکن آپؐ نے آسائش ترک کر دیں اور مشقتیں برداشت کر لیں کیوں؟ اس لیے کہ اللہ نے آپؐ کو حکم دیا تھا۔

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۖ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝﴾ (الم نشرح)
 ”کہ جب تو (امور دین و دنیا سے) فارغ ہو جائے تو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جایا کر اور اپنے رب کی طرف رغبت کیا کر۔“



باب دوم

حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت پر گذشتہ الہامی کتابوں اور امتیوں کی شہادتیں

تمہید

گذشتہ انبیاء و رسل کی کتابوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی بشارت کا وجود ایک ایسی اہم چیز ہے جسے قرآن کریم اور احادیث نبویہ نے وضاحت سے ذکر کیا ہے انہوں نے یہ چیز بیان کی ہے کہ نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی امت کو نبوت محمدیہ سے آگاہ نہ کیا ہو اور ان سے اس بات پر وعدہ نہ لیا ہو کہ اگر حضرت محمد ﷺ ان کی زندگی میں تشریف لائیں تو انہیں ان پر ایمان لانا ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا فَأُشْهِدُوا وَانَّمَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (آل عمران: ۸۱)

”اور جب اللہ نے نبیوں سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت سے سرفراز کر دوں پھر تمہارے پاس ایسا رسول آئے جو اس چیز کی تصدیق کرے جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اُس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی

نصرت کرنا (اللہ نے) فرمایا کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور اس بات پر مجھ سے پختہ وعدہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: بس اب گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

((مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا آدَمَ فَمَنْ دُونَهُ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيثَاقَ لَنِئْنُ بَعَثَ مُحَمَّدٌ (صلى الله عليه وسلم) وَهُوَ حَيٌّ لَيَنْتَوِي مِنْ يَدِهِ وَلَيَنْصُرَنَّهُ وَلَيَتَّبَعَنَّهُ)) ♦

”اللہ نے آدم ﷺ سے لیکر حضرت عیسیٰ ﷺ تک جتنے بھی نبی بھیجے ان سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد (ﷺ) مبعوث ہو جائیں تو وہ ان پر لازماً ایمان لائیں اور ان کی نصرت کریں اور ان کی پیروی کریں۔“

یہود و نصاریٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت صادقہ کو اس طرح جانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو جانتے تھے کیونکہ ان کے انبیاء اور ان کی کتابوں نے کثرت سے آپ کا تذکرہ کیا ہے قرآن کریم نے بیان فرمایا۔

((الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ)) (الانعام: ۲۰)

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (ہمارے) پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچان لیا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔“

قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں ہمارے ہادی و مرشد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت کی موجودگی کو تاکید سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس نے آپ کی بعض صفات یہود و نصاریٰ کی یاد دہانی کے طور پر بیان کی ہیں۔ سورۃ اعراف میں ہے۔

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (۱۵۷)

”وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو امی نبی ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتا ہے اور انہیں برے کاموں سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور نا پاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے اور ان کے (سروں سے) بوجھ اور ان کے (گلوں سے) طوق اتارتا ہے۔“

یسعیانی کی شہادت

باوجودیکہ یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں تحریف کے سبب آپ کا تذکرہ بھی متاثر ہوا لیکن پھر بھی اُن میں اس طور پر شہادتیں موجود ہیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ کی نبوت پر شاہد عدل ہیں۔ چنانچہ یسعیاہی کے سفر (سورت) میں لکھا ہوا ہے، اور یہ سفر (سورت) تورات کے ان سفر (سورتوں) میں شامل ہے جن پر آج کے یہود و نصاریٰ ایمان رکھتے ہیں، اس سفر میں یسعیاہی ایسے بنی اسرائیل کو دھمکاتا ہے جو شریعت الہیہ کی پیروی نہیں کرتے اور کتاب اللہ میں تحریف کر ڈالتے ہیں، وہ انہیں سر بہر سفر والے نبی کی دھمکی دیتا ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا چنانچہ وہ ائیسویں اصحاب میں کہتا ہے۔

یا پھر کتاب اس نبی کو دے دی جائے گی جو لکھنا نہیں جانتا ہوگا، اور اسے کہا جائے گا کہ اسے پڑھ تو وہ کہے گا میں پڑھنا نہیں جانتا۔

سفر یسعیاہ کی یہ عبارت اس عظیم الشان منظر کی نشان دہی کر رہی ہے جس کا مشاہدہ حضرت محمد رسول ﷺ پر نزول وحی کے موقع پر ہوا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں اُمُّ الْمُؤْمِنِین سیدۃ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اللہ ﷺ غار حراء میں تھے کہ آپؐ کے پاس حق (وحی) آ گیا۔ آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو، آپؐ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا تو اس نے آپؐ کو دونوں بازوؤں میں لیکر اپنے سینے سے لگا کر بھینچا حتیٰ کہ آپؐ کو جان کا خطرہ لاحق ہوا پھر اس نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور کہا۔ پڑھو، آپؐ نے فرمایا۔ میں پڑھنا نہیں جانتا، تو اس نے دوسری بار بازوؤں میں لیکر آپؐ کو بھینچا حتیٰ کہ آپؐ کو جان کا خطرہ محسوس ہوا پھر اس نے آپؐ کو چھوڑ کر کہا، پڑھو، آپؐ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا، تو اس نے تیسری بار اپنے بازوؤں میں لیکر آپؐ کو بھینچا اور پھر آپؐ کو چھوڑ کر کہا۔

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ ۝ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾ ◆

سو ہمارے نبی کریم ﷺ ہی ایسے پیغمبر ہیں جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے اور آپؐ ہی وہ پیغمبر ہیں جن کے سامنے سرِ مبہر مفر (پیغام رسالت) پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ میں پڑھنا نہیں جانتا، تو اللہ نے اس سفر کو وحی بنا دیا جسے آپؐ نے اپنی زبان اور ہونٹوں سے بول کر سنا دیا اور آپؐ کے بعد قیامت تک کے مومنین اسے پڑھتے رہیں گے حضرت نبی کریم ﷺ غار حراء سے کانپتے ہوئے نیچے اترے اور گھر واپس آ گئے پھر آپؐ کی بیوی سیدہ خدیجہؓ آپؐ کو لے کر اہل کتاب کے بوڑھے عالم ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور آپؐ نے اپنی پتہ سنائی تو اس نے یسعیاہی کے سفر کی روشنی میں آپؐ کی نبوت کو پہچان لیا اور بول پڑا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا، کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک رہوں جب تجھے تیری قوم مکہ سے نکال دے گی۔ کیونکہ کوئی آدمی ایسا پیغام لیکر نہیں آیا جسے دکھ نہ پہنچایا گیا ہو، اگر میں تیرے اس دن کو پالوں تو میں تیری پوری طرح نصرت کروں گا۔ ◆

ورقہ بن نوفل کا یہ کہنا کہ قریش آپ سے عداوت کریں گے اور آپ کو مکہ سے نکال دیں گے، اس بات کا علم بھی اسے یسعیاہ نبی کے سفر سے ہوا کیونکہ اس موعود نبی کی بشارت اس طرح آتی ہے کہ وہ عرب سرزمین کے پتھر لیے ملک میں مبعوث ہوگا۔ چنانچہ توراتی سفر کے اکیسویں اصحاب میں اس طرح ہے۔

((وَحَىٰ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ، فِي الْعَرَعَرِ فِي بِلَادِ الْعَرَبِ
تَبَيَّنَ، يَا قَوَائِلَ الْوَدَانِيْنَ هَاتُوا مَا لَكُمْ لِمَلَأَ قَاعَ الْعُطْشَانِ يَا
سُكَّانُ اَرْضِ تِيْمَاءَ وَافْوَا الْهَارِبَ بِخُبْرِهِ فَاِنَّهُمْ مِنَ السُّيُوفِ
قَدْ هَرَبُوْا))

”ملک عرب کی طرف سے وحی (نبی) ہوگا، ملک عرب کے پتھر لیے علاقے میں رات گزارے گی۔ اے ودان کے قافلہ، پیا سے کی ملاقات کے لیے پانی لاؤ اے سرزمین تیماء کے باشندہ اس روٹی سمیت بھاگنے والے کو ملو کیونکہ وہ تلواروں کے خوف سے بھاگے ہیں۔“

یہ توراتی نص سرزمین تیماء میں بننے والے ودان کے قبائل کو خبر دے رہی ہے کہ وہ اس نبی کی نصرت کریں جو اپنے صحابہ سمیت تلواروں کی دھاروں کی وجہ سے بھاگ کر نکلا ہے۔ یہ عبارت اشارہ کر رہی ہے کہ اس نبی کی بعثت جزیرہ العرب کے پتھر لیے خطے میں ہوگی اور یہ سرزمین مکہ مکرمہ کی صفت ہے جو آپ کی جائے پیدائش اور جائے بعثت ہے سواہل کتاب کے عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت حق، حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت صادقہ پر آفتاب نیمروز سے روشن تر دلیل ہے اور یہ شہادت بڑی معتبر اور ثقہ ہے اور اس نے یہ شہادت اہل کتاب کی مذہبی کتابوں سے حاصل کی ہے اور یہ انوار وحی اور آثار انبیاء کے بقا کی علامت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

((وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي

وَيَبَيِّنُكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿الرعد: ۴۳﴾

”کافر لوگ کہتے ہیں کہ تو پیغمبر نہیں ہے کہہ دیجیے اللہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔“

شاہ حبشہ نجاشی کی شہادت

اہل کتاب میں سے ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی شہادت دینے والوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی بھی ہے اور وہ آپؐ پر ایمان بھی لے آیا تھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جب نجاشی کے محل میں داخل ہوئے تو انہوں نے شاہ حبشہ کے پوچھنے پر اسے بتایا کہ اللہ نے ہمارے ہاں اپنا رسول بھیجا ہے اور وہ وہی رسول ہے جس کی بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے:

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾

اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی پرستش کریں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور ہم نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ شاہ حبشہ نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا تمہارا پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کا روح اور اس کا کلمہ ہے، جسے اس نے کنواری مریم سے نکالا ہے اور کوئی مرد اس کے قریب نہیں جاسکا۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا۔ اے پادریو اور راہبو، حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں یہ جو کچھ انہوں نے بتایا ہے اس کے مقابلے میں عیسیٰ کے بارے میں تمہارے عقیدے کا وزن اس تنکے برابر بھی نہیں: خوش آمدید اور اسے بھی جس کے پاس سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور وہ وہی ہے جس کی حضرت عیسیٰ بشارت دے چکے ہیں اور اگر مجھے اپنے امور مملکت سے فرصت

ہوتی تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے جوتے اٹھا لیتا۔

اس نے اس بنا پر اسلام قبول کیا کہ اللہ نے اسے اسلام سے پہلے والی کتابوں کی معرفت عطا کی تھی اور اس نے ان کی روشنی میں آپ کی نبوت و رسالت کے سچے دلائل معلوم کر لیے۔ اور جس دن وہ فوت ہوا تو اللہ کے رسول نے اسی دن اپنے صحابہ کو اس کی خبر دی اور اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو آج مرد صالح (أَصْحَابُ نَجَاشٍ جَبَشَہ) فوت ہو گیا ہے، اٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو (رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ) سو اس کا اسلام قبول کرنا بھی حضرت نبی کریم کی نبوت و رسالت کے روشن دلیل ہے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ طاہرہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب نجاشی فوت ہوا تو ہمیں بیان کیا جاتا تھا کہ اس کی قبر پر نور دکھائی دیتا ہے۔

قیصر روم (ہرقل) کی شہادت

اور جن لوگوں نے اس حق کو پہچانا، ان میں شاہ روم ہرقل بھی شامل ہے اس کا قصہ اس وقت کے دشمن اسلام اور فتح مکہ والے دن کے مومن، ابوسفیان بن حرب اموی کی زبانی سینے یہ اُس وقت کی بات ہے جب صلح حدیبیہ کے نام سے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا اور حضرت رسول کریم ﷺ اپنا نامہ مبارک حضرت دجیہ کلبیؓ کے ذریعے، بصری (شام) کے گورنر کی طرف ارسال کر چکے تھے تاکہ وہ اسے شاہ روم تک پہنچادے، اُن دنوں شاہ روم ایرانیوں پر فتح کے شکرانے کے طور پر قسطنطنیہ سے پیدل چل کر بیت المقدس (فلسطین) میں آیا ہوا تھا لہذا بصری کے گورنر نے وہ خط شاہ روم تک پہنچا دیا جب اس نے اسے پڑھا تو حکم دیا اگر یہاں کوئی تجارتی قافلہ مکہ سے آیا ہوا ہو تو اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ابوسفیان ان دنوں تجارتی قافلہ لیکر بیت المقدس میں آیا ہوا تھا، اسے قافلہ کے ساتھیوں سمیت اس

ابوداؤد ح (۲۲۰۵)۔ مسند احمد ح (۴۸۲۶) ابن ابی شیبہ ح (۳۶۶۴۰)

ابوداؤد ح (۲۵۳۳)

کے دربار میں پیش کر دیا گیا، اس وقت شاہ روم کے ارد گرد اس کے وزیر مشیر بیٹھے ہوئے تھے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس نے اپنے ترجمان کو بلا کر اس کے ذریعے مجھ سے پوچھا کہ تم میں سے کون آدمی اس شخص کا قریبی رشتہ دار ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، (ابوسفیان کہتے ہیں) میں نے کہا: میں نسب کے اعتبار سے اس کا قریبی رشتہ دار ہوں اس نے کہا: اسے میرے قریب لے آؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دو۔ اور پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ تو اس کے ساتھیوں سے کہہ دے کہ میں (شاہ روم) اس شخص (ابوسفیان) سے دعویٰ نبوت کرنے والے کے بارے میں سوال کروں گا اگر یہ میرے سامنے جھوٹ بولے تو تم نے اسے جھٹلا دینا ہے۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر میں اس بات سے حیانت کرتا کہ یہ لوگ زندگی بھر میرے جھوٹ کا ڈھنڈورا پیٹیں گے تو میں نے آپ کے بارے میں جھوٹ بول دینا تھا۔ پھر اس نے جو پہلا سوال مجھ سے کیا وہ یہ تھا کہ اس کا تمہارے درمیان نسب کیسا ہے میں نے کہا۔ وہ ہم میں (بلند) نسب والا ہے۔

اس نے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہو گذرا ہے؟
میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے پوچھا۔ اشراف لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور؟ میں نے کہا۔ کمزور لوگ۔

اس نے پوچھا۔ وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟
میں نے کہا۔ وہ بڑھ رہے ہیں۔

اس نے پوچھا: کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کو برا سمجھ کر مرتد بھی ہوا ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے پوچھا۔ کیا تم نے اسکے دعویٰ نبوت سے قبل اس پر کبھی جھوٹ بولنے کا

الزام لگایا؟ میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے پوچھا کیا وہ دھوکہ بازی کر لیتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، البتہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک مدت تک صلح کا معاہدہ ہے۔ دیکھتے ہیں وہ کیا کرتا ہے ابوسفیان کہتا ہے کہ مجھے اس بات کے علاوہ اور کسی بات کو اس مکالمے میں داخل کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ہرقل نے پوچھا۔ کیا تمہاری اس سے جنگ بھی ہوئی ہے؟
میں نے کہا۔ ہاں۔

اس نے پوچھا۔ تمہاری اس کے ساتھ جنگ کیسی رہی؟

میں نے کہا: ہمارے اور اس کے درمیان لڑائی کا معاملہ ڈول کی طرح رہا، کبھی اس نے ہمارا نقصان کیا اور کبھی ہم نے اس کا نقصان کیا۔

اس نے پوچھا: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا۔ وہ کہتا ہے صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو، اور چھوڑ دو ان باتوں کو جو تمہارے آباء واجداد کیا کرتے تھے اور وہ ہمیں نماز اور زکوٰۃ، سچائی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے اور صلہ رحمی کی تلقین کرتا ہے۔

اب اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ اس (ابوسفیان) سے کہہ کہ میں (قیصر) نے تجھ سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تھا تو تو نے بتایا تھا کہ وہ ہم میں (بلند) نسب والا ہے۔ سو انبیاء کرام اس طرح اپنی قوم کے نسب میں سے ہی معبود ہوتے ہیں۔

اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس سے پہلے بھی کوئی اس طرح کا دعویٰ کیا تھا، تو، تو نے بتایا۔ نہیں۔

میں کہتا ہوں اگر اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں نے کہہ دینا تھا کہ یہ آدمی (محمد ﷺ) اپنے سے پہلے کبھی ہوئی بات کی ریس کرتا ہے۔

اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ تو تو نے بتایا۔ نہیں

میں کہتا ہوں اگر اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں سمجھ جاتا کہ یہ آدمی اپنے باپ کی بادشاہت چاہتا ہے۔

میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا اس کے دعویٰ سے قبل، تم نے کبھی اس پر جھوٹ کا الزام لگایا؟ تو، تو نے بتایا تھا، نہیں نہیں۔ لہذا میں جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کے بارے میں تو جھوٹ نہ بولتا ہو اور اللہ پر جھوٹ بول رہا ہو۔

اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا۔ کیا سردار لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا ان میں سے کمزور؟ تو، تو نے بتایا، کمزور لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں۔
سوائے لوگ ہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا۔ کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تو، تو نے بتایا وہ بڑھ رہے ہیں۔ سو ایمان کا معاملہ اسی طرح ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جاتا ہے۔

اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا۔ آیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی آدمی اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اسے ناپسند کر کے مرتد ہو گیا ہو؟ تو، تو نے بتایا۔ نہیں۔ سو جب ایمان کی رونق اور تازگی دل میں خلط ملط ہوتی ہے تو اسی طرح ہوتا ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ وہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کرتا ہے یا نہیں تو تو نے بتایا نہیں۔
سو اسی طرح انبیاء عہد شکنی نہیں کرتے۔

اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ تو، تو نے بتایا کہ وہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور وہ ہمیں بتوں کی پرستش سے روکتا ہے اور نماز زکوٰۃ اور صدق و عفت کا حکم دیتا ہے۔
سو اگر تو سچ کہتا ہے تو وہ عقرب میرے ان قدموں والی جگہ کا بھی مالک بن جائے گا اور

میں اس قدر تو جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ لیکن میرے گمان میں یہ بات نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہوگا اور اگر میں جانتا کہ میں اس کی طرف نکل سکتا ہوں تو میں مشقت اٹھا کر بھی اس کی ملاقات کرتا اور اگر میں وہاں ہوتا تو اس کے پاؤں دھونے کی سعادت حاصل کرتا۔

امام مازری کہتے ہیں کہ ہرقل نے جو یہ سوالات پوچھے اور ان کے جوابات پر اپنا تبصرہ دیا یہ ان قدیم کتابوں کی روشنی میں تھا۔ چنانچہ تورات میں یہ اور اس طرح کی دیگر علامات نبوت محمدیہ موجود ہیں اور اس نے ان کے ذریعے ہی آپ کو پہچان لیا تھا البتہ آپ کی نبوت پر قطعی دلیل آپ کے خرق عادت روشن معجزات ہیں۔

(ابوسفیان کہتے ہیں) بعد میں ہرقل نے حضرت رسول اللہ ﷺ کا وہ خط منگوایا جو آپ نے حضرت دجیہؓ کلبی کے ذریعے گورنر بصریٰ تک پہنچایا تھا تا کہ وہ اسے ہرقل تک پہنچادے۔ جب اس نے اسے پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبدالله ورسوله الى هرقل
عظيم الروم، سلام على من اتبع الهدى اما بعد۔ فاني ادعوك
بدعاية الاسلام، اسلم تسلم،

يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنْ عَلِيكَ إِلَهُمُ الْارِسِيِّينَ
وَيَا هَلْ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ
تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کی طرف سے روم کے حکمران ہرقل کی طرف۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد: میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، تو اسلام قبول کر

کے سلامتی حاصل کر لے۔ اللہ تجھے دوہرا اجر دے گا، اگر تو نے روگردانی کی تو تیری رعایا کے انکارِ اسلام کا گناہ تیرے سر پر ہو گا۔ اے اہل کتاب آؤ، ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی طرح کا شرک کریں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب مانے اگر وہ پھر جائیں تو (ان سے) کہہ دیجیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم اللہ کے (فرمانبردار ہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب وہ کہنے سننے اور خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے پاس شور و شغب ہوئے لگا اور اوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں اور ہم نکال دیئے گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ بنی اصفور (گورے لوگوں) کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے سو میں اس وقت سے پریقین تھا کہ عنقریب اللہ اسے غالب کر دے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا۔

بلکہ ایک سچی اور مستند روایت ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ غسان کے حکمران کا بھیجا ہوا ایک شخص ہرقل روم کے پاس آیا تا کہ وہ اسے حضرت نبی کریم ﷺ کے ظہور کی خبر دے تو ہرقل روم نے اس سے پوچھا کیا یہ نبی مختون ہے تو انہوں نے اسے بتایا کہ وہ مختون ہے اور عرب ختنہ کرتے ہیں ہرقل بولا تو پھر وہ شخص (محمدؐ) اس امت کا مالک ہے اور وہ ظاہر ہو چکا۔ پھر ہرقل نے اپنے ساتھی کو جو رومیہ میں تھا اور علم میں اس کے برابر تھا۔ اس بات کی اطلاع دی اور خود حمص کی طرف چل دیا اور ابھی حمص پہنچا بھی نہ تھا کہ اسے اپنے ساتھی کا خط ملا۔ اس نے بھی ہرقل کے موافق رائے دی کہ وہ نبی ہے اور وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ سو ہرقل نے روم کے سربراہ اور وہ لوگوں کو اپنے حمص والے محل میں بلایا اور حکم دیا کہ اس کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ پھر وہ ان کے اوپر فروکش ہو کر بولا۔ اے روم کی عوام اگر تمہیں ہدایت اور کامیابی کی چاہت ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہاری سلطنت

پائیدار ہو تو اس نبی کی بیعت کر لو۔ تو وہ جنگی گدھوں کی طرح کودتے ہوئے دروازوں کی طرف بھاگے، آگے سے دروازے بند تھے جب ہر قل نے ان کی نفرت دیکھی تو وہ ایمان سے مایوس ہو گیا اور کہا انہیں واپس بلا کر بٹھاؤ اور پھر ان سے کہا کہ میں نے جو بات تمہیں ابھی ابھی کہی تھی وہ اس لیے کہی تھی کہ تمہاری اپنے دین کے بارے میں مضبوطی دیکھ سکوں سو میں نے وہ دیکھ لی ہے۔ تو انہوں نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔

اس طرح ہر قل نے حق بات کو جان لینے کے بعد ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ اسے اس صورت میں اقتدار ہاتھ سے جاتا دکھائی دینے لگا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہر قل کا یہ عذر کہ اس طرح حکومت اور سلطنت ہاتھ سے جاتی رہے گی، قابل قبول نہیں کیونکہ اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کی سچائی معلوم کر لی تھی لیکن اس نے ریاست کی محبت اور حکومت کی محبت کو قبول اسلام پر ترجیح دی اگر اللہ تعالیٰ اس کی ہدایت کا ارادہ کر لیتا تو اس کو بھی نجاشی کی طرح قبول اسلام کی توفیق مل جاتی اور بادشاہت بھی ہاتھ سے نہ جاتی۔

توحید پرست نصرانیوں کی شہادت

امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار اپنی سند سے حضرت سلمان فارسیؓ کے قبول اسلام کا قصہ بیان کرتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں پیش آنے والی مشکلات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی اصفہان کے رہنے والے تھے اور آتش پرست تھے اور آتش پرستی کے اس قدر دلدادہ تھے کہ چوبیس گھنٹے اپنے والد کے ساتھ آگ دھکانے میں مصروف رہتے مبادا کہ وہ بجھ جائے۔

ایک دن وہ اپنے والد کی زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے اپنے کھیتوں کی طرف

جار ہے تھے کہ ان کا گذر عیسائیوں کے چرچ پر ہوا، انہوں نے اس میں آوازیں سنیں جب انہوں نے اندر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے طریقے کے مطابق عبادت کر رہے ہیں، انہیں ان کی عبادت کا طریقہ پسند آیا اور کہنے لگے، واللہ یہ تو ہمارے اس دین سے بہتر ہے جسے ہم نے اختیار کیا ہوا ہے، چنانچہ یہ غروب آفتاب تک ان کے پاس رہے اور ان سے پوچھا کہ تمہارے اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا۔ ملک شام۔

ادھر حضرت سلمان کے والد کو بھی خبر ہو گئی تو اس نے انہیں بیڑیوں میں جکڑ دیا۔ اب یہ بیڑیاں حضرت سلمان کو تلاش حق سے کیسے روک سکتی تھیں وہ کسی ذریعے بیڑیاں اتروا کر ملک شام کی طرف فرار ہو گئے تاکہ وہ حقیقت کی تلاش میں اپنا سفر شروع کر سکیں اور ان کا یہ سفر بھی ہمارے خیال میں نبوت محمدؐ کی روشن دلیل ہے۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ جب میں ملک شام میں پہنچ گیا تو وہاں کے نصاریٰ سے پوچھا۔ یہاں دین کے اعتبار سے افضل ترین آدمی کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ ہمارا لاث پادری جو گرجے میں رہتا ہے۔ سو میں اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ میں تمہارے مذہب میں دل چسپی رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں اور گرجے میں تمہاری خدمت کروں اور تم سے دین سیکھوں اور تمہارے ساتھ نماز پڑھوں۔ اس نے کہا۔ اندر آ جاؤ۔ سو میں اس کے گرجے میں داخل ہو گیا۔

لیکن وہ براپادری ثابت ہوا وہ انہیں صدقے کا حکم دیتا اور اس کے فضائل بیان کرتا۔ جب وہ اس کے پاس صدقات جمع کر دیتے تو وہ اپنے لیے رکھ لیتا اور مساکین پر خرچ نہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے سات مٹکے جمع کر لیے مجھے اس سے نفرت ہو گئی۔ جب وہ فوت ہوا اور وہ لوگ اسے دفن کرواپس آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ کیسا انسان تھا میں نے انہیں بتایا کہ اب جب کہ تم نے

از خود مجھ سے پوچھا ہے تو سنو یہ برا انسان تھا یہ تم لوگوں کو صدقے کی برکات بیان کرتا اور صدقے کا حکم دیتا تھا جب صدقات اس کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ اپنے لیے رکھ لیتا تھا اور مساکین پر خرچ نہ کرتا تھا۔ اور چلو میرے ساتھ اور دیکھو اس کے خاص حجرے میں سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے مٹکے پڑے ہیں (چنانچہ انہوں نے اس کی لاش نکال کر سولی پر لٹکا دی اور اسے پتھر مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا) اور اس منصب پر ایک اور شخص کو فائز کر دیا۔ وہ آدمی بڑا نیک ثابت ہوا، میں نے اس سے زیادہ عبادت گزار اور اس سے بڑھ کر اچھی نماز پڑھنے والا کوئی آدمی نہ دیکھا، وہ سب سے زیادہ زاہد اور سب سے بڑھ کر آخرت کا طلب گار تھا اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی عبادت کرتا تھا، مجھے اس سے اتنی محبت ہو گئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا چنانچہ میں ایک عرصے تک اس کے ساتھ رہا پھر اس کا آخری وقت آ گیا تو میں نے اس سے پوچھا۔ صاحب میں تمہارے ساتھ رہا اور تجھ سے اس قدر محبت کرتا تھا کہ بیان سے باہر ہے اب تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کا امر آنے والا ہے لہذا مجھے وصیت کیجیے اور بتائیے کہ میں آپ کے بعد کہاں جاؤں؟

اس نے کہا۔ اے میرے بیٹے، بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے اس طریقے پر کوئی آدمی موجود ہو کیونکہ لوگ فوت ہوتے جا رہے ہیں جو موجود ہیں وہ بدل چکے ہیں اور ان کی اکثریت دینی اقدار کھو بیٹھی ہے البتہ موصل میں ایک آدمی ہے جو میرے طریقے پر ہے۔ چنانچہ جب وہ فوت ہو گیا اور اسے دفن کر دیا گیا تو میں موصل والے بشب کے پاس چلا گیا اور اس کی وفات تک اس کے ساتھ رہا جب وہ فوت ہونے لگا تو اس نے مجھے توحید پر قائم رہنے والے شخص کے پاس جانے کی وصیت کی جو نصیبین میں رہا کرتا تھا۔ سو میں اس کے پاس چلا گیا اور اس کے پاس رہا جب وہ فوت ہونے لگا تو اس نے مجھے توحید پر قائم رہنے والے ایک شخص کے پاس جانے کی وصیت کی جو روم کی سرزمین عموریہ میں رہا کرتا تھا چنانچہ میں اس کی وفات کے بعد عموریہ چلا گیا اور اس کے پاس

زندگی بسر کرنے لگا جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں نے اس سے پوچھا۔ اے صاحب آپ مجھے کیا نصیحت کرتے ہیں اور مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ اس نے کہا۔ اے میرے بیٹے مجھے نہیں معلوم کہ آج کل کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے اس عقیدہ توحید پر قائم ہو اور میں تمہیں اس کے پاس جانے کا حکم دوں لیکن ایک نبی کے مبعوث ہونے کا دور آ گیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے دین توحید کا حامل ہو گا وہ سرزمین عرب میں ظاہر ہو گا اور نخلستانوں والی سیاحی مائل پتھریلی زمین اس کی ہجرت گاہ ہوگی اس کی علامتیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں وہ صدقہ نہ کھائے گا اور ہدایات کھالے گا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر تو پہنچ سکتا ہے تو وہاں چلا جا۔

چنانچہ انہی ایام میں قبیلہ بنو کلب کے تاجر وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے کہا کہ میری یہ گائیں اور بکریاں لے لو اور مجھے اپنے ساتھ سرزمین عرب میں لے جاؤ سو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ ملایا اور ملک عرب میں لے آئے جب وہ وادی قرئی میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ظلم یہ کیا کہ مجھے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا اور اس وجہ میں اس کے پاس رہنے لگا وہاں میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے تو دل میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ وہی خطہ ہو جو میرے (عمور یہ والے) بزرگ نے بتایا تھا لیکن یہ خیال پختہ نہ تھا انہیں آیام میں میرے یہودی آقا کے پاس یثرب سے ایک آدمی آیا جو اس کا چچا زاد تھا اور اس کا تعلق بنو قریظہ سے تھا اس نے مجھے اس سے خرید لیا اور یثرب (مدینہ) لے آیا، یہاں مجھے وہ سب علامات نظر آئیں جو میرے عموری بزرگ نے بتائی تھیں چنانچہ میں وہاں رہنے لگا۔

اسی دوران حضرت رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں اعلان نبوت کر دیا اور وہاں ٹھہرے رہے اور میں یہاں غلامی کے امور میں مصروف رہا اور مجھے آپؐ کی مشکلات کی مطلقاً خبر نہ تھی پھر آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے اللہ کی قسم ایک روز ایسا ہوا کہ میں اپنے یہودی آقا کی کھجور کے اوپر چڑھ کر پھل اتار رہا تھا اور وہ درخت کے نیچے

بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چچا زاد اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے فلاں، اللہ بنوقیلہ (اوس، خزرج) کو غارت کرے، ان کے پاس مکہ سے ایک آدمی آیا ہے اور وہ اس کے ارد گرد اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہ اسے اللہ کا نبی سمجھ رہے ہیں، اللہ کی قسم اب وہ اس کی سربراہی میں ہمارے خلاف متحد ہو جائیں گے۔

جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ پر کچکی طاری گئی اور مجھے یوں معلوم ہونے لگا کہ میں اپنے یہودی آقا کے اوپر گرا کہ گرا، سو میں درخت سے نیچے اتر آیا، اور اس کے چچا زاد سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟ تو اس پر میرا یہودی آقا غضب ناک ہو گیا اور مجھے ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا اور کہا تجھے اس بات سے کیا غرض؟ اپنا کام کر میں نے کہا کوئی بات نہیں میں تو فقط اس کی بات سمجھنا چاہتا تھا اور میرے پاس جمع شدہ کوئی چیز تھی، جب شام ہوئی تو میں نے وہ پلے باندھ لی اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف چل دیا۔ آپ اس وقت قبا میں تھے میں آپ کے پاس پہنچا اور درخواست کی، جناب مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ ضرورت مند اور غریب الدیار ساتھی ہیں اور میرے پاس صدقہ کے پھل ہیں اور میں تمہیں دوسروں سے زیادہ حقدار سمجھتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے وہ پھل آپ کے سامنے رکھ دیئے، تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ تم کھاؤ، اور خود نہ کھایا میں نے دل میں کہا، ایک نشانی تو پوری ہوئی۔

پھر میں واپس آ گیا اور کچھ چیزیں اور اکٹھی کر لیں اس دوران آپ مدینہ میں تشریف لے آئے اور میں وہ چیزیں لیکر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور درخواست کی۔ جناب میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور یہ ہدیہ ہے اور میں آپ کے اکرام کے طور پر لیکر حاضر ہوا ہوں، تو آپ نے اپنے صحابہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے تناول فرمایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، لو یہ دونشایاں پوری ہوئیں۔

پھر میں آپ کی طرف آیا اور آپ اس وقت اپنے کسی صحابی کے جنازے سے

واپس آ کر اپنے صحابہ کے درمیان بقیع الغرقہ میں فروکش تھے، میں نے آپ کو سلام کہا اور گھوم کر آپ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تاکہ اس مہر کو دیکھ سکوں جو میرے عموری بزرگ نے بتائی تھی۔ جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں کوئی علامت دیکھنا چاہتا ہوں تو آپ نے اپنی چادر مبارک پیٹھ سے ہٹا دی، تو میں نے (دو شانوں کے درمیان) مہر نبوت دیکھ کر اسے چوم لیا اور رونا شروع کر دیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ادھر میرے سامنے آ کر بیٹھو چنانچہ میں سامنے آ کر بیٹھ گیا اور آپ کو اپنی کہانی سنائی آپ نے اسے پسند کیا اور اپنے صحابہ کو بھی سنانا پسند کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حقوق کی شہادتیں

آپ کی نبوت کے دلائل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے انبیاء کی بشارتیں بھی ہیں انہوں نے بھی سرزمین حجاز (فاران) سے ظاہر ہونے والے قدوس اور طاہر نبی کی بشارت دی ہے اور تورات میں حجاز کو فاران کے نام سے ذکر کیا گیا ہے آئندہ سطور میں اس کی وضاحت بھی آرہی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب سفرِ تثنیہ میں مرقوم ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے قبل بنی اسرائیل سے فرمایا: رب طور سینا کی طرف سے آیا اور ان کے لیے سعیر سے روشن ہوا اور جبل فاران سے جگمگایا (تثنیہ ۲/۳۳)

اس پیش گوئی میں حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو خبر دی ہے کہ جس طرح سیناء کے جبل طور سے اس کی طرف اللہ کا پیغام آیا اس طرح وسطِ فلسطین میں جبل ساعیر سے نبوت طلوع ہوگی اور اس سے مراد حضرت عیسیٰ کی نبوت ہے اور پھر نبوت کا سورج جبل فاران سے طلوع ہوگا اور وہ ایک عظیم نبی کی نبوت سے جگمگائے گا۔

سیرت محمد بن اسحاق (۱/ ۶۵-۶۶) اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور بیہمی نے کہا ہے کہ اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں سوائے محمد بن اسحاق کے اور اس نے بھی سماع کی صراحت کی ہے اور البانی نے سلسلۃ الصحیحہ میں اسے حسن کہا ہے۔

حقوق نبی کے سفر نے فاران میں مبعوث نبی کی بشارت کو مزید پختہ کر دیا، اس نے فرمایا ہے: جبل فاران کے قدوس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانپ لیا اور اس کی تسبیح سے زمین بھر گئی (حقوق ۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ یہ کونسا پرہیت اور پاکیزہ بندہ ہے جو فاران سے نکلے گا اور زمین اس کی اور اس کے متبعین کی تسبیح کے ترانوں سے گونجے گی؟!

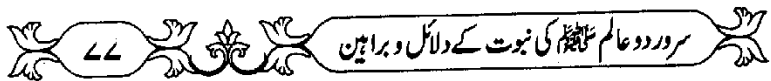
اگر اس پیش گوئی میں فاران کا لفظ موجود نہ ہوتا تو ہم اس سے مراد محمدؐ نہ لیتے لیکن چونکہ تورات اپنی زبان میں مکہ مکرمہ کو ہی فاران کہتی ہے اس لیے اس سے محمدؐ کے علاوہ اور کوئی شخص مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ سفر تکوین میں مرقوم ہے کہ اسماعیل علیہ السلام فاران کے جنگل میں پیدا ہوا اور وہاں ہی پرورش پائی حضرت اسماعیلؑ کے متعلق سفر کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ بچے کے ساتھ تھا سو وہ بڑا ہوا۔ اور فاران کے جنگل میں رہائش پذیر ہوا (سفر تکوین ۲۱/۲۱)

سو اس طرح پیش گوئی اپنی مکمل تروتازگی کے ساتھ آشکار ہو گئی۔ جس طرح فاران (حجاز) کے جنگل میں اسماعیل علیہ السلام نے زندگی بسر کی اس طرح جبل فاران (غار حراء) سے نبوت جگمگائے گی۔

سو بتائیے فاران سے مبعوث ہونے والا نبی کون ہے؟ وہ ہیں سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس طرح کی مزید بشارتیں بھی اہل کتاب کی الہامی کتابوں میں موجود ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ کی طرف منسوب سفر تکوین میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے، اپنے بولنے میں اچھائی اختیار کرو میں ان کے بھائیوں میں تیرے جیسا نبی کھڑا کروں گا، اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا اور میں جو کچھ اس کو وصیت کروں گا وہ



اسی سے ان سے کلام کرے گا، اور جو انسان اس کا وہ کلام نہ سنے گا جو وہ میرے نام سے بولے گا تو میں اس سے باز پرس کروں گا۔

اس نص سے آفتاب نیم روز کی طرح صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ اس عظیم نبی کے متعلق ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے گا اور یہ نص (عبارت) اس نبی کے اوصاف بتا رہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے نہیں ہوگا بلکہ ان کے چچاؤں کے بیٹوں سے ہوگا اور بنی اسرائیل کے چچے، عیسو بن اسحاق اور اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام کے بیٹے ہیں۔

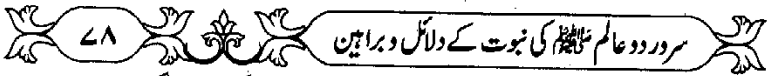
اور اس نبی موعود کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام جیسا ہوگا، اور بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ جیسا کوئی نبی پیدا نہیں ہوا چنانچہ سفر تکوین میں ہے اور بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ جیسا بعد میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا (تثنیہ ۱۰/۲۵) اس مبشر اور موعود نبی کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شفاہی (زبانی) وحی عطا فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی تمام وصیتوں کی حامل ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ان دشمنوں سے انتقام لے گا جو اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے۔ اور میں اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا اور وہ ان کو وہ تمام باتیں کہے گا جن کی میں اسے وصیت کروں گا۔ اور میرے نام سے جو میرا کلام انہیں کہے گا اس کلام کو نہ سننے والے انسان سے میں پوچھوں گا۔“

اس کلام میں حضرت موسیٰؑ جس نبی کی بشارت دے رہے ہیں وہ کون ہوا؟ وہ ہے اس کا بھائی محمد رسول اللہ ﷺ۔

حَجتی نبی کی شہادت

مزید برآں حَجتی نبی کی طرف منسوب سفر میں، وہ حضرت محمد النبی ﷺ کے نام کی صراحت بھی کرتا ہے وہ بنی اسرائیل سے کہتا ہے۔

’مت ڈرو کیونکہ رب الافواج نے اسی طرح کہا ہے۔ تھوڑے عرصے بعد یکبارگی ہوگا، میں آسمانوں اور زمین اور تری اور خشکی کو ہلادوں گا اور تمام امتوں کو نازل



کروں گا۔ اور تمام امتوں کا (پسندیدہ) آئے گا، سو میں اس گھر کو بزرگی سے بھر دوں گا، رب الافواج نے کہا ہے۔

اور اس سفر نے اللہ کے گھروں میں ایک جدید گھر کی عظمت بھی بیان کی ہے اس کے الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے ”اس آخری گھر کی بزرگی پہلے گھر کی بزرگی سے عظیم تر ہوگی (یعنی بیت المقدس سے) رب الافواج نے کہا ہے، اور اس جگہ میں سلامتی دی گئی ہے (جی ۶۲-۹)“

جب ہم تورات کی عبرانی عبارت دیکھتے ہیں اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔
فبانوا حمدات کول ها جو بیم، اس کا ترجمہ یہ ہے ”اور تمام امتوں کا پسندیدہ آئے گا۔“ اس میں حمدات کا ترجمہ پسندیدہ گیا ہے اور حمدات کا لفظ عبرانی میں ہے یہ عربی میں محمد ہی ہے اور کسی بھی اسم کو اسی طرح ذکر کرنا چاہیے تھا جس طرح وہ بولا گیا ہو کیونکہ اصول یہ ہے اسماء کو بعینہ ذکر کیا جاتا ہے، ان کا ترجمہ نہیں لکھا جاتا۔ لیکن عبرانی سے عربی میں ترجمہ کرنے والوں نے حمدات کا ترجمہ مشتہی سے کر دیا۔

بیت اللہ الاخیر یعنی مسجد حرام کے بارے میں سفر کا یہ قول کہ (اس جگہ میں سلامتی دی گئی) اس سے مراد سر زمین حرم ہے جہاں سلام یعنی سلامتی اور اسلام ہے کیونکہ سلام اور اسلام کا مادہ ایک ہی ہے اور سلام اور اسلام کا اطلاق دین اسلام پر کیا جاتا ہے جس طرح قرآن حکیم میں ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً سے مراد اسلام ہے اس طرح کی واضح شہادتوں اور روشن پیش گوئیوں نے انصاف پسند اہل کتاب کو حضرت نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور اس بات کے اعتراف کرنے کی طرف مائل کر دیا کہ سابقہ انبیاء کی کتابوں میں مرقوم مبشر اور موعود پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ہی ہے صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ

و سلم۔

یہودیوں کے ممتاز عالم عبد اللہ بن سلام کی شہادت

ان انصاف پسندوں میں یہودیوں کے ممتاز عالم حضرت عبد اللہ بن سلام بھی ہیں انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لانے کے موقع پر اسلام قبول کیا، فرماتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ہمراہ آپ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا، جب میں نے آپ کے چہرہ انور کو دیکھا تو یقین آ گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا اور آپ نے جو پہلی گفتگو فرمائی وہ یہ تھی کہ

((اَيُّهَا النَّاسُ اَفْسُو السَّلَامَ، وَاَطِعْمُو الطَّعَامَ، وَصَلُّوا
وَالنَّاسُ نِيَامَ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) ♦

”اے لوگو کثرت سے اسلام علیکم کہا کرو، بھوکوں کو کھانا کھلایا کرو جب لوگ رات کو سو رہے ہوں تم نوافل پڑھا کرو تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔“

امام سندھی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام کے یہ الفاظ (عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ) کہ میں نے پہچان لیا کہ اس کا چہرہ کذاب کے چہرے جیسا نہیں ہے کیونکہ آپ کے چہرے سے نور نبوت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور جب راتوں کو اٹھ کر اللہ کے سامنے آہ و زاری کرنے والے نمازی اور بزرگ اپنے چہروں سے ہی پہچانے جاتے ہیں تو ان کے سردار حضرت محمد رسول اللہ کیوں نہ پہچانے جاتے؟ ♦

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام، حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین باتوں کا جواب پوچھوں گا اور ان کا جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا (۱) قیامت کی پہلی

ترمذی ح (۲۳۸۵)۔ ابن ماجہ ح (۱۲۳۳)۔ احمد ح (۲۳۲۷۲) ♦

شرح سنن ابن ماجہ (۲/۲۳۱) ♦

علامت کیا ہوگی (۲) اہل جنت سب سے پہلے کیا کھائیں گے (۳) اولاد میں باپ کی مشابہت کس ذریعے سے آتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ مجھے جبرئیل نے ابھی ان باتوں کی خبر دی ہے (۱) قیامت کی پہلی علامت آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کر لے گی (۲) اہل جنت کو سب سے پہلے مچھلی کا بھنا ہوا جگر کھانے کو ملے گا (۳) جبکہ اولاد میں اس کے ماں باپ کی مشابہت اس ذریعے ہوتی ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے تو اگر اس کا پانی اس کی بیوی کے پانی پر سبقت لے جائے تو اس میں مشابہت شوہر کی ہوگی اور اگر بیوی کا پانی شوہر کے پانی پر سبقت لے جائے تو اس میں مشابہت بیوی کی ہوگی۔ اس نے کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا۔ اے اللہ کے رسول یہودی بڑے بہتان باز ہیں اگر انہیں آپؐ کے سوالات کرنے سے قبل میرے قبول اسلام کا پتہ چل گیا تو وہ آپؐ کے پاس مجھ پر بہتان لگائیں گے۔

چنانچہ جب یہودی آپؐ کے پاس آئے تو حضرت عبداللہ بن سلام ایک مکان کے اندر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا۔ عبداللہ بن سلام تمہارے مذہب کا کیسا انسان ہے؟

انہوں نے کہا۔ وہ ہمارا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا۔ اور ہم سب سے اچھا انسان ہے اور سب سے اچھے انسان کا بیٹا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ کیا خیال ہے تمہارا، اگر وہ اسلام قبول کر لے تو انہوں نے کہا۔ اللہ اسے ایسی بات سے محفوظ رکھے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام باہر آ گئے اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وہ فوراً بولے۔ یہ ہم میں بدترین انسان ہے اور بدترین انسان کا بیٹا ہے اور اسے برا کہنے لگے۔ سو حضرت

عبداللہ بن سلام جو کہ گذشتہ الہامی کتابوں کا عالم ہے، کا اسلام قبول کرنا، حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت صادقہ پر شہادت عدل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا، قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ (الرعد: ۴۳)

”اور کافر لوگ کہتے ہیں، تو پیغمبر نہیں ہے، کہہ دیجیے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔“

اہل کتاب کی شہادتوں میں سے ایک اور شہادت بھی حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت پر شاہد عدل ہے چنانچہ مسند امام احمد میں سلمۃ بن سلامہ بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے قبیلے بنی اشہل کے پڑوس میں ایک یہودی رہا کرتا تھا، حضرت نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے ایک دن وہ بنی اشہل کی مجلس میں آیا، ان دنوں میں حضرت سلمہ بن سلامہ نوخیزی میں قدم رکھ چکے تھے وہ آ کر ان کے سروں پر کھڑا ہو گیا اور اس نے حشر و نشر اور حساب و کتاب اور جنت اور دوزخ کا بیان شروع کر دیا اور کہا یہ لوگ مشرک اور بت پرست ہیں یہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ مرنے کے بعد جی اٹھنا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے اے فلاں تجھ پر افسوس تیرا خیال ہے کہ لوگ مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے اور ایسے گھر میں بھیجے جائیں گے جس میں باغات اور آگ ہوگی اور وہ وہاں اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے؟

اس نے کہا۔ ہاں، اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔

اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان شہروں کی طرف سے ایک نبی مبعوث ہوگا۔ انہوں نے کہا۔ کب؟ اس نے حضرت سلمۃ کی طرف دیکھا اور وہ اس وقت نوخیز جوان تھے، اور کہا اگر یہ نو جوان بڑھا پے تک زندہ رہا تو اسے پالے گا۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ ابھی دن اور رات نہ گزرے تھے کہ اللہ نے اپنے

رسول کو مبعوث فرما دیا اور وہ یہودی ابھی تک ہمارے درمیان زندہ تھا، سو ہم تو آپ پر ایمان لے آئے اور اس نے کفر اور عناد کی وجہ سے انکار کر دیا۔

ہم نے اس سے کہا۔ اے فلاں افسوس ہے تجھ پر کیا تو وہی نہیں ہے جس نے ہمیں اس کے بارے میں بتایا تھا اس نے کہا: ہاں، لیکن یہ وہ نہیں ہے۔

اس طرح اس نے حق کو پہچان لیا لیکن پھر بھی انکار کر دیا حالانکہ وہ آپ کی بشارت دے چکا تھا۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۸۹)

”اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آگئی جو تصدیق کرنے والی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس ہے اور وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔ سو جب آیا ان کے پاس جسے وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔“

چنانچہ انہوں نے اس نبی کا انکار کر دیا جس کا وہ انتظار کر رہے تھے اور وہ اسے ایسے پہچانتے تھے جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ صدق اللہ العظیم

﴿الَّذِينَ آتَيْنَا هُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ لَآيُؤْمِنُونَ﴾

”وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جن لوگوں نے خسارے کا سودا کیا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“

مزید برآں یہود یثرب اپنے پڑوس میں رہنے والے اوس اور خزرج قبائل کو ایک عظیم نبی کی آمد کی دھمکی دیتے تھے اور اس کے نام سے یثرب والوں کو خوفزدہ کر کے ان پر سرداری کرتے تھے۔

چنانچہ امام المغازی محمد بن اسحاق اپنی سیرت میں چند انصاروں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ (اللہ کی رحمت اور ہدایت کے بعد) جس چیز نے ہمیں اسلام کی دعوت دی وہ یہ تھی کہ ہم لوگ مشرک اور بت پرست تھے اور اہل کتاب کے پاس ایسا علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا اور ہمارے اور ان کے درمیان شر و فساد برپا رہتا تھا، جب ہم انہیں ناپسند صورت حال سے دوچار کرتے تو وہ ہمیں یہ کہتے کہ ایک موعود نبی کے مبعوث ہونے کا وقت قریب ہے ہم اس کے ساتھ مل کر تمہیں یوں نیست و نابود کر دیں گے جیسے عاد اور ارم نابود ہوئے اور ہم یہ بات ان سے اکثر سنتے رہتے تھے۔

جب اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا تو جب اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تو ہم نے اسے قبول کر لیا اور ہم نے پہچان لیا کہ اسی کے نام کی ہمیں دھکیاں دی جاتی تھیں چنانچہ ہم نے ایمان قبول کرنے میں جلدی کی اور وہ آپ کے منکر ہو گئے سو یہ آیت ہمارے اور ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۸۹)

قتادہ کہتے ہیں کہ یہود، حضرت محمد ﷺ کے نام پر کفار عرب پر فتح طلب کرتے تھے۔ جب اللہ نے حضرت محمد کو بھیجا اور انہیں معلوم ہوا کہ وہ تو بنی اسماعیل سے ہے تو انہوں نے کفر کیا حالانکہ وہ آپ کو جانتے تھے اور اپنے ہاں تورات میں ان کے بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔

مستجاب الدعوات یہودی بزرگ کی شہادت

حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کی شہادت ایک اور یہودی عالم نے دی تھی اس کا نام تھا ابن الہبیان جب اسے پتہ چلا کہ اس کی ہجرت گاہ یثرب ہے تو وہ ملک شام سے یثرب چلا آیا اور پھر وہ زندگی بھر آپ کی بعثت اور ہجرت کا منتظر رہا۔

امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار اپنی سیرت میں بنو قریظہ کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں ملک شام سے ایک یہودی عالم آیا۔ اسے ابن الہبیان کہا جاتا تھا وہ ہمارے ہاں رہا، اللہ کی قسم ہم نے کسی کو اس سے اچھی نماز پڑھتے نہ دیکھا وہ بعثت نبوی سے دو سال قبل ہمارے پاس آیا، جب ہمیں قحط کا سامنا کرنا پڑتا اور ہم خشک سالی سے دو چار ہوتے تو اسے کہتے۔ اے ابن الہبیان باہر نکلو اور ہمارے لیے بارش طلب کرو۔ وہ جواب دیتا۔ اللہ کی قسم جب تک تم اپنے گھروں نکلنے سے قبل صدقہ ادا نہ کرو گے، میں دعا نہیں مانگوں گا۔

ہم اس سے دریافت کرتے کہ کتنا صدقہ ادا کریں؟ وہ کہتا ایک صاع کھجوریں یا دو صاع جو، چنانچہ ہم صدقہ ادا کرتے پھر وہ ہمارے حرۃ کے میدان میں نکل آتا اور ہم بھی اس کے ساتھ استسقاء کے لیے نکلتے، اللہ کی قسم وہ اپنی جگہ پر کھڑا بھی نہ ہوتا تھا کہ بارش برسنے شروع ہو جاتی اور پانی گھاٹیوں میں بہنا شروع ہو جاتا اور ایسا ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ ہوا۔

اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ہم اس کی طرف اکٹھے ہو کر گئے تو اس نے کہا۔ اے گروہ یہود تمہیں کوئی پتہ ہے کہ مجھے کونسی چیز شراب اور خمیر والی سرزمین (شام) سے بھوک اور بد حالی والی سرزمین (یثرب) کی طرف لے آئی؟

انہوں نے کہا۔ اس بات کو تو تم ہی زیادہ جانتے ہو اس نے کہا، میں تو اس امید پر ادھر آیا ہوں کہ یہاں ایک نبی مبعوث ہونے کی توقع ہے اور اس کی آمد کا زمانہ سر پر ہے اور یہ شہر اس کی ہجرت گاہ ہے لہذا تم بھی اس کی پیروی کرنا اور دیکھنا کہ اس کے

ظہور کے وقت کہیں دوسرے لوگ اس پر ایمان لانے میں سبقت نہ لے جائیں۔ اے گروہ یہود، وہ (منکرین حق کا) خون بہانے اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنانے اور ان کے بچوں کو غلام بنانے کے پروگرام کے ساتھ مبعوث ہو گا لہذا تمہیں کوئی چیز اس پر ایمان لانے سے نہ روکے اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب فتح بنو قریظہ والی رات آئی تو ان کے قلعے سے تین آدمی نکلے اور ان سے کہا۔ اے گروہ یہود اللہ کی قسم یہ وہی ہے جس کا تذکرہ تم سے ابن الہییمان نے کیا تھا، وہ کہنے لگے نہیں یہ وہ نہیں ہے۔

انہوں نے کہا۔ واللہ یہ اس کی صفت ہی ہے اور یہ وہی ہے۔ پھر وہ نیچے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ ♦

مذکورہ بالا دلائل سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ اہل کتاب کے بادشاہ اور علماء اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اُن کے ہاں مقدس کتابیں صراحت کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ کا نام اور اس کے دین اور اس کے عظیم گھر کا ذکر کرتی ہیں اس لیے وہ آپ پر صدق دل سے ایمان لائے اور جو ایمان نہ لاسکے انہوں نے آپ کی دعوت کا خیر مقدم کیا اور آپ کی خدمت میں ہدیے بھیجے اور آپ کے دعوت ناموں کو ہاتھی دانت کی ڈبیوں میں رکھ کر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا اور پھر جو چیز حبشی نبی کے سفر میں بیان ہوئی ہے کہ اس کے گھر (مکہ) کی بزرگی اور قدر و منزلت حضرت اسحاق کے تعمیر کردہ گھر (بیت المقدس) سے عظیم تر ہوگی اگر کوئی اس کا نظارہ کرنا چاہے تو مکہ والے گھر کے زائرین کی تعداد سے کر لے جو دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہ خبر بھی آپ کی نبوت کی روشن دلیل ہے۔

اللہ رب العزۃ نے گذشتہ انبیاء کی کتابوں میں آپ کے متعلق بشارتوں کو تاکیداً بیان کرتے ہوئے کتنی سچی بات کہی اور اس میں مومنوں کو فلاح کی بشارت بھی دی۔

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ

فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَإِذَيْنِ آ مَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُوتِيَكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

”وہ لوگ جو اس نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال ٹھہراتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے اور ان کے (سروں سے) بوجھ اور ان کے (گلوں سے) طوق اتارتا ہے سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم و تکریم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور (قرآن) کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“



باب سوم

حضرت رسول کریم ﷺ کا تابندہ اور پائندہ معجزہ

تمہید

آپ ﷺ کی نبوت کا عظیم الشان ثبوت، قرآن کریم جیسی لامتناہی کتاب ہے جس نے اولین اور آخرین کو اپنی نظیر پیش کرنے سے عاجز کر دیا ہے حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَأَنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْ وَحِيًّا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ♦

”انبیاء علیہ السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جسے اتنے کچھ معجزات نہ دیئے گئے ہوں۔ جو عالم بشریت کو ان پر ایمان لانے کے لیے کافی تھے البتہ مجھے ایک خاص معجزہ عطا ہوا ہے اور وہ ہے وحی، جو اللہ نے مجھ پر نازل کی اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ میں قیامت کے دن تمام انبیائے کرام سے زیادہ امتیوں والا ہوں گا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (أَنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْ وَحِيًّا) کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”میرا وہ معجزہ جس سے میں نے منکرین کو چیلنج کیا ہے وہ وحی ہے جو مجھ پر

”نازل کی گئی ہے یعنی قرآن۔“

بعد ازاں انہوں نے اس طرف توجہ مبذول کی کہ اس حدیث سے مراد یہ نہیں کہ آپ کے معجزات قرآن میں محصور ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے معجزات میں سے قرآن ایسا عظیم معجزہ ہے جو صرف آپ سے مختص ہے دیگر انبیاء اس میں شریک نہیں ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کا معجزہ اس کی وفات کے ساتھ ہی منقطع اور معدوم ہو گیا جبکہ یہ قرآن ابد الابد تک باقی رہنے والی حجت اور دلیل ہے اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے اور نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہوگا اور نہ ہی علماء اس سے سیر ہوں گے یہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن کتاب ہے کوئی ٹھٹھا مذاق نہیں جس کسی حکمران نے اسے ترک کیا اسے اللہ نے ذلیل کر دیا اور جس نے اسے چھوڑ کر راہ ہدایت تلاش کی اسے اللہ نے ذلیل کر دیا۔

امام ابن کثیر کا یہ بیان مشہور ضرب الثل ”جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے“ کا آئینہ دار ہے کیونکہ صحراؤں اور دریاؤں، شہروں اور بستیوں، پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں، سمندری جزیروں اور بحری جہازوں میں جس قدر اس کتاب کی تلاوت ہو رہی ہے اتنی کسی اور کتاب کی تلاوت نہیں ہو رہی۔ رمضان المبارک میں کروڑوں مسلمان اپنی اپنی مساجد میں اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک امریکن نو مسلم سکالر تین سو مرتبہ قرآن پڑھ کر سیر نہ ہوا اور اب چوتھے سینکڑے کو شروع کیے ہوئے ہے اس کا بیان ہے مجھے ہر دفعہ کوئی نہ کوئی نیا نکتہ سمجھ آتا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ انبیائے کرام کے معجزات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ایسی پائیدار کتاب ہے جو ہمیشہ سرسبز و شاداب اور

سدا بہار ہے اس میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ابھی نازل ہوا ہو، اور وہ ہے قرآن عظیم۔ اس قرآن نے جو بھی خبر دی ہے وہ اپنے وقت پر بعینہ اسی طرح رونما ہوئی جیسے اس نے بتائی تھی۔
یہی وہ عظیم معجزہ ہے جس کے ساتھ اللہ نے گزشتہ اور آئندہ آنے والے لوگوں کو چیلنج کیا اور جب انہوں نے گمان کیا کہ یہ محمد ﷺ کا کلام ہے تو اللہ نے ان کو ایسا کلام بنا کر لانے کی دعوت دی۔ قرآن میں ہے۔

﴿أَمْ يَقُولُونَ نَقُولُ لَكَ بَلْ لَا يُولُومُونَ ۝ فَلْيَا تُوَابِحِدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا

اصَادِقِينَ ۝﴾ (الطور)

”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ (قرآن) از خود گھڑ لیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے سوا اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام بنا کر پیش تو کریں۔“
جب مشرکین اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے تو قرآن نے انہیں چیلنج کر دیا کہ وہ اس طرح کی دس سورتیں از خود گھڑ کر لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔
﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مِثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَاذْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (ہود: ۱۳)
”کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے (جواب میں) فرما دیجیے کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالو اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلاؤ۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے قرآن کا اعجاز بیان کیا ہے کہ کوئی فرد بشر اس جیسا کلام پیش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس جیسی دس سورتیں پیش کر سکتا ہے بلکہ ایک سورت بھی پیش نہیں کر سکتا کیونکہ رب تعالیٰ کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں اس کی ازلی صفات غنی صفات کے مشابہ نہیں ہو سکتیں

اور نہ ہی اس کی ذات کے مشابہ کوئی چیز ہو سکتی ہے۔

چنانچہ جب وہ دس سورتیں لانے سے عاجز آ گئے تو قرآن نے انہیں کوئی ایک سورت لانے کا چیلنج دے دیا (قرآن میں ہے)

﴿وَأَن كُنْتُمْ لِي رِيبٌ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ
وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (بقرہ: ۲۳)

”اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمایا ہے تو اس جیسی تم بھی کوئی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے معبودوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو تو۔“ (سورۃ بقرہ-۲۳)

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی سچائی پر دلیل اور اس کی نبوت کے برحق ہونے کی برہان، اور جو کچھ وہ میری طرف سے تمہارے پاس لایا ہے اس کے حق ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ تم اور تمہارے اعوان و انصار سب کے سب اس کی پیش کردہ سورتوں جیسی سورت پیش کرنے سے عاجز ہو، اور جب تم فصاحت و بلاغت میں کمال رکھنے کے باوجود اس سے عاجز ہو تو جان لو کہ تمہارے علاوہ بھی جتنے لوگ ہیں وہ اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں۔

اور قرآن کا چیلنج اس وقت نقطہ عروج پر پہنچتا ہے جب وہ خبر دیتا ہے کہ قرآن جیسا اسلوب بیان اور اس کی سورتوں جیسی کوئی سورت لانے کے سلسلے میں مشرکین کا عجز دائمی ہے جس میں انقطاع نہیں آ سکتا قرآن کہتا ہے :

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا﴾ (البقرہ: ۲۳)

”اگر تم نہیں کر سکتے تو آئندہ کر بھی نہ سکو گے۔“

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ وَلَكِنْ تَفْعَلُوا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ ان کی ہمتوں کو برا ٹکینہ کرنے اور ان کے نفوس کو جھنجھوڑنے کے لیے فرمایا تاکہ ان کی عاجزی بھی

انوکھی ہو۔ اور یہ غیب کی پیش گوئی ہے جس کے وقوع ہونے سے قبل ہی قرآن نے اطلاع کر دی ہے۔ ♦

معارضین قرآن کی بے بسی

اور جب مسلمہ (کذاب) نے قرآن کا معارضہ کرنے کی جسارت کی تو اللہ نے اسے رسوا کر دیا اور اس کا کلام اہل عقل کے ہاں مضحکہ بن گیا اور بُلْغَاء نے اسے فضول قرار دیکر اس سے اعراض کر لیا۔ اس نے کہا تھا

﴿يَا صِفْدَعُ، نَقَى كَمَا تَنْقَيْنَ، لَا الْمَاءُ تُكَدِّرِينَ وَلَا الشَّرَابُ تَمْنَعِينَ﴾

”اے مینڈکی جس طرح تو ٹرایا کرتی ہے ٹراتی رہ نہ تو، تو پانی گدلا کرتی ہے اور نہ پینے سے روکتی ہے۔“

اسی طرح وہ قرآن کا معارضہ (مقابلہ) کرتے ہوئے کہتا ہے۔

﴿الْمُ تَرَكِّفَ لَعَلَّ رَبُّكَ بِالْجُبْلِ، أَخْرَجَ مِنْ بَطْنِهَا نَسْمَةً تَسْعَى، مِنْ بَيْنِ شَرَّاشِيفٍ وَحَشَى﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے حاملہ عورت کے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس کے پیٹ سے چلتی پھرتی جاندار مخلوق نکالی پسلیوں اور انتڑیوں کے درمیان سے۔“

قریش کا فیصح وبلغ شخص نصر بن حارث قرآن کے مقابلے میں کلام پیش کرتے ہوئے کہتا ہے اور کتنا مضحکہ خیز کلام پیش کرتا ہے:

﴿وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا، وَالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا، وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا، وَالْعَاجِنَاتِ عَجْنًا، وَالْخَابِزَاتِ خُبْزًا﴾

”قسم ہے کاشتکاری کرنیوالوں کی کاشتکاری کی، اور اسے خوب طرح سے

کاٹنے والوں کی اور اچھی طرح پیسنے والوں کی اور اسے عمدہ طریقے سے گوندھنے والوں کی اور اس سے بہترین روٹیاں پکانے والوں کی۔“ ◆

مشہور ادیب ابن مقفع نے ہر اعتبار سے قرآن کا معارضہ پیش کرنے کی جہارت کی لیکن ناکام اور نامراد رہا اور بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں، اس قرآن کا معارضہ پیش نہیں کیا جاسکتا اور دراصل یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ مافوق الفطرت ہستی کا کلام ہے۔

اس طرح ہسپانیہ (سابقہ اُندلس) کے بلیغ البیان اور فصیح اللسان شخص یحییٰ الغزال نے بھی زور آزمائی کی اور منہ کی کھا کر ہار مان گیا۔ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمَ ﴿قُلْ لِّنِّیْ جُمُعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنِّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا یَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ (الاسراء: ۸۸)

”کہہ دیجیے اگر انسان اور جن اس قرآن جیسا کلام پیش کرنے کیلئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس (قرآن) جیسا کلام نہیں پیش کر سکتے اگرچہ وہ باہم ایک دوسرے کے معاون و مددگار کیوں نہ بن جائیں۔“

امام ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مٹی سے پیدا ہونے والی مخلوق، ربُّ الارباب کے کلام جیسا کلام کس طرح پیش کر سکتی ہے؟ یہ تو ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے بس کی بات ہے اور جس کسی انسان کو ادنیٰ سا ذوقِ ادب ہو اور وہ نظم و نثر کی اصناف سے ذرا سی بھی آگاہی رکھتا ہو تو جب وہ قرآن عظیم کا دیگر بلغاء کے کلام سے موازنہ کرے گا تو اسے عظیم ترین فرق معلوم ہوگا۔ ◆

(اِنَّ الثَّرِیَّا وَ اَیْنَ الثَّرِیْ)

”کہاں جگمگاتے ستاروں کا جھرمٹ اور کہاں تہہ کی مٹی۔“

ابراہیم خلیل کی کتاب لِمَاذَا اَسْلَمَ صَدِیْقِی (ص-۵-۵۳)

تفسیر کلام الرحمن (ص-۲۵-۲۶)

سردار قریش ولید بن مغیرہ مخزومی کا اعتراف حق

قرآن کے دشمن بھی قرآن کی عظمت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے اور اس کی محکم آیات سنتے ہی ان کی گردنیں خم ہو گئیں۔ یہ ولید بن مغیرہ مخزومی ہے جو سید القریش کہلاتا ہے جب وہ حضرت نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

سنتا ہے تو اپنا مشہور جملہ کہہ بیٹھتا ہے۔

﴿وَاللَّهِ إِنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِي يَقُولُ لِحَلَاوَةٍ وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَإِنَّهُ لَمُشِيرٌ أَعْلَاهُ مُعَدِّقٌ أَسْفَلُهُ، وَإِنَّهُ لَكَيْلُوٌ وَمَا يُعْلَاوُ وَإِنَّهُ لَكَيْحُطٌ مَا تَحْتَهُ﴾ ♦

”اللہ کی قسم اس کی یہ بات جو یہ کہہ رہا ہے کتنی شیریں ہے اس کے کلام پر (خالص دودھ پر تیرنے والے مکن کی سی) طراوت ہے اور اس کا اوپر والا حصہ پھلدار ہے اور نیچے والا حصہ زرخیزی سے لبریز ہے اور یہ بلند تر ہوتا جائیگا اور اس سے بلند کوئی کلام نہ ہوگا اور یہ اپنے مقابل کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔“

سربراہ قریش عتبہ بن ربیعہ پوری قوم کا نمائندہ بن کر حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آتا ہے آپ اُسے سورہ فُصِّلَتْ کی ابتدائی آیات سناتے ہیں، وہ قریش مکہ کی طرف واپس چلا جاتا ہے اور انہیں کہتا ہے۔ اللہ کی قسم میں نے محمد کی زبان سے ایسا کلام سنا ہے جس جیسا کلام میں نے کبھی نہیں سنا، اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے اور نہ سحر ہے اور نہ پر فریب کلام ہے، اے گردہ قریش میری مانو اور اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دو، اس آدمی کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اللہ کی قسم میں نے اُس کی زبان سے جو کلام سنا ہے لازماً اس کا کوئی اہم رزلت نکلے گا۔ ♦

♦ مستدرک حاکم (۵۵۰/۲) بیہقی دلائل النبوة وافقه الذہبی علی تصیحه (۱۹۸/۲)

♦ بیہقی دلائل النبوة (۲/۲۰۳-۲۰۵)

دور جدید کے غیر جانبدار مستشرقین سکالرز ♦ نے بھی قرآن کی عظمت کی شہادت دی ہے اور ان کے ریمارکس قرآن کی حقانیت کے بارے میں مزید حیرت و استعجاب کی وجہ سے تاریخ کا حصہ بن گئے ان میں سے ایک قول مشہور مستشرق سکالر Von Hammer کا ہے وہ اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔

قرآن کریم، دین اسلام کا محض آئین ہی نہیں بلکہ وہ عربی اسلوب بیان کا نقطہ عروج بھی ہے اور قرآن کا حیران کن اسلوب بیان اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ اللہ کی وحی ہے اور حضرت محمدؐ نے معجزانہ طرز خطاب سے اس کی بادشاہت کو پھیلایا ہے۔ قرآن کے کلمات (آیات) کو کسی فرد بشر کے فطری ملکہ گویائی کا ثمرہ قرار دینا ممکن نہیں۔ ♦

www.KitaboSunnat.com

جرمن ڈاکٹر Pliup hitti اپنی کتاب (اسلام، دستور زندگی) میں لکھتا ہے قرآنی اسلوب بیان، دیگر اسالیب بیان سے مختلف ہے اور یہ دیگر اسالیب بیان سے موازنہ قبول نہیں کرتا اور اس کے اسلوب بیان کی تقلید (نقل) کرنا ممکن نہیں ہے اور اس کی بنیادی وجہ قرآن کا اعجاز ہے۔ قرآن کریم تمام معجزات میں سے عظیم معجزہ ہے۔

مشہور مستشرق (Georg Henna) اپنی کتاب، قصۃ الانسان، میں لکھتا ہے۔ جب مسلمان اس بات کو معتبر سمجھتے ہیں کہ قرآن کی صحت اس وجہ سے حتمی ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے اور اس میں خطا کا احتمال نہیں ہے تو اس بات کا مسیحیوں کو بھی اعتراف ہے قطع نظر اس بات کے کہ یہ منزل من اللہ ہے یا انسانی طبع کا شہکار ہے۔ اس لیے جب انہیں عربی الفاظ کے لغوی معنوں میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ استشہاد کے لیے قرآن کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔

♦ مستشرقین سکالرز سے مراد ایسے یورپین ریسرچ سکالرز ہیں جنہیں یورپی حکومتوں نے مشرقی علوم پڑھائے تھے تاکہ وہ اسلام میں تھلیک پیدا کر سکیں۔ لیکن اللہ کی شان دیکھتے ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے۔

♦ جرمن مسلمان کی ڈائری از ڈاکٹر مراد ہوشمان۔ (ص ۱۲۲)

مشہور فرانسیسی فلسفی Henry serveia اپنی کتاب (فلسفہ الفکر الاسلامی) میں لکھتا ہے۔

قرآن، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند اسلوب بیان کا نقطہ عروج ہے، کسی بشر کا اسلوب بیان، اس کے مقابلے میں پرکاش کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

مستشرق (Blasher) نے قرآن پر اعتراضات کرنے میں پوری توانائی صرف کردی اور اس کی عداوت میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن حقیقت غالب آگئی اور اسے کہنا پڑا کہ نہ صرف یہ کہ قرآن اپنے مضامین اور تعلیمات کے سبب معجز ہے بلکہ ممکن ہے وہ ہر طرح کی خوبیوں سے بالامال ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ادبی تحفہ بھی ہو اور ایسا تحفہ جو عالم انسانیت کے ہاں عظیم اور پسندیدہ تحائف پر فوقیت رکھتا ہو۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور عمدہ اسالیب بیان نے مستشرق ادیب گوئے کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور اس نے اپنے شعری مجموعے (مغربی شاعر کے مشرقی دیوان) میں قرآن کے حق میں یہ شہادت رقم کر دی کہ۔ قرآن، بشر کا کلام نہیں، اگر ہم اسے اللہ کا کلام نہ مانیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت محمدؐ، خدا ہے (جبکہ بدیہی بات ہے کہ حضرت محمدؐ، خدا نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا پیغمبر ہے اور اس پر نازل ہونے والا کلام، پیغمبر کا کلام نہیں بلکہ پیغمبر کے خدا کا کلام ہے)

مستشرقین میں سے ایک صاحب، عربوں کی معاشرتی اور اخلاقی اقدار میں عظیم انقلاب برپا کرنے والی کتاب کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ اس کتاب (قرآن کریم) نے اسلام میں داخل ہونے والے عربوں اور غیر عربوں کو کتنی سرعت سے متمدن اور مہذب قوم بنا دیا حالانکہ وہ صدیوں سے غیر متمدن اور غیر مہذب چلے آ رہے تھے فرانسیسی مفکر (Marseil Poizer) اپنی کتاب (انسانیت الاسلام) میں لکھتا ہے کہ قرآن نے جاہلی دور کے عربوں کے اخلاق سنوارنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انہیں ایسا پائیدار مکمل آئین دیا ہے۔ جو ہر دور کے بشری حقائق اور معاشرتی ضروریات

کے مطابق ہے۔

(Viudurant) اپنی کتاب قصۃ المعصاة میں قرآن کے کردار پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ مسلمانوں کے اخلاقی اور ثقافتی معیار کو بلند کرنے میں قرآن کا بہت بڑا کردار ہے۔ اس قرآن نے ان میں معاشرتی نظام اور معاشرتی وحدت کے اصول قائم کیے اور انہیں صحیح اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی اور اس نے ذلیل و خوار طبقے میں عزت اور بزرگی کی روح پھونک دی اور انہیں آزادی کی قدروقیمت سے آگاہ و کردیا اور مسلمانوں کے درمیان اعتدال کا راستہ اور خواہشات نفسانی سے بعد کا ایسا داعیہ پیدا کر دیا جس کی مثال سفید فام انسان کے مسکن (یعنی براعظم یورپ) میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔

اٹلی کی مشہور مستشرقہ (Lora vecchia vaglieri) اپنی کتاب، دفاع عن الاسلام، میں لکھتی ہے۔ اسلام کا تیزی سے پھیل جانا نہ تو (مادی) قوت کا کرشمہ ہے اور نہ داعیان اسلام کی لگاتار کوششوں کا نتیجہ ہے بلکہ اس کے پھیلاؤ کا واحد سبب وہ کتاب ہے جو مسلمانوں نے مغلوب اقوام کے سامنے پیش کی ہے۔ یعنی کتاب اللہ جو کلمہ حق ہے۔ یہ کتاب ایک عظیم معجزہ ہے جو محمدؐ نے اس زمین کے پسماندہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

نہ صرف یہ کہ قرآن کریم ادبی، روحانی، دستوری اور تاریخی اعتبار سے معجزہ ہے بلکہ یہ سائنسی اعتبار سے بھی معجزہ ہے اور اس کے اس وصف نے سائنسدانوں کو بھی ششدر اور حیران کر دیا ہے اور انہوں نے جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے جن چیزوں کا انکشاف صدیوں بعد کیا ہے وہ قرآن نے صدیوں پہلے، ٹیکنالوجی کی مدد کے بغیر ہی بیان کر دی تھیں اور انہوں نے قرآن کریم کے حق میں اپنی منصفانہ شہادتیں قلم بند کر دی ہیں۔ چنانچہ ہم ان شہادتوں کی ابتدا جاپانی پروفیسر (Voshyodekozen) سے کرتے ہیں جو ٹوکیو کی رصد گاہ (فضائی موسمی حالات کی تحقیق کرنیوالا ادارہ) کا

انچارج رہا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ قرآن، کائنات میں موجود چیزوں کے اعلیٰ نقطہ پر بحث کرتا ہے اور کائنات کی ہر چیز قرآن پر آشکار ہے۔ اور قرآن نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ کائنات کی ہر چیز کو دیکھتا ہے (تو یہ حق اور سچ ہے) یہاں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس پر مخفی ہو جامعۃ الملک عبدالغریز جدہ (سعودی عرب) کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس برائے سمندری امور میں جرمن پروفیسر (Selroder)، جو کہ سمندری امور کا مشہور سکالر ہے۔ نے اعتراف کیا کہ قرآن کریم میں صدیوں قبل جن موجودات پر بحث کی گئی (اور اس وقت کے لوگ ان کے وجود سے لاعلم تھے) آج کے سائنسدان ان کے حقیقی وجود کا انکشاف کر رہے ہیں، میں اس کانفرنس میں شریک سائنسدانوں سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ کم از کم اس سچی شہادت کو تمام دنیا کے سائنسدانوں تک پہنچادیں۔

شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کا جیالوجسٹ پروفیسر (Eerja passad pow) سمندر کے اندھیروں اور اس کی داخلی لہروں کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تفصیلات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ اس بات کو تسلیم کرنا کہ چودہ صدیاں قبل اس طرح کی (بحری) معلومات موجود تھیں، نہایت مشکل ہے البتہ بعض معلومات سطحی قسم کے نظریے پر ضرور مشتمل ہو سکتی ہیں لیکن سمندر کی داخلی حالتوں اور کیفیات کو اس دور میں اتنی نازک اور باریک تفصیلات سے جاننا بہت مشکل تھا لہذا یہ یقینی بات ہے کہ یہ سادہ سے بشری علم کا کمال نہیں، کیونکہ عام انسان ان ظواہر کی اس قدر تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ انسان کی قدرت سے ماورائی خارق عادت قوت کا کمال ہے اور یہ معلومات، خارق عادت منبع کی طرف سے آئی ہیں (یعنی اس ذات کی طرف سے جو تکوینی اور طبیعی دستور کے برخلاف کسی کام کو گزرنے پر قادر ہے)

۱۹۸۶ء میں سائنسی اعجاز کے متعلق قاہرہ میں منعقدہ کانفرنس میں امریکی پروفیسر (Viumar) نے اپنے مقالے کا اختتام ان الفاظ پر کیا۔ میں نہیں جانتا کہ محمد ﷺ کے

زمانے میں لوگوں کا ثقافتی معیار کیا تھا اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ علمی اعتبار سے کس سطح کے لوگ تھے لیکن جیسا کہ ہم پہلے لوگوں کے احوال سے آگاہ ہیں اور اس دور کے نچلے درجہ کے علمی معیار کو جانتے ہیں، ان کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ اس طرح کی سائنسی معلومات رکھتے ہوں یہ ناممکنات میں سے ہے۔ لہذا یہ علم جواب ہم قرآن میں پڑھ رہے ہیں یہ اللہ کا نور ہے جو محمد ﷺ کی طرف دئی گیا تھا۔

صدق اللہ العظیم

﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِ نَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ
وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ
لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (شوری)

ایک مرتبہ علامہ عنایت اللہ مشرقی مرحوم کی کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینس سے یونیورسٹی کے باہر ملاقات ہوئی جو بارش میں چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ علامہ کہتے ہیں ”میں نے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ سلام کیا تو وہ متوجہ ہوئے۔ اور کہنے لگے ”تم کیا چاہتے ہو؟“ میں نے کہا: دو باتیں، اول یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتا بغل میں داب رکھا ہے۔ سر جیمز مسکرائے اور چھاتا تان لیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گر جا میں عبادت کے لیے جا رہا ہے، یہ کیا؟ میرے اس سوال پر پروفیسر لمحہ بھر کے لیے رک گئے۔ پھر کہا ”آج شام کو چائے میرے ساتھ پیو۔“ علامہ بروقت پہنچ گئے۔ چائے میز پر لگی ہوئی تھی۔ پروفیسر صاحب نے اجرام آسمانی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام، بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں، ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی کشش اور طوفان ہائے نور پر وہ ایمان افروز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی داستان کبریائی و جبروت پر دہلنے لگا۔ ان کے بال کھڑے، آنکھوں سے حیرت و خشیت کی دو گونہ کیفیتیں عیاں

◆ دیکھئے کتاب۔ اللہ الحق (ص ۴۹، ۵۱)

تھیں۔ اللہ کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے: ”عنایت اللہ خاں! جب میں خدا کی تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے۔ اور جب کلیسا میں خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں ”تو بہت بڑا ہے“ تو میری ہستی کا ہر ذرہ میرا ہمنوا بن جاتا ہے۔ مجھے بے حد سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا کیف ملتا ہے۔ کہو، عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں گرجے کیوں جاتا ہوں؟ علامہ مشرقی نے کہا: جناب والا! آپ کی روح افزا تفصیلات سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ قرآن مجید کی دو آیات یاد آ گئی ہیں۔ اگر اجازت ہو تو پیش کروں۔

فرمایا ”ضرور، چنانچہ میں نے سورہ فاطر ۳۵ کی آیت نمبر ۲۷، ۲۸ پڑھ کر سنائیں:

﴿الَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا
أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَ حُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيبُ
سُودٌ ۝ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَابِّ وَ الْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝﴾

اور ان کا ترجمہ بھی پیش کیا۔ ترجمہ سنتے ہی پروفیسر جمیز بولے: ”کیا کہا! اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں؟ حیرت انگیز، بہت عجیب۔ یہ بات جو مجھے پچاس برس کے مسلسل مطالعہ و مشاہدہ سے معلوم ہوئی۔ محمد کو کس نے بتائی؟ (ﷺ) کیا قرآن میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد امی (ناخواندہ) تھے (ﷺ) انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہیں ہو سکتی، انہیں یقیناً اللہ نے بتائی تھی۔ بہت خوب، بہت عجیب۔“

قرآن کریم کے سائنسی اعجاز کے بارے میں مشہور فرانسیسی مصنف ڈاکٹر مورس بکاکی کی دلچسپ ریسرچ پڑھنے کے لائق ہے۔ ان کی ریسرچ کا قصہ ڈاکٹر محمود غازی مرحوم کے الفاظ میں پڑھیے وہ فرماتے ہیں:

ایک زمانہ میں (وہ ڈاکٹر موصوف) غالباً پورے فرانس کی میڈیکل ایسوسی ایشن کے صدر تھے۔ سائنسدان ہیں اور بہت بڑے ہارٹ سپیشلسٹ ہیں۔ وہ شاہ فیصل مرحوم کے ذاتی معالج تھے اور شاہ فیصل مرحوم کا علاج کرنے کے لیے ان کو وقتاً فوقتاً ریاض بلایا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ان کو ریاض بلایا گیا تو یہ سرکاری مہمان کے طور پر ہوٹل میں ٹھہرے اور کئی روز تک شاہ فیصل سے ملاقات کا انتظار کرتے رہے۔ ظاہر ہے کسی بھی وقت بادشاہ کی طرف سے ملاقات کا بلاوا آ سکتا تھا اس لیے کہیں آ جا بھی نہیں سکتے تھے۔ ہر وقت اپنے کمرے میں رہتے تھے کہ اچانک کوئی فون کال آئے گی تو چلے جائیں گے۔ وہاں ہوٹل کے کمرے میں قرآن پاک کا ایک نسخہ انگریزی ترجمہ کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے وقت گزاری کے لیے اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ عیسائی تھے اس لیے ظاہر ہے کبھی قرآن پاک پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس انگریزی ترجمہ کی ورق گردانی کے دوران خیال ہوا کہ قرآن پاک میں بعض ایسے بیانات پائے جاتے ہیں جو سائنسی نوعیت کے ہیں۔ مثلاً بارش کیسے برسی ہے، انسان کی ولادت کن مراحل سے گزر کر ہوتی ہے۔ اس طرح اور بھی کئی چیزوں کی تفصیلات کا تذکرہ تھا۔

چونکہ وہ خود میڈیکل سائنس کے ماہر تھے اور سائنس ہی ان کا مضمون تھا اس لیے انہوں نے ان بیانات کو زیادہ دلچسپی کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ ایک بار پڑھنے کے بعد قرآن پاک کو انہوں نے دوبارہ پڑھا تو ان مقامات پر نشان لگاتے گئے جہاں سائنس سے متعلق کوئی بیان تھا۔ چند دن وہاں رہے تو پورے قرآن پاک کا ترجمہ کئی بار پڑھا اور اس طرح کے بیانات نوٹ کرتے گئے۔ اس سے ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اسی طرح کے بیانات بائبل میں بھی ہوں اور ان کے ساتھ قرآن پاک کے بیانات کا تقابل کیا جائے تو دلچسپ چیز سامنے آ سکتی ہے۔

انہوں نے واپس جانے کے بعد اس مشغلہ کو جاری رکھا اور بائبل میں جو اس

طرح کے بیانات تھے ان کی نشاندہی کی اور پھر ان دونوں بیانات کا تقابلی مطالعہ کیا اور اس میں انہوں نے خالص سائنسی معیار سے کام لیا۔ ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھے اور قرآن کے ساتھ کوئی عقیدت مندی نہیں تھی۔ انہوں نے خالص Objectively اور خالص سائنسی تحقیق کے پیمانے سے قرآن پاک اور بائبل کے بیانات کو دیکھا۔ اور اس نتیجے پر پہنچے کہ قرآن پاک میں سائنسی نوعیت کے جتنے بیانات ہیں وہ سب کے سب درست ہیں اور بائبل میں سائنسی نوعیت کے جتنے بیانات ہیں وہ سب کے سب غلط ہیں۔ انہوں نے ان نتائج پر مشتمل ایک کتاب شائع کی The Bible, Quran and Science جس کا اردو اور انگریزی سمیت بہت سی زبانوں میں ترجمہ ملتا ہے۔ اس کتاب کے بعد اسلامیات میں ان کی دلچسپی مزید بڑھ گئی اور انہوں نے تھوڑی سی عربی بھی سیکھ لی۔ ڈاکٹر حمید اللہ سے ان کے مراسم اور روابط بڑھ گئے۔ دونوں پیرس میں رہتے تھے۔ بعد میں ان کو خیال ہوا کہ اسی طرح کا مطالعہ صحیح بخاری کا بھی کرنا چاہیے۔ انہوں نے صحیح بخاری کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ صحیح بخاری میں سائنسی نوعیت کے جتنے بیانات تھے ان کی الگ سے فہرست بنائی۔ انہوں نے اس طرح کے غالباً سو بیانات منتخب کیے۔ ان سو بیانات کا ایک ایک کر کے جائزہ لینا شروع کیا۔ اور یہ دیکھا کہ کس بیان کے نتائج سائنسی تحقیق میں کیا نکلتے ہیں۔ یہ سب بیانات جمع کرنے اور ان پر غور کرنے کے بعد انہوں نے ایک مقالہ لکھا جو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو دکھایا۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا کہنا تھا کہ جب میں نے اس مقالہ کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ صحیح بخاری کے جو سو بیانات میں نے منتخب کیے ہیں ان میں سے اٹھانوے بیانات تو سائنسی تحقیق میں صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ البتہ دو بیانات غلط ہیں۔

لیکن جب ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کے سامنے ان بیانات کی سائنسی اصولوں کے مطابق وضاحت کی تو وہ مطمئن ہو گیا اور اس نے اپنے دونوں اعتراضات واپس لے لیے اور صحیح بخاری کے ان بیانات کی صحت یرو فیصد اتفاق کر لیا اگر مجھے طوالت کا خوف

نہ ہوتا تو میں وہ تمام باتیں درج کر دیتا جو ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے وضاحتاً اس کے سامنے بیان کی تھیں اگر آپ انہیں دلچسپی سے پڑھنا چاہتے ہوں تو ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کی محاضرات حدیث کے صفحات ۲۵۰ تا ۲۵۴ ملاحظہ فرمائیں۔

اب ہم قرآن کے سائنسی اعجاز کے بارے میں اپنی گفتگو کا اختتام، قرآن کے اس بیان پر کریں گے جو اس نے جنین کی تخلیق اور اس کے تدریجاً تکمیلی مراحل کے بارے میں دیا ہے اور اس کے بارے میں امریکہ کی ریاست فلوریڈا کی ٹامس جیفرسن یونیورسٹی کے دانیال کیمپس کے مدیر پروفیسر مارشل جانسن کی شہادت پیش کریں گے۔ کیونکہ جنین کے بارے میں قرآن کے ذکر کردہ بیان نے اسے ششدر اور حیران کر دیا تھا، وہ کہتا ہے۔ میں بطور سائنس دان فقط اتنا کر سکتا ہوں کہ کسی ذریعے نظر آنے والی اشیاء کی درجہ بندی کر لوں اور علم جنین اور بیالوجی علوم کے تدریجاً عمل تکمیل کو سمجھ لوں اور اپنے لیے قرآن کے ترجمہ کردہ کلمات کو سمجھ لوں لیکن مجھے اس شخصیت (محمد ﷺ) کی مراد کو غلط ثابت کرنے کے لیے کوئی چیز اور کوئی دلیل اور کوئی سبب نظر نہیں آ رہا۔ میں اتنی بات سمجھ رہا ہوں کہ یقیناً محمد کو یہ معلومات کہیں سے مل رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی جو اس کی مراد سے ٹکراتی ہو اور یہ شخصیت جس چیز کی تبلیغ کرنا چاہتی ہے اسے ربّانی تائید حاصل ہے۔

اس طرح انٹرنیشنل میڈیکل کالجز کی ریفرنس بک (The Developing HUMAN) کے مشہور مصنف پروفیسر کیٹ امور کے ریمارکس بھی ہیں۔ جب اس نے جنین کے تدریجاً عمل تکمیل کے متعلق قرآن کا معجز بیان سنا تو بول اٹھا کہ ان دلائل سے مجھ پر یہ بات آشکار ہوئی ہے کہ محمد کو ان باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا، کیونکہ موجودہ سائنسدانوں پر اس حقیقت کا انکشاف صدیوں بعد حال ہی میں ہوا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ محمد واقعی اللہ کا رسول ہے۔

◆ (دیکھئے رابطہ العالم الاسلامی کی مطبوعہ کتاب "انہ الحق" ص ۳۹-۵۱-۵۲-۸۱-۱۱۶-۱۲۰) صدق اللہ العظیم

﴿وَيَهْدِي الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ
وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (سباء)

”اور جو لوگ علم دیئے گئے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف
سے تجھ پر نازل ہوا ہے وہ برحق ہے اور وہ عزیز اور حمید ذات کی راہ کی طرف
ہدایت کرتا ہے۔“



باب چہارم

اللہ تعالیٰ کا آپ کی دعاؤں کو قبول فرمانا

تمہید

نبی کی نبوت پر دلالت کرنے والے خیرہ کن دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ جب بھی اللہ کو پکارے تو وہ اس کی پکار قبول کر لے۔ چنانچہ اللہ کا نبی جب اپنے رب اور مولیٰ کو پکارتے ہوئے اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس کا رب اس کی پکار قبول کر لیتا ہے اور اس قبولیت کا تکرار اور دوام اس کی نبوت کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں کسی ایسے کذاب اور مدعی نبوت کی تائید نہیں کرتا جو اس پر جھوٹ باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا شخص ظالم ترین اور اللہ سے دور رہنے والے لوگوں میں سے ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے :

﴿لَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلَحُ

الْمُجْرِمُونَ﴾ (یونس: ۱۷)

”سو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے بیشک مجرمین فلاح نہیں پائیں گے۔“

اسی طرح اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنی تائید سے اس آدمی کو قوت نہیں دیتا جو (اپنے باطل کو فروغ دینے کے لیے) اس کی آڑ لے بلکہ وہ اسے ہلاک اور رسوا کر دیتا

ہے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جادو گروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَبَلَّغْكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتْكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى﴾ (طہ: ۶۰-۶۱)

”تمہارا ناس ہو، اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ اپنے عذاب سے تمہیں ہلاک کر دے گا اور جس کسی نے جھوٹ باندھا وہ نامراد رہا۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے اوپر جھوٹ باندھنے والوں کی اپنی نصرت سے تائید نہیں کرتا اور نہ ہی ان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ (یونس: ۲۹)

”کہہ دیجیے جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔“

اور یہ بھی فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (الزمر: ۳)

”بیشک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور ناشکر اہو۔“

جبکہ حضرت نبی کریم ﷺ نہ تو گھائے میں رہے اور نہ ہی ناکام ہوئے بلکہ آپؐ راست رو رہے اور ہر میدان میں کامیاب رہے اور آپؐ کا دین کائنات کے سب ادیان سے پائیدار اور الحمد للہ سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ثابت ہوا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور یہ بات معروف و مشہور ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ بار بار قبولیت دعا کا شرف عطا فرماتا ہے تو یہ اس کی راست روی اور دین پر قائم رہنے کی برکت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ سچا ہو تو سب لوگوں سے بڑھ کر سچا ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو سب سے بڑھ کر فاسق اور فاجر ہوگا اور جب اللہ اس کو بار بار قبولیت دعا کا شرف بخشا ہے تو وہ فاجر نہیں بلکہ نیک ترین ہوتا ہے اور جب وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ نیک بھی ہو تو یہ بات متعین ہوگی کہ وہ سچا نبی

ہوگا کیونکہ یہ بات عقلاً ممتنع ہے کہ وہ عمداً جھوٹ کا ارتکاب کر لے اور یہ بات بھی ممتنع ہے کہ وہ گمراہ بھی ہو اور اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہو۔ ♦

اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یہ دلیل اظہر من الشمس ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر بارہا ان کی دعا قبول فرمائی اور قبولیت کا ہر موقعہ آپ کی نبوت کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل بن گیا۔

ایک اعرابی کی درخواست اور اس کی قبولیت

چنانچہ اس استدلال کی روشنی میں ہم اپنی گفتگو کا آغاز اس سال سے کرتے ہیں جس سال لوگوں کو خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا تھا اس سال حضرت نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک اعرابی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ موسیٰ ہلاک ہو گئے اور عیال بھوکے مر گئے ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور اس دوران ہمیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نظر نہ آ رہا تھا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آپؐ نے اپنے ہاتھ ابھی نیچے نہ کئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح آسمان پر بادل نمودار ہوئے، اور آپؐ ابھی منبر پر سے اترے بھی نہ تھے کہ بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ میں نے بارش کا پانی آپؐ کی داڑھی مبارک پر رواں ہوتے دیکھا۔ چنانچہ اس دن بھی بارش ہوئی اور پھر اس سے اگلے دن بھی ہوئی اور پھر اس سے اگلے دن بھی یہاں تک کہ اگلا جمعہ آگیا اور پھر اس دن دوران خطبہ وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول گھر منہدم ہونے لگے اور مال غرق ہونے لگا، ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ بارش کو تھام لے، تو آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برسا اور ہم پر برساتا بند کر دے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے وہ اسی طرف

چلا جاتا یہاں تک کہ مدینہ کے اوپر سے بادل چھٹ گئے اور وہ گول تالاب کی مانند نظر آنے لگا اور وادی قحاح میں مہینہ بھر پانی بہتا رہا اور جس طرف سے بھی کوئی شخص مدینہ منورہ میں وارد ہوتا وہ بارش کا تذکرہ کرتا۔ ♦

آپ کی دعا سے بارش نازل ہوئی اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جاری رہی اور ہفتہ بھر جاری رہنے کے بعد آپ کی دعا سے تھم گئی مزید برآں بادل مدینہ سے چھٹ گئے محض آپ کے اتنا کہنے سے ہی اَللّٰهُمَّ حَوِّالِیْنَا وَلَا عَلَیْنَا۔ کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برسا اور ہم پر برسانا بند کر دے (چنانچہ وہ دیگر علاقوں میں بارش برساتے رہے اور مدینہ میں دھوپ نکل آئی۔)

کیا یہ سب کچھ آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کی سچائی کے براہین میں سے نہ

تھا؟

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ذکر کرنے سے امام مسلم کی مراد، رسول کریم ﷺ کا معجزہ بیان کرنا ہے اور اس بات کی خبر دینا ہے کہ آپ کا اپنے رب کے ہاں کتنا عظیم مرتبہ اور عزت ہے کہ اس نے آپ کے دعا کرتے ہی فوراً بارش نازل فرمادی اور وہ متواتر سات دن برستی رہی حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ تھا اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی ظاہری اور باطنی سبب تھا۔ ♦

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے دعا مانگتے ہی یا اس سے فارغ ہوتے ہی بارش نازل فرمادی ابتداء استقاء سے ہوئی اور انتہا استصحاء پر ہوئی اور آپ کے اشارے پر بادل سر تسلیم خم ہو گئے۔ ♦

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

♦ بخاری ح (۱۰۱۳)۔ مسلم ح (۸۹۷)

♦ شرح صحیح مسلم (۱/۱۹۳)

♦ فتح الباری (۲/۳۸۰)

دَعَا اللّٰهَ خَالِقَهُ دَعْوَةً
أَجِيبَتْ وَأَشْخَصَ مِنْهُ الْبَصَرُ
وَلَمْ يَكُ إِلَّا كَقَلْبِ الرِّدَاءِ
وَأَسْرَعَ حَتَّى رَأَيْنَا الْمَطَرَ

”آپؐ نے اپنے اللہ سے جو آپؐ کا خالق ہے، دعا مانگی تو وہ فوراً قبول ہو گئی اور اس کے سرعت قبولیت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اس کی قبولیت چادر استقاء کے پلٹتے ہی ہو گئی اور اتنی سرعت سے ہوئی کہ ہم نے بارش برستی دیکھ لی۔“

حضرت انسؓ بن مالک کے لیے آپؐ کی دعا اور اس کی قبولیت

اور بسا اوقات حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے بعض کو خصوصی دعا سے بھی نواز دیا سو اللہ نے آپؐ کے سوال کو سنا اور آپؐ کی دعا قبول فرمائی۔ اس سلسلے میں آپؐ کے وفادار خادم حضرت انسؓ کے حق میں آپؐ کی دعا قابل ذکر ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی خدمت کا صلہ ایسی دعا سے دیا جو اللہ نے قبول فرمائی اور وہ اس کی برکت کے سائے میں سو سال زندہ رہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری ماں نے مجھے اپنا دوپٹہ پہنایا، آدھا میری تہد بنا دیا اور آدھا اوپر اوڑھادیا اور مجھے لیکر حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی اور عرض کی۔ اے اللہ کے پیارے رسولؐ یہ میرا بیٹا انسؓ ہے، میں اسے آپؐ کی خدمت کرنے کے لیے لائی ہوں آپؐ اس کے لیے اللہ سے دعا فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا:

((اللّٰهُمَّ اكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ))

”اے اللہ اسے، مال اور اولاد کی فراوانی عطا فرما۔“

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم میرا مال بہت زیادہ ہے اور میرے بیٹے اور

پوتے آج کل تقریباً سو کے قریب شمار کیے گئے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا۔

((فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ قَالَ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَا لًا وَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ فِيْهِ))

”آپؐ نے دنیا اور آخرت کی بھلائی سے تعلق رکھنے والی ایسی کوئی دعا نہ چھوڑی جو میرے لیے نہ مانگی ہو آپؐ نے فرمایا اے اللہ اس کو مال اور اولاد نصیب فرما اور اس کے لیے اس میں برکت فرما۔“

چنانچہ اللہ نے ہمارے نبی ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں تمام انصاروں سے زیادہ مالدار ہوں اور میری بیٹی امینہ نے مجھے بتایا کہ حجاج کے بصرہ آنے سے پہلے پہلے میری پشت سے ایک سو بیس سے زائد افراد عالم آخرت کو سدھار چکے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کے بیان کا جواز ہے اور اس میں معجزات نبیؐ کا بھی بیان ہے کیونکہ آپؐ کی دعا کی قبولیت میں نادر امر کا تذکرہ ہے اور وہ ہے کہ کثرت اولاد کے ساتھ کثرت مال۔

ایک تاجر کے لیے برکت کی دعا اور اس کی قبولیت

آپؐ نے حضرت عروہ الباریؓ کے لیے ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی، ایک مرتبہ آپؐ نے ان کو اپنے لیے ایک بکری خریدنے کی غرض سے ایک دینار دیا انہوں نے ایک دینار سے دو بکریاں خرید لیں اور پھر ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا، اور ایک بکری اور دینار لیکر آپؐ کی خدمت میں پیش ہو گئے تو آپؐ نے اس کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے وہ مٹی بھی خرید

بخاری ح (۶۳۴۳)۔ مسلم ح (۲۳۸۱)

بخاری ح (۱۹۸۲)

فتح الباری (۲/۲۶۹)

لیتے تو اس میں منافع حاصل کر لیتے (گویا وہ جس زمین یا مکان کو خرید لیتے وہ سونے کے بھاؤ فروخت ہو جاتا) ♦

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ))

”اے اللہ اس کے داہنے ہاتھ کی نمالی (جو تکمیل بیع کے موقع پر ماری جاتی

ہے مراد تجارت) میں اس کے لیے برکت فرما“

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو کوفہ کی کوڑی پر کھڑا دیکھتا ہوں اور اپنے گھر والوں کے پاس پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار درہم منافع حاصل کر لیتا ہوں۔ ♦

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عروہؓ کے حق میں حضرت نبی کریم ﷺ کی مستجاب دعا علامات نبوت میں داخل ہے یہاں تک کہ اگر وہ مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں منافع حاصل کر لیتے۔ ♦

حضرت ابو ہریرہؓ کے لیے آپؐ کی دعا اور اس کی قبولیت

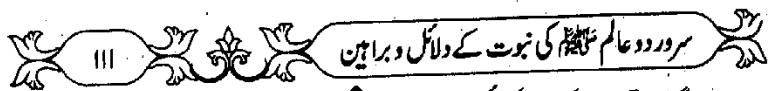
اور جب ہم راوی اسلام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بے مثال حافظے کا راز معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سنائی دیتا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس حدیث نبوی کے بھول جانے کی شکایت لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے اللہ کے رسولؐ میں آپؐ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی چادر بچھا دے۔ جب میں نے چادر بچھا دی تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس میں چلو ڈالا اور فرمایا اسے اپنے سینے سے لگا لو۔ سو میں نے اسے

بخاری ح (۳۴۳۳) ♦

مسند احمد ح (۱۸۸۷۷) ♦

فتح الباری (۷/۷۳۴) ♦



سینے سے لگایا، تو اس کے بعد کوئی چیز نہ بھولا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ظاہری فضیلت ہے اور علامات نبوت سے متعلق واضح معجزہ ہے کیونکہ نسیان، انسان کے لوازم میں سے ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے کہ وہ کثرت سے نسیان کا شکار ہے پھر وہ حضرت نبی کریم ﷺ کی برکت سے دور ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں کے لیے دعا اور اس کی قبولیت

یہاں ایک اور دعا کا تذکرہ کر دینا مناسب ہوگا۔ جس کی برکت حضرت ابو ہریرہؓ کو حاصل ہوئی تھی اور وہ تھی ان کی ماں کے لیے حضرت نبی کریم ﷺ کی دعا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اسے اسلام کی دعوت دیتے تھے اور وہ مشرک تھی اور اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اسے دعوت اسلام دی تو اس نے مجھے حضرت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی بات کہی جو مجھے ناپسند تھی، تو میں روتا ہوا آپؐ کی خدمت میں پیش ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ میں اپنی ماں کو دعوت اسلام دیتا ہوں اور وہ انکار کر دیتی ہے۔ آج میں نے اسے دعوت دی تو اس نے آپؐ کے بارے میں مجھ سے وہ بات کہی جو میں ناپسند کرتا ہوں۔ آپؐ دعا فرمائیں کہ اللہ ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے وفادار ساتھی کو مایوس نہیں کیا اور دعا فرمائی۔

(اے اللہ ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت عطا فرما)

چنانچہ وہ اللہ کے نبیؐ کی دعا سن کر خوشی خوشی باہر نکلے، اس امید پر کہ آپؐ کی دعا ان کی ماں کی ہدایت کا سبب بنے گی۔

فرماتے ہیں کہ میں آیا اور دروازے کی طرف چلا دروازہ بند تھا۔ میری ماں نے

بخاری ح (۱۱۹)

فتح الباری (۱/۲۶۰)

میرے قدموں کی آہٹ سن لی اور کہا۔ اے ابو ہریرہؓ ٹھہر جاؤ سو میں نے پانی سے نہانے کی آواز سن لی اور وہ اسلام کا غسل کر رہی تھی اور توحید کی شہادت دے رہی تھی۔ فرماتے میں خوشی سے روتا ہوا آپؐ کی طرف واپس مڑ گیا اور جا کر عرض کی۔ اے اللہ کے رسول بشارت حاصل کرو، اللہ نے آپؐ کی دعا میری ماں کے بارے میں قبول فرما ہے اور ام ابو ہریرہؓ کو ہدایت عطا فرمادی ہے۔

ابو ہریرہؓ دن کے ابتدائی حصے میں اپنی ماں کے عدم قبول اسلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ پر روتے ہوئے آئے اور معاً حضرت نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے اس کے قبول اسلام کی خوشی میں روتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مانگی گئی دعاء رسولؐ (ہدایت ام ابی ہریرہؓ) کے فوراً قبول ہونے کا ذکر ہے اور یہ آپؐ کے نبی ہونے کے دلائل میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے سرور اور خوشی نے انہیں حضرت نبی کریم ﷺ سے تیسری دعا کی درخواست نہ بھولنے دی۔ آپؐ نے اسی موقع پر ان الفاظ میں درخواست کی کہ اے اللہ کے پیارے رسولؐ اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے اور میری ماں کو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں پیارا بنادے اور مومنوں کو ہمارے دلوں میں پیارا بنادے۔

آپؐ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ حَبِّبْ عَبْدَكَ هَذَا وَآمَهُ إِلَى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ وَحَبِّبْ إِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِينَ))

”اے اللہ اپنے اس بندے اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں محبوب بنادے اور مومنوں کو ان کے دلوں میں محبوب بنادے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا مومن پیدا نہیں کیا گیا جو میرا تذکرہ سن لے اور مجھے دیکھ نہ پائے مگر وہ مجھ سے رشتہ محبت ضرور رکھے گا۔ ♦

چنانچہ مومنوں کا ہر دور میں راوی اسلام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی ﷺ کی دعا کی قبولیت کی نمایاں برہان اور روشن دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہاشمی کے لیے آپ کی دعا اور اس کی قبولیت

اب ترجمان القرآن حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تذکرہ سننے ان کو جتنا علم اور جتنی دانائی عطا کی گئی تھی وہ اللہ کے فضل و کرم سے اس دعا کی قبولیت کا ثمرہ تھی جو حضرت نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے مانگی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بچپن میں حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے وضوء کے پانی کا اہتمام کرتے تھے آپؐ نے ان کی اس خدمت کے شکریے میں انہیں ان الفاظ میں دعا دی۔

((اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ))

”اے اللہ اسے دین کی فقہ و بصیرت عطا فرما۔“ ♦

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی:

((اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّوْبِيلَ)) ♦

”اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن کی تفسیر سکھا دے۔“

یہ دعا جو اللہ تعالیٰ کے نبیؐ کے مانگنے پر مستجاب ہوئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابتدائے شباب میں ہی اتنے دانا ثابت ہوئے کہ حضرت عمر فاروقؓ انہیں

♦ مسلم ح (۲۳۹۱)

♦ بخاری ح (۱۳۳)۔ مسلم ح (۲۳۷۷)

♦ مسند احمد (۲۳۹۳)

اکابر صحابہ میں جگہ دیتے اور ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے حالانکہ یہ ابھی پوری طرح جوان بھی نہ ہوئے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ اللہ کے عطا کردہ تفقہ فی الدین اور علم تفسیر کی بدولت اپنے ہم عصر لوگوں سے بازی لے گئے۔ صحیح سند سے ثابت ہے کہ فقیہ الصحابہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کے بارے میں فرمایا۔ اگر عبداللہ بن عباسؓ ہمارے ہم عمر ہوتے تو ہم میں سے کوئی آدمی اس کے دسویں حصہ میں بھی نہ ہوتا (یعنی ان کے علم و فضل اور تفقہ فی الدین کے مقابلے میں) یا ان کو عشرہ مبشرہ سے خارج نہ کرتا۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے:

((نَعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاسٍ))

”ابن عباسؓ قرآن کے بہت اچھے ترجمان ہیں۔“

اگر آپ ان کی دانائی اور تفقہ فی الدین اور حافظے کے حیرت انگیز واقعات پڑھنا چاہتے ہیں تو اصحابہ فی ذکر الصحابہ اور سیر اعلام النبلاء کا مطالعہ فرمائیں۔

معاندین اور مستکبرین کے بارے میں انبیاء کی بددعائیں

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی ان کے صحابہ کے بارے میں دعائیں قبول کرتا تھا اس طرح ان کی نبوت کا انکار کرنے والوں یا ان کے نافرمان امتیوں کے بارے میں ان کی بددعا بھی قبول کرتا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ انہوں نے کافروں کے بارے میں بددعا کی۔

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذِبَابًا إِنَّكَ أَنْ تَذَرَهُمْ

يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ (نوح: ۲۱-۲۷)

”اے میرے رب زمین پر کافروں کا کوئی گھر نہ چھوڑ کیونکہ اگر تو نے ان کو

چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور یہ سوائے فاجر اور بدکار کے اور کچھ پیدا نہ کریں گے۔“

چنانچہ اللہ نے ان کی یہ بددعا سن لی اور کافروں کو غرق کر دیا:

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۝ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝﴾ (القمر)

”سو اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (بار بار) میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں (تو ان سے) بدلہ لے ۝ ہم نے ان پر آسمان سے زور دار بارش کے دروازے کھول دیئے ۝ اور ہم نے زمین میں پانی کے چشمے موجزن کر دیئے اور پانی ایک مقدر شدہ کام کے لیے مل گیا یعنی اوپر سے بارش کا اور نیچے سے چشموں کا ۝ اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی، سوار کر لیا ۝ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی۔ (یہ سب کچھ) اس شخص کے انتقام کے لیے کیا گیا جس کو کافر نبی نہ مانتے تھے (یا اس کی ناقدری کی جاتی تھی)۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون مصر کو اللہ کی توحید اور اس کی فرمان برداری کی طرف بلایا تو اس نے انکار کیا اور تکبر کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں بددعا کی (قرآن میں ہے):

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَئَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوَا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾

”اور موسیٰ نے کہا۔ اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگانی میں (سامان) زینت اور مال و زر عطا کر رکھا ہے۔ اے ہمارے رب (تو نے بھلا ان کو یہ سب کچھ اس لیے دیا ہے) کہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب ان کے اموال تباہ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ کیونکہ یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک عذاب نہ دیکھ لیں۔

چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس کے نتیجے میں فرعون اور اس کے سرداروں کو غرق کر دیا اور وہ موت کے وقت نجات کی استدعا کر رہا تھا۔“

﴿حَتَّىٰ إِذَا أَذْرَكَهُ الْغُرُقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (یونس: ۹۰)

”یہاں تک کہ جب اس کو (غرق کی صورت میں عذاب نے آلیا تو وہ پکار اٹھا کہ میں اس حقیقت پر ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔“

کفار قریش کی بدتمیزیوں پر آپ کی بددعا اور اس کی قبولیت

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا بھی ایسا ہی معاملہ تھا ایک مرتبہ آپؐ حالت سجدہ میں تھے کہ مشرکین نے آپؐ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجھری لا کر رکھ دی اور کھلکھلا کر ہنسنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے ان پر بددعا کی اور تین مرتبہ فرمایا:

((اللَّهُمَّ عَلَيكَ بِقُرَيْشٍ))

”اے اللہ قریش کے ان سرداروں کو پکڑ لے۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے آپؐ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی کا فور ہو گئی اور وہ آپؐ کی بددعا سے ڈر گئے پھر آپؐ نے فرمایا: اے اللہ ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی

معیط کو پکڑ لے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ نے ساتویں کا نام بھی لیا جو مجھے اب بھول گیا ہے، سو اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے ان لوگوں کو غزوہ بدر والے دن تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوئے دیکھا۔ بعد ازاں انہیں کھینچ کھینچ کر بدر کے کنویں میں گرا دیا گیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ (ان کا برا انجام) یہ اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ آپؐ کی گذشتہ بددعا کی تکمیل ہوئی ہو تو اس صورت میں آپؐ کی دعا کی قبولیت، نبوت کی عظیم علامات میں شمار ہوگی۔ ♦

کفارِ قریش کے قبولِ حق میں تاخیر پر آپؐ کی بددعا اور اس کی قبولیت

حضرت رسول کریم ﷺ نے قریش کی قبولِ حق سے روگردانی بلکہ حق کے سامنے ان کی رکاوٹ دیکھی تو فرمایا:

((اللَّهُمَّ سَبِّحْ كَسَبِّحْ يُوسُفَ))

”اے اللہ ان پر سات سال تک ایسا قحط مسلط کر دے جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور میں سات سال قحط پڑا تھا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں ایسی قحط سالی نے گھیر لیا جو ہر چیز کو بھسم کر گئی یہاں تک کہ وہ چمڑے، مردار اور گلے سڑے لاشے کھانے لگے اور ان میں سے جو کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے بھوک کی وجہ سے آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر ابوسفیان، حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے کہنے لگا۔ اے محمدؐ تو اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور تیری قوم ہلاک ہو رہی ہے اُن کے لیے اللہ سے دعا کر۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا اے محمدؐ، تیری قوم ہلاک ہو گئی،

اللہ سے دعا کر کہ وہ ان سے خشک سالی دور کر دے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمادی اور پھر کہا۔

اے اللہ اگر یہ دوبارہ سرکشی کریں تو ان پر دوبارہ یہ عذاب پھر سے مسلط کر دے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ﴾

”سو اس دن کا انتظار کرو جب آسمان صریح دھواں لائے گا۔“

یہ آیات آپؐ نے اِنَّا مُنْتَقِمُونَ تک پڑھیں۔ چنانچہ آپؐ کی دعا کے باعث مکہ میں کثرت سے بارشیں ہوئیں اور لوگوں میں خوشحالی آ گئی لیکن وہ قبول حق پر پھر بھی آمادہ نہ ہوئے تا آنکہ اللہ نے ان کو بدر میں پکڑ لیا۔

کفار قریش جانتے تھے کہ محمدؐ (رسول اللہ) اللہ کے ہاں مستجاب الدعوات ہیں تبھی تو وہ آپؐ کے پاس بارش کی دعا کرانے آئے تھے اور انہیں اس بات کا پورا پورا یقین تھا کہ اللہ آپؐ کی دعا رد نہیں کرے گا۔ (صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ)

﴿فَبَانَهُمْ لَا يَكْغِدُ بُؤْنُكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَحْجَدُونَ﴾

”بیشک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن وہ ظالم، اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔“

عتیبہ بن ابی لہب کے متعلق آپؐ کی بددعا اور اس کی قبولیت

عتیبہ بن ابولہب ہاشمی قریشی نے قرآن کا مذاق اڑایا اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی ہلاک ہونے والوں کے رجسٹر میں درج کر دیا گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد ہونے کے باوجود آپؐ سے بدتمیزی کی تو آپؐ نے اسے درندے کی ڈاڑھوں میں مرنے کی بددعا دی: فرمایا۔

﴿اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ﴾

”اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کر دے۔“

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی بددعا قبول فرمائی چنانچہ عتیبہ بن ابی لہب، شام جانے والے قافلے کے ساتھ نکلا اور جب رات ہوئی اور تجارتی قافلہ جنگل میں پڑاؤ ڈالنے لگا تو اس نے کہا۔ مجھے محمدؐ کی بددعا سے ڈر لگ رہا ہے، قافلہ والوں نے اس کے ارد گرد اپنا سامان رکھ دیا (اور چاروں طرف اونٹ بٹھا دیئے) اور اس کی حفاظت کرنے بیٹھ گئے رات کے کسی پہر ایک شیر آیا اور سوار یوں کے اوپر سے چھلانگ لگا کر اس پر چھپٹا اور اُسے چیر پھاڑ کر لے گیا۔ ♦

ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ الولہب نے کہا: مجھے یقین تھا کہ یہ محمدؐ کی بددعا سے بچ نہ سکے گا۔ ♦

حضرت حسان بن ثابتؓ نے کیا خوب کہا ہے۔

مَنْ يُرْجِعُ الْعَامَ إِلَى أَهْلِهِ
فَمَا أَكْبَلُ السَّبْعَ بِالرَّاجِعِ

”سال بھر میں کوئی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتا ہے تو لوٹ آئے لیکن درندے کا کھایا ہوا کبھی نہ لوٹ سکے گا۔“

ایک متکبر کے متعلق آپؐ کی بددعا اور اس کی قبولیت

بر اشجعی، حضرت رسول کریم ﷺ کے سامنے بیٹھا بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپؐ نے اسے دائیں ہاتھ سے کھانا یاد دلایا تو وہ قبول حق سے ناک بھون ہو گیا اور ازراہ تکبر کہنے لگا۔ میں نہیں کھا سکتا۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر دائیں ہاتھ سے کبھی نہ کھا سکے گا۔ اس کے بعد وہ شخص زندگی بھر اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ لے جاسکا۔ ♦

♦ حاکم (۵۸۸/۲) بسند صحیح۔ فتح الباری (۲۹/۴) بسند حسن

♦ تفسیر ابن کثیر (۳۱۶/۴)

♦ مسلم ح (۲-۲۱)

اللہ نے اس کے حق میں اپنے نبی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ فوراً قبول کر لیے اور آپ کی بددعا سے اس کا ہاتھ فوراً شل ہو گیا۔

یہ سزا تھی اس بات کی کہ وہ حق کے سامنے اکر گیا اور اس کے سامنے سرنگوں نہ ہوا۔

آپ کی تسلی و تشریح کو مسترد کرنے والے بدو پر آپ کی بددعا کی قبولیت
اس طرح ایک بدو بھی آپ کی تسلی و تشریح کو مسترد کر کے آپ کی بددعا کی زد میں آ گیا۔ آپ اس کی بیمار پرسی کرنے گئے اور اسے تسلی دینے کی غرض سے فرمایا:
(لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ)

”کوئی نقصان نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ گناہ سے پاک ہونے کا سبب بن جائے گی۔“

بدو نے اس بات کا جو جواب دیا وہ اللہ کے متعلق بدظنی اور مایوسی سے بھرا ہوا تھا، وہ کہنے لگا تم کہتے ہو یہ گناہوں سے پاک ہونے کا سبب بنے گا؟
یہ تو جوش مارتا ہوا بخار ہے جو بوڑھے شیخ کو قبروں کا دیدار کرا کر رہے گا۔
آپ نے فرمایا۔ چلو پھر ایسے ہی سہی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے بعض طرق اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ اسے علامات نبوت میں درج کر دیا جائے کیونکہ امام طبرانی وغیرہ نے اسے بیان کر کے آخر میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب کہ تو نے میری تسلی قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تو پھر ایسا ہی ہو گا جیسے تو کہہ رہا ہے اللہ کا کرنا ہو کر رہے گا، اگلے دن شام نہ ہوئی تھی کہ وہ فوت ہو چکا تھا۔

یہ اور اس طرح کی مستجاب دعائیں اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی سے راضی ہونے اور

اسے اپنی تائید سے نوازنے کی دلیل ہیں کیونکہ اگر آپؐ نبوت و رسالت کے بارے میں از خود کوئی بات بنا لیتے اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے تو اللہ آپؐ کو رسوا کر کے ہلاک کر دیتا کیونکہ اس نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَا خَافُنَا مِنْهُ بِالْإِيمَانِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝﴾ (الحاقة)

”اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتا۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس

سے روکنے والا نہ ہوتا۔“

لیکن آپؐ اللہ کے سچے رسول تھے اور آپؐ بغیر وحی الہی کے کوئی بات نہ کہتے تھے اس لیے آپؐ کی صداقت صدیوں پر محیط ہو گئی اور آپؐ کا دین مشرق بعید سے مغرب بعید تک پھیل گیا ہے اور آپؐ کے متبعین انگور کی نیل کی طرح کٹنے پر پھلتے چلے جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی ایسی گھڑی نہیں جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کی آواز نہ گونج رہی ہو۔



باب پنجم

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کریم ﷺ کی حفاظت کرنا

تمہید

اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کی حفاظت کرنا اور انہیں ان کے بیوقوف دشمنوں کی سازشوں سے نجات دینا بھی ان کی نبوت کے دلائل میں شامل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے کفار کو چیلنج کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿يَا هَؤُلَاءِ إِن كَانَ كِبَرُ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذَكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ﴾ (یونس: ۷۷)

”اے قوم اگر تمہیں میرا یہاں ٹھہرنا اور تمہیں اللہ کی آیات سے نصیحت کرنا ناگوار ہے تو میں نے اللہ پر توکل کیا ہے پس تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر میرے بارے میں فیصلہ کر لو اور پھر تمہارا وہ فیصلہ تم میں سے کسی پر پوشیدہ نہ رہے اور پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے کسی قسم کی مہلت نہ دو۔“

چنانچہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ کیونکہ اللہ نے ان کی حفاظت کی تھی۔

اور انہی کی طرح ان کے بھائی ہود علیہ السلام کا قول ہے۔

﴿قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيٌّ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ مِنْ دُونِهِ لَكَيْدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ۝ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي

وَرَبَّكُمْ﴾ (ہود)

”کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں لہذا تم سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرنا چاہتے ہو کر لو پھر مجھے کوئی مہلت نہ دو میں اللہ پر، جو میرا اور تمہارا رب ہے بھروسہ رکھتا ہوں۔“

اور جب بیوقوف مشرکوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا اور انہیں زندہ جلانے کے لیے آگ میں بھی ڈال دیا تو اللہ نے اپنی قدرت اور فضل سے ان کو نجات عطا فرمائی: قرآن کریم میں ہے۔

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ وَارْأَوْا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْآخِصْرِينَ﴾ (انبیاء)

”ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اور انہوں نے ان کا برا کرنا چاہا تو ہم نے جواباً ان کا (برا چاہنے والوں) کو خسار اٹھانے والوں میں کر دیا۔“

ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی یہی حال ہوا اللہ نے آپ کو ان سازشوں سے بچایا جن کا سامنا آپ اپنی بعثت کے وقت سے کر رہے تھے۔ چنانچہ اللہ نے آپ کو آپ کے دشمنوں کی زیادتیوں اور مکرو فریب سے سلامت رہنے کی خبر دی اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ لَمَّا يَبْلُغْ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ: ۱۲)

”اے رسول ان کو وہ چیز پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف نازل ہوئی ہے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو پھر تو نے اس کی رسالت نہ پہنچائی اور اللہ تجھے لوگوں سے بچانے والا ہے۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو میری رسالت پہنچا دے اور میں تیرا نگہبان اور

تیرا مددگار ہوں اور تیرے دشمنوں کے مقابلے میں تیرا مؤید ہوں اور تجھے ان پر کامیابی عطا کرنے والا ہوں، لہذا نہ ڈر اور نہ غم کھا۔ ان میں سے کوئی بھی تجھے دکھ نہیں پہنچا سکتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی پہرہ داری کی جاتی تھی حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (العائدہ)

تو اللہ کے رسول نے قبہ سے سر مبارک نکالا اور لوگوں سے فرمایا۔ اے لوگو! واپس چلے جاؤ مجھے اللہ نے بچا لیا ہے۔

اس آیت میں نبوت کی دو دلیلیں ثابت ہوئیں ایک تو اللہ کا آپ کو اس بات کی خبر دینا کہ وہ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا، امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
آپ کا اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنا، آپ کے معجزات میں سے ہے دیکھئے وہ جم غفیر اور عدد کثیر کی صورت میں تھے اور وہ آپ کو ختم کرنے اور جلا وطن کرنے کی پوزیشن میں تھے لیکن اس کے باوجود آپ ان کے درمیان بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ موجود رہے ان کی تنگی میں آپ کا پیچھا کرتیں اور (انجانے) خوف سے ان کے ہاتھ واپس پلٹ آتے اور آپ کے صحابہ اپنے دشمنوں سے بچنے کے لیے ہجرت کر گئے یہاں تک کہ آپ نے تن تنہا ان میں تیرہ سال بسر کیے پھر سلامتی کے ساتھ ہجرت کر گئے۔۔۔ یہ سب کچھ اس وعدہ تحفظ کی بدولت ہوا جو اللہ نے آپ سے کیا تھا اللہ نے قرآن میں فرمایا۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

”سو اللہ نے آپ کو دشمنوں سے بچائے رکھا۔“

تفسیر القرآن الکریم (۱۴۲/۲)

ترمذی (۲۰۴۶)۔ سلسلۃ الصحیحہ البانی (۲۱۸۹)

اعلام النبوءہ ص ۱۲۷۔

دلائل نبوت سے متعلقہ دوسری دلیل ہر اس شخص پر آشکارا ہوگی جو اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ دشمنوں کا قصد آپ کو (عیاذ باللہ) قتل کرنا تھا اور صحابہ کرام اس خوف کے پیش نظر آپ کی پہرہ داری کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے انہیں واپس بھیج دیا کیونکہ آپ کو اللہ کے نازل کردہ وعدہ پر پورا یقین تھا اور اگر آپ (نعوذ باللہ) خلاف حقیقت دعویٰ نبوت کرنے والے ہوتے تو اس وعدے پر یقین نہ کرتے اور نہ اپنے آپ کو خطرات میں ڈالتے۔

ایک مستشرق بارٹھی ہیلر نے کتنی سچائی کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ جب اللہ نے اپنے رسول کے ساتھ اسکی حفاظت کا وعدہ ان الفاظ میں کیا۔ ((وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ))

تو انہوں نے اپنے سیکورٹی گارڈز واپس بھیج دیئے۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ کوئی انسان اپنی جان پر جھوٹ نہیں بولتا اگر اس قرآن کا منبع آسمان کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو محمدؐ ہمیشہ اپنے ساتھ سیکورٹی گارڈز رکھتا۔ ♦

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت پر اللہ کی تائید، اور آپ کی جانی حفاظت اور آپ کے دین کی نصرت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) اور اللہ نے آپ کی ایسی تائید کی کہ ایسی تائید سوائے انبیاء کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی اس قدر تائید نہیں کیا گیا جس قدر آپ تائید کیے گئے ہیں مزید برآں آپ افضل کتاب کے ساتھ افضل امت کی طرف افضل شریعت دیکر بھیجے گئے ہیں اور اللہ نے آپ کو اولاد آدم کا سردار بنایا۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں میں سے کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں ہو سکا کہ اللہ نے اس کی جڑ نہ کاٹ دی اور اسے ذلیل نہ کیا ہو اور اس کے کذب کو طشت ازبام نہ کیا ہو، نبوت کا دعویٰ کرنے والوں میں سے جس کسی کی اللہ نے تائید کی وہ سچا ہی تھا جیسے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان بلکہ حضرت شعیب، حضرت

♦ دیکھئے عبدالمعطلی دلالاتی کی کتاب رِلَجْتُ مُحَدًّا وَلَمْ أَحْسِرِ الْمَسِيحَ

ہو، حضرت صالح، اللہ نے ان سب کی تائید کی (اور یہ سب سچے نبی تھے) کیونکہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان لوگوں کی بھی جو ایمان قبول کر لیتے ہیں دنیا میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کے دن) یہ امر واقع ہے لہذا جو شخص کسی معاملے کی حقیقت محض اللہ کے دستور اور عادت سے جاننے کا خوگر ہے (اور کسی حکمت اور مصلحت کا قائل نہیں ہے) تو وہ جان لے کہ یہ اللہ کی عادت (دستور) اور سنت ہے (اس نے آج تک کسی جھوٹے مدعی نبوت کی نصرت و تائید نہیں کی ہے) لہذا وہ شخص اس کسوٹی سے پہچان لے گا کہ اللہ کیا معاملہ سرانجام دیتا ہے اور جو شخص اللہ کی حکمت کے ذریعے کسی معاملے کی حکمت جاننے کا خوگر ہے تو وہ اس حقیقت پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ اس شخص کی کبھی تائید نہیں کرتا جو اس پر جھوٹ بولے۔

سرداران قریش کا آپ کے قتل کا معاہدہ کرنا

اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول کریم ﷺ کو بچانے کی کئی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ ایک مرتبہ قریش مکہ حطیم کعبہ میں جمع ہوئے اور لات وعزی اور تیسرے منات کی قسم کھا کر کہا کہ اگر محمد ہمیں (یہاں) نظر آیا تو ہم مشترکہ طور پر یکبارگی اس پر پلٹ پڑیں گے اور اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ اُسے قتل نہ کر دیں (اس منصوبے کی اطلاع پاکر) آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ آپ کی طرف روتی ہوئی آئیں اور اس بات کی اطلاع دی کہ قریش کے یہ سردار باہم معاہدہ کر چکے ہیں کہ اگر وہ آپ کو دیکھ پائیں گے تو وہ آپ کی طرف بڑھ کر آپ کو قتل کر دیں گے اور ان میں ایسا کوئی آدمی باقی نہ رہے گا جس کی گردن پر آپ کا خون نہ ہو، آپ نے فرمایا۔ اے میری بیٹی، مجھے وضوء والا پانی لادے چنانچہ آپ نے وضوء کیا اور تن تنہا ان پر مسجد حرام میں داخل ہوئے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو بولے۔ لویہ آگیا۔ پھر انہوں نے اپنی

نگا ہیں بچی کر لیں اور ٹھوڑیاں سینوں پر رکھ لیں اور جہاں کہیں بیٹھے تھے بیٹھے ہی رہ گئے۔ مرغوبیت کی وجہ سے آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کھڑا ہونے کی جرأت ہوئی۔ آپؐ سیدھے ان کے سروں پر کھڑے ہو گئے اور مٹھی بھر مٹی لی اور فرمایا شَهِتِ الْوُجُوہُ، کہ چہرے بگڑ گئے اور وہ مٹی ان کے سروں پر پھینک دی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس مٹی کا ذرہ جس جس کافر کے سر پر گرا، وہ جنگ بدر والے دن قتل ہوا۔ ♦

اللہ اکبر: قریش مکہ اپنے کبر و غرور میں چور ہو کر ایک نہتے آدمی کو قتل کرنے کے لیے اپنے معبودوں کی قسم کھاتے ہیں پھر ان میں سے کسی کو اپنے عزم پر عمل کرنے کی ہمت نہیں پڑتی بلکہ وہ نہتہ آدمی ان کے سروں پر کھڑا ہو کر انہیں چیلنج کرتا ہے اور ان کے سروں پر سنگریزے پھینکتا ہے اور ان کے گھٹیا پن اور عجز و لاچار پن کو طشت از بام کر دیتا ہے۔ یہ کیسے ہوا؟ اس بنا پر کہ اللہ اُس کی تائید کر رہا ہے اور اسے رعب و دبدبہ نصیب کر رہا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ: ۶۷)

ابو جہل لعین کا بدتمیزی کے لیے آپؐ کی طرف بڑھنا اور فرشتوں کا روکنا

اس امت کے فرعون ابو جہل نے بھی حضرت نبی کریم ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ ایک دن مکہ کی گلیوں میں کبر و غرور سے چور ہو کر اتراتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ کیا محمدؐ تمہاری موجودگی میں سجدہ ریز ہوتا ہے؟ اسے جواب ملا۔ ہاں۔

اس نے کہا۔ لات اور عزیٰ کی قسم اگر میں نے اسے ایسا کرتے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا یا سجدے میں ہی اس کے چہرے کو خاک آلود کر دوں گا۔

چنانچہ وہ حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ اس وقت نماز پڑھ رہے

تھے وہ آپ کی گردن روندنے کے لیے آگے بڑھا تو اچانک اٹھے پاؤں پیچھے ہٹنے لگا اور اپنے منہ کو ہاتھوں سے بچانے لگا۔

اسے کہا گیا کہ تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق ہے اور کسی ان دیکھی چیز کے پر ہیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اگر وہ میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ ♦

یہ عظیم معجزہ تھا جو اللہ کے دشمن ابوجہل نے دیکھا۔ اس نے اللہ کے فرشتوں کے پر بھی دیکھ لیے جو اس کے نبی کو بچا رہے تھے اور اس نے اس بات کا بھی یقین کر لیا کہ اللہ نے اپنے لشکروں اور اپنی مدد سے اسے بچایا ہے لیکن تکبر اور سرداری کی حرص میں جتلا ہونے کی وجہ سے حق کے سامنے سرنگوں نہ ہوا چنانچہ اس کا اور دیگر مشرکین کا وہی حال ہوا جو قرآن نے بیان کیا ہے۔

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يَكْذِبُونَكَ وَنَكِنَّا الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللَّهِ يَحَدُّونَ﴾

(الانعام: ۲۳)

”کہ وہ تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔“
امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تحت بہت سی مثالیں ہیں کہ اللہ نے ابوجہل وغیرہ دشمنان رسول کی ایذاؤں سے اپنے رسول کو بچایا، اللہ نے فرمایا ہے:
﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ♦

جنگ اُحد میں اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو بھیجنا

مزید برآں جس طرح فرشتوں نے حضرت نبی کریم کو ابوجہل ملعون کی ایذا سے بچایا اس طرح اُحد کے دن بھی بچایا تھا، اس روز مشرکین چاروں اطراف سے آپ پر پل پڑے تھے اور آپ کے صحابہ آپ سے جدا ہو چکے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ اُحد میں دو آدمی دیکھے

جن پر سفید کپڑے تھے وہ آپؐ کے دائیں اور بائیں موجود رہے جو میں نے اس دن سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے اور نہ بعد میں یعنی جبرائیل اور میکائیل علیہ السلام۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے نبی کے اللہ کے ہاں احترام کا بیان ہے کہ اس نے اس کے ارد گرد جنگ کرنے کے لیے اپنے فرشتوں کو نازل کیا اور اس چیز کا بھی بیان کہ فرشتوں کا قتال میں شریک ہونا جنگ بدر سے مختص نہیں (بلکہ وہ دیگر جنگوں میں بھی نازل ہوتے رہے)۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کو اُم جمیل زوجہ ابی لہب کی بدکلامی سے بچانا

حضرت نبی کریمؐ کے قریبی رشتہ داروں میں سے جو لوگ مشرکین تھے وہ بھی آپ کو ایذا پہنچانے اور آپؐ کے خلاف منصوبہ بندی سے پیچھے نہیں رہے۔

جب سورۃ اللہب نازل ہوئی تو آپؐ کے چچا ابو لہب ہاشمی کی بیوی اُم جمیل آپؐ کی طرف آتی دکھائی دی اس وقت آپؐ کے پاس حضرت ابو بکرؓ بھی موجود تھے جب ابو بکرؓ نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ یہ منہ پھٹ عورت ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ یہ آپ کو ایذا دے گی اگر آپؐ یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں تو بہتر ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ وہ مجھے نہیں دیکھ پائے گی۔ چنانچہ اُم جمیل آئی اور حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگی تیرے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا نہیں وہ تو شعر کہنا جانتے ہی نہیں۔ وہ کہنے لگی۔ تو میرے نزدیک سچا ہے اور پھر وہ چلی گئی۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ اس نے آپؐ کو دیکھا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں۔ مجھے فرشتے نے اپنے پر سے چھپالیا تھا۔

بخاری ح (۴۰۵۳)۔ مسلم ح (۲۳۰۶)

شرح مسلم (۶۱/۱۵)

ابو یعلیٰ فی المسند ح (۲۳۵۸)۔ ابن حبان (۶۵۱۱)

سفرِ ہجرت میں اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کرنا

قریش مکہ نے ہجرت سے قبل کئی مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ نے آپ کو بچایا اور ان سے نجات دی، جب حضرت نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کا عزم کر لیا تو وہ آپ کے گھر کے چاروں طرف گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ اسی دوران اللہ نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اور آپ ان کے درمیان سے نکلے اور وہ آپ کو دیکھ بھی نہ سکے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسی واقعہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

”اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں چال چل رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔“ (انفال-۳۰)

آپ اللہ کی نگرانی میں مکہ سے چھپ کر نکلے اور اپنے ساتھی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو لیکر غارِ ثور تک پہنچ گئے اور مشرکین مکہ کی نگاہوں سے بچنے کے لیے غار میں داخل ہو گئے اور وہ بھی آپ کی تلاش میں غار تک جا پہنچے اور اس کے دہانے پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر کو ہلاکت کا گمان ہونے لگا۔ انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں پر نظر ڈال لی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔

آپ نے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے اور اس بات پر یقین کرتے ہوئے کہ وہ انہیں دشمنوں کے سپرد نہ کرے گا، درج ذیل جواب دیا کہ اے ابوبکر تیرا ان

دونوں کے بارے کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟
 جی ہاں، اللہ ان کے ساتھ تھا اور وہ انہیں بچا رہا تھا اور ان کی مدد کر رہا تھا۔
 قرآن کریم میں ہے۔

﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا ۚ ثُمَّ إِذْ هَمَّا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (توبہ: ۲۵)

”اگر تم اس کی نصرت نہ کرو گے (تو یاد کرو اس وقت کو) جب اللہ نے اس کی مدد کی جب نکال دیا تھا کافروں نے ان دو میں سے دوسرے کو جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے رفیق (سفر و حضر) سے کہہ رہا تھا کہ تو غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے سو اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جنہیں تم نہیں دیکھ سکے اور اس نے کافروں کے کلمے (منصوبے) کو پست کر دیا اور اللہ کا کلمہ (منصوبہ) بلند ہی رہا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

اس طریقے سے اللہ نے ان کے سامنے اپنے پیغمبرؐ کو نجات دی اور وہ نئے سرے سے عازمِ مدینہ ہوئے اس تمام سفر میں اللہ کی عنایت شامل حال رہی اور ان کی نگہبانی کرتی رہی۔ لیکن قریش نے پھر بھی ہار نہ مانی اور آپؐ کو قتل کرانے کے لیے پر عزم رہے لہذا انہوں نے قبائل عرب کی طرف پیغامات بھیج دیئے کہ جو کوئی قبیلہ یا شخص ان دونوں (حضرت نبی کریمؐ اور ابو بکرؓ) کا سر لے آئے گا اسے انعامات دیئے جائیں گے لیکن وہ دونوں اطمینان سے اللہ کی نگہبانی اور امان میں چلتے رہے۔ حضرت رسول کریمؐ وادیِ قدید سے گزر رہے تھے کہ سراقہ بن مالک نے آپؐ کو جالیا، حضرت ابو بکرؓ

فرماتے ہیں کہ جب ہم پتھر ملی زمین پر پہنچے تو ہم نے سراقہ بن مالک کو دیکھا، وہ گھوڑا دوڑائے ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم دھر لیے گئے۔ آپؐ نے فرمایا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپؐ نے اس پر بددعا کی تو اس کی گھوڑی پیٹ تک زمین میں دنس گئی۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں سراقہ اپنی کہانی خود سناتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی اور آپؐ دائیں بائیں جھانکے بغیر سیدھے منہ جارہے تھے جبکہ ابو بکر بکثرت ادھر ادھر جھانکتے جارہے تھے، اسی دوران میری گھوڑی کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے، میں منہ کے بل زمین پر جاگرا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو وہ بڑی مشکل سے پاؤں نکال سکی جب وہ زور لگا کر کھڑی ہوئی تو اس کے پاؤں سے دھوئیں کی طرح فضا میں گرد اٹھی۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا۔ مجھے پتا ہے کہ تم نے میرے حق میں بددعا کی ہے لیکن اب میرے لیے دعا کرو میرا اللہ ضامن ہے کہ میں تمہاری تلاش سے لوگوں کو روک دوں گا۔ تب ان دونوں نے دعا کی تو اللہ نے اسے نجات دی اس بنا پر وہ تلاش کرنے والوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ واپس چلے جاؤ، یہاں والے لوگ تمہاری طرف سے اس کے لیے کافی ہیں۔ وہ جس کسی سے ملتا اسے واپس لوٹا دیتا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں وہ دن کے اگلے پہر اللہ کے نبی پر حملہ آور ہونے جارہا تھا اور پچھلے پہر آپؐ کا سیکورٹی گارڈ بنا ہوا تھا۔

چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سراقہ بن مالک کے حملہ سے بچانا ہی سراقہ کے اسلام کا سبب بنا۔

چنانچہ وہ ابو جہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بخاری ح (۳۹۰۶)

بخاری ح (۲۹۱۱)

أَبَاحُكُمْ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتُ شَاهِدًا
لَأَمَرْتُ جَوَادِي إِذْ تَسُوخُ قَوَائِمُهُ
عَلِمْتُ وَلَمْ تَشْكُ بِأَنْ مُحَمَّدًا
رَسُولٌ بَرَّهَانَ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ

اے ابوالحکم (ابوجہل) اللہ کی قسم اگر تو میری گھوڑی کے پاؤں زمین میں دبھنے کے موقع پر موجود ہوتا تو بلاشبہ یقین کر لیتا کہ محمد دلائل کی رو سے اللہ کا رسول ہے اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ ♦

اللہ تعالیٰ کا آپ کو صفوان اور عمیر کے گھناؤنے منصوبے سے بچانا

جب مشرکین مکہ اللہ کی قوت کے مقابلے میں جنگ بدر میں شکست کھا کر واپس لوٹے تو عمیر بن وہب، صفوان بن امیہ کے پاس حجر اسماعیل (حطیم) میں آ کر بیٹھ گیا، صفوان بولا۔ بدر کے مقتولین کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں رہا، اللہ ہمیں ایسی زندگی سے بچائے عمیر بولا۔ ہاں بلاشبہ ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا جس کے ادا کرنے کی مجھ میں استطاعت نہیں اور میرے اہل و عیال کی گذر بسر کا کوئی ذریعہ ہوتا تو میں یقیناً محمدؐ کی طرف چل پڑتا اور اُسے دیکھتے ہی قتل کر دیتا کیونکہ میرے پاس اس کے پاس جانے کا بہانہ ہے وہ یہ کہ میرا بیٹا ان کے پاس قید ہے اور میں کہوں گا کہ میں اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔

صفوان بن امیہ، عمیر بن وہب کے اقدام اور منصوبے سے بہت خوش ہوا اور اس کے منصوبے کی تکمیل کے سامنے پیش آنے والی رکاوٹیں دور کرنے کی سعی کرنے لگا۔ اور بولا تیرا قرض میرے ذمے رہا اور تیرے اہل و عیال، خرچ اخراجات میں میرے اہل و عیال کے برابر حقدار رہیں گے، میرا جہاں تک بس چلا میں ان کی کفالت میں کوئی کسر

نہ چھوڑوں گا۔

چنانچہ دونوں کا اس منصوبے پر اتفاق ہو گیا اور صفوان نے اسے زاد سفر دیا اور سواری کی لگام تھادی اور عمیر کی تلوار کو تیز کروا کر زہر میں بجھانے کا حکم دیا اور اسے مشن پر روانہ کر دیا، عمیر نے کہا کہ چند دن اس منصوبے کو افشا نہ کرنا (چند دنوں بعد) عمیر بن وہب مدینہ پہنچ گیا، مسجد نبوی کے دروازے پر سواری سے اتر اور سواری کو باندھ کر تلوار تھام لی اور رسول اللہ کی طرف چل پڑا، حضرت عمر فاروقؓ اس وقت انصاروں کی مجلس میں تشریف فرما تھے، جب انہوں نے عمیر کو دیکھا تو گھبرا گئے اور حضرت رسول اللہ کے پاس چلے گئے اور درخواست کی کہ اے اللہ کے نبیؐ اس پر اعتبار نہ کیجیے اور اپنے آپ کو اس سے محفوظ نہ سمجھئے: آپؐ نے ارشاد فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، حضرت عمر فاروقؓ باہر نکلے اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ حضرت رسول اللہ کے پاس چلے جائیں اور عمیر پر کڑی نگاہ رکھیں مبادا کہ وہ آپؐ کو گزند پہنچائے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ، عمیر کو لے کر رسول اللہ کے پاس آئے، اس وقت عمیر تلوار حائل کیے ہوئے تھا آپؐ نے حضرت عمر سے فرمایا: تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ جب عمیر بن وہب، حضرت رسول اللہ کے قریب ہوا تو آپؐ نے پوچھا۔ عمیر کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا، تمہارے پاس ہمارا قیدی ہے، اسے ملنے آیا ہوں اور آپؐ ہمارے خاندان اور قبیلے کے آدمی ہیں ہم سے فدیہ لیکر ہمارا قیدی رہا کر دیں۔

آپؐ نے فرمایا یہ جو تلوار گلے میں حائل کر رکھی ہے یہ کس لیے ساتھ لایا ہے؟ اس نے کہا۔ اللہ اس تلوار کا برا کرے، یہ ہمارے کس کام آئی تھی! میں تو سواری سے اترتے وقت اسے گلے سے اتارنا بھول گیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا۔ عمیر سچ بتا، کیسے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں اپنا قیدی آزاد کرانے کیلئے آیا ہوں۔ آپؐ نے اسے یہ بتا کر ششدر کر دیا کہ حجر اسماعیل (حطیم) میں صفوان سے کیا شرط کر کے آیا ہے؟ عمیر گھبرا گیا اور بولا۔ میں نے کیا شرط

کی ہے؟ آپؐ نے اس شخص کا سا جواب دیا جسے اللہ جیسی خیر ذات نے خبر دی ہوئی ہے، آپؐ نے فرمایا تو نے اس کی خاطر میرے قتل کی ذمہ داری اٹھائی ہے اس شرط پر کہ وہ تیری اولاد کی کفالت کرے گا۔ اور تیرا قرض ادا کر دے گا۔ جبکہ تیرے اور تیرے منصوبے کے درمیان اللہ حائل ہے۔

عمیر نے کہا۔ اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله

اے اللہ کے رسول ہم تجھے وحی کے بارے میں اور آپؐ کے آسمان سے آنے والی کتاب کے بارے میں جھٹلاتے تھے۔ یہ بات میرے اور صفوان کے درمیان جحر میں ہوئی تھی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہ تھی سو اس بات کی خبر آپؐ کو اللہ نے دی ہے اللہ کا شکر ہے کہ وہ مجھے اس بہانے یہاں لے آیا۔

مسلمان اس بات پر شاداں و فرحان ہو گئے اور آپؐ نے عمیرؓ سے فرمایا، بیٹھ ہم تیرے ساتھ نمگساری کریں بعد ازاں آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

((عَلِمُوا أَخَاكُمُ الْقُرْآنَ وَأَطْلِقُوا لَهُ أُسِيرَهُ))

”کہ اپنے بھائی کو قرآن سیکھاؤ اور اس کی خاطر اس کا قیدی چھوڑ دو۔“

عمیر نے درخواست کر دی کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے اجازت دیجیے کہ میں قریش کے ہاں جاؤں اور انہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں شاید کہ اللہ انہیں ہدایت دے۔۔۔ پھر عمیر مکہ واپس لوٹ آیا اور اس نے اسلام کی دعوت دی اور پوری کوشش سے خیر خواہی کی اور اس کے سبب بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

اس طور پر اللہ نے اپنے پیارے نبی کو صفوان اور عمیر کے منصوبے کی شر سے بچایا اور اس روشن معجزے اور آفتاب نیروز کی طرح آشکار نشان نبوت کے سامنے عمیر کو اللہ کی وحدانیت اور اس کے نبی کی نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی راہ نظر نہ آئی۔

اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو یہودی عورت کے زہریلے گوشت سے بچانا

حضرت رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا شرف حاصل ہونے کے ثبوت میں یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کا قصہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے، ہوا اس طرح کہ حضرت نبی کریم ﷺ خیر تشریف لائے تو خیبر کی کسی یہودی عورت نے آپؐ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا زہر آلود گوشت پیش کیا، آپؐ نے بھنی ہوئی بکری کی ران کا گوشت خود بھی تناول فرمایا اور آپؐ کے صحابہ نے بھی آپؐ کے ساتھ کھانا شروع کر دیا، آپؐ نے کھانے سے فوراً اپنا ہاتھ روک لیا اور صحابہؓ سے فرمایا۔ اپنے ہاتھ اٹھا لو ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ اپنے ہاتھوں کو اٹھا لو، مجھے اس گوشت نے خبر دی ہے کہ وہ زہر آلود ہے اور آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو بھیج کر اس یہودی عورت کو بلوایا اور اس سے پوچھا کیا تو نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ تجھے کس نے بتایا؟ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے اس ران نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے کہا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ نبی ہوا تو اسے یہ زہر یلا گوشت نقصان نہ دے گا اور اگر یہ نبی نہ ہوا تو ہماری اس سے جان چھوٹ جائے گی آپؐ نے اسے معاف کر دیا اور اسے سزا نہ دی۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں آپؐ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تجھے مجھ پر مسلط نہیں ہونے دے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اس قول (مَا كَانَ يُسْلِطُكَ عَلَيَّ) میں تمام لوگوں سے آپؐ کی عصمت (تحفظ) کا بیان ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(ابوداؤد (۳۵۱۰) البانی نے اسے صحیح کہا ہے دیکھئے صحیح مشکوٰۃ (۵۹۳۱))

بخاری ح (۲۶۱۷)۔ مسلم ح (۲۱۹۰)

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ﴾

اور آپ کا ایسے مسموم گوشت کو کھا کر بچ جانا جو دیگر لوگوں کے لیے مہلک ہے، آپ کا معجزہ ہے اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو مطلع کر دینے کا ذکر ہے کہ یہ بکری زہر آلود ہے اور اس میں آپ سے بکری کی ران کے گفتگو کرنے کا ذکر بھی ہے، کیونکہ مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس ران نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کو غورث بن حارث کے وار سے بچانا

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نجد کی جانب حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ کیا اور جب آپ غزوہ سے واپس لوٹے تو بہت سے درختوں والی وادی میں آپ کو قیلو لہ (دوپہر کی نیند) کی ضرورت پڑی۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ لوگ ادھر ادھر درختوں کے نیچے لیٹ گئے اور حضرت رسول کریم ایک جنگلی کیکر پر اپنی تلوار لٹکا کر اس کے نیچے سو گئے۔ ہم تھوڑی دیر سوئے تھے کہ حضرت نبی کریم نے ہمیں بلایا ہم آپ پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اعرابی (غورث بن حارث) بیٹھا ہوا ہے آپ کے نے بتایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ یہ شخص آیا اور میری تلوار سونت لی جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں، یہ میرے اوپر تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہے اور اس نے مجھ سے تین مرتبہ کہا۔ بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ میں نے تینوں مرتبہ جواب دیا۔ میرا اللہ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اب یہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ پھر آپ نے اس سے کسی طرح کی باز پرس نہ کی اور اسے چھوڑ دیا۔

مسند امام احمد کی روایت میں ہے کہ وہ حضرت نبی کریم کے سر مبارک کے برابر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ میرا اللہ جو غالب اور جلال والا ہے۔ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے اپنی وہ تلوار پکڑ

لی اور اس سے کہا۔ اب بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ وہ کہنے لگا۔ تو اچھا تلوار سونٹنے والا بن۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اس نے کہا۔ نہیں۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ نہ میں آپؐ سے لڑوں گا اور نہ میں اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپؐ سے لڑے گی۔ چنانچہ آپؐ نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا اور انہیں کہنے لگا میں تمہارے پاس بہترین انسان کی طرف سے ہو کر آیا ہوں۔

اس حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت پر مختلف دلائل ہیں۔ ان میں سے ایک تو آپؐ کا اللہ کی تائید سے ثابت قدم رہنا، دوسرا اللہ کا آپؐ کو قتل سے بچانا، تیسرا فرشتوں کا آپؐ کی تائید کرنا، کیونکہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فرشتے نے اس اعرابی کے سینے پر تھپڑ مارا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آخر میں باوجود اس کے قبول اسلام سے انکار کے اسے معاف کر دینا اور یہ اخلاق نبوت سے ہے ورنہ اپنے دشمن کے ساتھ ایسا برتاؤ کون کر سکتا ہے جو قریب تھا کہ آپؐ کو قتل کر دیتا۔ اعرابی نے کس قدر سچ کہا کہ میں تمہارے پاس سب لوگوں سے اچھے انسان کی طرف سے ہو کر آیا ہوں۔ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

﴿الَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ (الزمر: ۳۱)

”کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟ اور وہ تجھے ان لوگوں سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔“

یہ واقعات جو ہم نے بیان کیے ہیں یہ آپؐ کی سچی نبوت پر شاہد عدل ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کو اللہ کی تائید اور خصوصی حفاظت حاصل تھی۔



باب ششم

آپ کے لعاب مبارک اور
www.KitaboSunnat.com
 پھونک سے مریضوں کا شفا یاب ہونا

تمہید

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے کلمے حضرت مسیح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو ان کو ایسے دلائل عطا فرمائے جو نبی اسرائیل پر ان کی نبوت کی حجت قرار پائے۔ مثلاً ان کے ہاتھوں، مادرزاد اندھوں اور کوڑھوں کا شفا یاب ہونا۔ قرآن کریم میں ہے۔

﴿وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي﴾ (المائدہ: ۱۱۰)

”اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کا مجسمہ بناتا اور اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے (حقیقی) پرندہ بن جاتا تھا اور تو میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھے کو شفا یاب کرتا تھا۔“

تو یہ خرق عادت امور ان کی قوم کے ہاں ان کی نبوت و رسالت کی قاطع دلیل اور روشن برہان بن گئے۔

اسی طرح اللہ نے اپنے خاتم الانبیاء اور عظیم رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اسی نوعیت کے دلائل اور خرق عادت امور عطا فرما کر اس کی نبوت و رسالت کی تائید فرمائی۔ اور آپ کے بعض صحابہ کو آپ کے ہاتھ پر شفاء عطا فرمائی۔

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا شفا یاب ہونا

ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپؐ نے خیبر والے دن فرمایا۔ میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ اس کے ہاتھ پر خیبر کو فتح کر دے گا۔ راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ لوگ ساری رات اس بشارت پر گفتگو کرتے رہے کہ آپؐ ان میں کس کو جھنڈا دیں گے۔ جب صبح ہوئی اور لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس گئے اور ان میں سے ہر کوئی پُر امید تھا کہ جھنڈا اسے ہی ملے گا۔ تاہم حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی طرف پیغام بھیجو۔ چنانچہ ان کی طرف پیغام بھیجا گیا تو وہ آگئے۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی تو وہ فوراً شفا یاب ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی بیماری تھی ہی نہیں اور آپؐ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن تھوکا اور فرمایا۔ اے اللہ اس سے موسم گرما کی گرمی اور موسم سرما کی سردی دور کر دے۔ سو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں نے گرمی اور خشکی محسوس نہیں کی۔ اور آپؐ کے ساتھی آپؐ کو بسا اوقات اس حال میں دیکھتے کہ آپؐ سردیوں میں گرمی والے (باریک) کپڑے پہنتے اور گرمیوں میں سردیوں والے (موٹے) کپڑے پہنتے۔

امام محمد بن علی الشوکانی بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔

بخاری ح (۳۷۰۱)۔ مسلم ح (۲۳۰۷)

مسند احمد ح (۷۸۰)۔ ابن ماجہ ح (۱۱۷)

نیل الاوطار ح (۵۵/۸)

حضرت سلمہ بن اکوع کی کٹ جانے والی ٹانگ کا صحیح و سلامت ہو جانا

ارض خیبر سے واپسی سے پہلے آپ کی نبوت و رسالت کی ایک اور علامت سامنے آئی وہ اس طرح کہ اللہ نے آپ کے لعاب دھن سے حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی جو کہ غزوہ خیبر میں ٹوٹ گئی تھی کو شفاء عطا فرمائی۔ حضرت یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار سے زخم کا نشان دیکھا تو میں نے پوچھا۔ اے ابو مسلم یہ زخم کا نشان کیسے لگا؟

انہوں نے بتایا کہ یہ زخم مجھے خیبر کے دن لگا تھا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ سلمہ مارا گیا۔ سو میں حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس پر تین مرتبہ پھونک ماری اور اس وقت سے لیکر اب تک مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ◆

لوگوں کے جم غفیر نے حضرت سلمہ بن اکوع کی خون آلود پنڈلی دیکھی پھر انہوں نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے لعاب مبارک کی برکت سے وہ کوئی تکلیف اور درد محسوس نہیں کرتے تو انہیں اس معجزہ کے سامنے اس بات کی شہادت دیئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ آپ اللہ کے سچے نبی اور رسول میں کیونکہ اس طرح کے خرق عادت اثر پر کوئی انسان طاقت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ بات بھی آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کی شکستہ ٹانگ کا فوراً ٹھیک ہو جانا

حضرت نبی کریم ﷺ اپنے صحابی عبداللہ بن عتیک اور چند انصاروں کو سلام بن ابی الحقیق یہودی کا کام تمام کرنے کے لیے بھیجتے ہیں۔ ابھی وہ اپنے مشن سے واپس آرہے تھے کہ وہ سیڑھیوں سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی جسے انہوں نے اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ وہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ میں حضرت نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ اپنی ٹانگ پھیلا میں نے اپنی ٹانگ پھیلائی تو آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ بس آپؐ کے دست مبارک کا پھرنا ہی تھا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ♦

اس طرح کا معجزہ آپؐ سے بار بار صادر ہوا اور صحابہ کرام کے سامنے ہوا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن معاذ کی ٹانگ جو کہ تلوار کی ضرب سے کٹ گئی تھی، پر اپنا لعاب دھن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئی تھی۔ ♦

بتائیے یہ کوئی طبی فن تھا یا آپؐ کی نبوت کے دلائل و براہین میں سے ایک براہان اور معجزہ تھا؟ بدیہی جواب ہے کہ یہ آپؐ کا روشن معجزہ تھا جو آپؐ کے سچا رسول ہونے کی روشن دلیل ہے۔

خُثْعَمِيَّة خاتون کے بیٹے کا عقیل و فہیم ہو جانا

امام احمد رحمۃ اللہ حضرت ام جندبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو جمرہ عقبہ پر رمی جمار کرتے دیکھا..... آپؐ کے پاس ایک خُثْعَمِيَّة خاتون اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی اے اللہ کے رسول میرا یہ بیٹا عقل و شعور سے کورا ہے اس کے لیے اللہ سے دعا فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ میرے پاس پانی لا وہ پتھر کے برتن میں پانی لے آئی، آپؐ نے اس میں اپنا چہرہ انور دھویا اور دعا فرمائی اور اس میں اپنا لعاب دھن ڈالا اور فرمایا۔ جا، اس کے ساتھ اسے غسل دے اور اللہ سے شفا طلب کر۔ ام جندبؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا۔ میرے اس بیٹے کے لیے اس پانی میں سے تھوڑا سا پانی دے دے۔ سو میں نے اپنی انگلیوں سے تھوڑا سا پانی لیا اور اپنے ہاتھوں پر لگا کر بچے کے سر منہ پر مل دیا تو میرا وہ بیٹا نیکو کار لوگوں میں شمار ہونے لگا۔

فرماتی ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ تیرے بیٹے کا کیا بنا؟ تو اس نے بتایا۔ وہ مکمل طور پر ٹھیک ہو گیا ہے۔

اس حدیث شریف میں آپ کا عظیم معجزہ بلکہ دو معجزے ہیں۔ ایک تو حضرت نبی کریم ﷺ کی کلی والے پانی کی برکت جس سے ختمی خاتون نے اپنے بیٹے کو غسل دیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا اور دوسرا اُم جندب کے بیٹے کی ہدایت، جو اس پانی کے کچھ حصے کے سبب ہوئی جو اس کی ماں نے اس کے سر اور منہ پر مل دیا تھا۔

محمد بن حاطبؓ کے جلے ہوئے بازوؤں کا فوراً درست ہو جانا

حضرت اُم جمیلؓ اپنے بیٹے محمد بن حاطب کو اس کے بچپن کی خبر سناتی ہیں، ہوا اس طرح کہ محمد بن حاطب کے بازوؤں پر ابلیسی ہوئی ہنڈیا الٹ گئی تھی اور وہ اسے لیکر حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں، وہ اسے سنارہی ہیں کہ میں تجھے لیکر حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور عرض کی تھی۔ اے اللہ کے پیارے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ محمد بن حاطب ہے، تو آپ نے تیرے منہ پر اپنا لعاب مبارک تھوکا اور تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور تیرے لیے دعا فرمائی تھی اور آپ تیرے بازوؤں پر یہ پڑھتے ہوئے تھوکتے جا رہے تھے۔

((أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَأَشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))

تو میں تجھے لے کر ابھی کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ تیرے بازو مکمل طور پر ٹھیک ہو چکے تھے۔

اس طرح شفاء بخشنے والے اللہ نے بہت سے لوگوں کے لیے شفاء مقدر فرمائی اور آپ کی پھونک اور لعاب کو اس کا سبب بنا دیا تاکہ یہ برکت آپ کی نبوت کی ایک اور دلیل بن جائے۔ اور اہل ایمان اسے پڑھن کر جھوم جائیں۔

باب ہفتم

معجزات رسول ﷺ

تمہید

نبوت کے عظیم دلائل میں سے کچھ خرق عادت (اللہ کے تکوینی دستور کے برخلاف) افعال بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو عطا کرتا ہے اور دیگر تمام لوگ ان افعال کے کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور یہ افعال اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے (اس کے خواص بندوں کی) تکریم اور تائید کا ذریعہ ہوتے ہیں اور اس کے ان بندوں کے حق میں اسکی خوشنودی اور اسکی طرف سے تائید کی دلیل ہوتے ہیں جنہیں اللہ نبوت یا رسالت سے نوازتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی مدد اور توفیق سے ایسے آدمی کو قوت دے جو اس پر جھوٹ باندھتا ہو یا اس کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرتا ہو چنانچہ انبیاء اور مرسلین کو دیئے جانے والے معجزات میں سے ایک معجزہ اللہ کے نبی حضرت یوشع بن نون کا ہے اور وہ ہے اللہ کا سورج کو غروب ہونے سے روک دینا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((عَزَا نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَذْنَى لِلْقَرْيَةِ حِينَ صَلَوَةِ الْعَصْرِ
أَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ أَنْتِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ،
اللَّهُمَّ احْبِسْهَا عَلَى شَيْءٍ، فَحَبَسَتْ عَلَيْهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ
عَلَيْهِ))

”انبیاء میں سے ایک نبی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلا۔ اور نماز عصر یا عصر کے قریب بستی کے نزدیک پہنچا تو اس نے سورج سے کہا تو بھی مأمور (حکم الہی کا پابند) ہے اور میں بھی مأمور ہوں، اے اللہ اسے میرے مشن کی تکمیل کی خاطر گھڑی بھر جام کر دے سو وہ جام کر دیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے اسے فتح عطا فرمادی۔“

دیکھئے اللہ نے اپنے نبی یوشع بن نون کی دعا کی قبولیت اور اس کے اکرام کے پیش نظر، سورج کی رفتار کے بارے اپنا طریق کار بدل دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی تائید کی، جب انہوں نے سمندر کے پانی میں لاٹھی ماری تو اللہ نے اسے شق کر دیا اور اس میں ہموار راستے بن گئے جن پر نبی اسرائیل آرام و سکون سے چلتے ہوئے سمندر پار کر گئے۔

اور بالکل اسی طرح اللہ نے اپنے خاتم المرسلین رسول حضرت محمد ﷺ کی تائید کی اور ان کے ہاتھ سے روشن معجزات صادر کیے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ آپؐ ان (لوگوں) کے پاس اپنی نبوت پر دلالت کرنے والے معجزات لاتے تھے اور آپؐ کے معجزات کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہے۔ ♦

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان دونوں پیغمبروں کے معجزات کے منقطع ہونے اور ان پر صدیاں بیت جانے اور ان کی امتوں کے دنیا میں تتر بتر ہو جانے کے باوجود، ان کا یہ مقام و مرتبہ ہے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے متعلق کیا خیال ہے، جن کے معجزات اور براہین کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہے اور ان کا دور بھی قریب ہے اور ان کے راویان مخلوق الہی میں سب سے زیادہ سچے اور نیک ہیں اور ان کی روایات صدیوں سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ ♦

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والے معجزات سے تائید فرمائی اور مشرکین مکہ نے بہت سے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن وہ نہ تو ایمان لائے اور نہ ہی حق کے سامنے سرنگوں ہوئے بلکہ وہ تکبر اور عناد کی وجہ سے مزید سے مزید معجزات کے مطالبات کرتے چلے گئے۔ (قرآن مجید میں ہے)

﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۝
أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَعِيمٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا
۝ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ
وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرَفٍ أَوْ تَرْفَىٰ فِي
السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُؤْيَاكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُوهُ ۚ قُلْ سُبْحَانَ
رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ (الاسراء: ۹۰-۹۳)

”اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے پانی کا چشمہ نہ جاری کر دیں یا آپ کا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہوا اور اس کے بیج میں نہریں نہ جاری کر دیں یا جس طرح کہ آپ کہا کرتے ہیں ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ گرا دیں۔ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہ لے آئیں۔ یا جب تک آپ کا سونے کا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتاریں جسے ہم پڑھ لیں۔ آپ فرما دیجیے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔“

پہلا معجزہ شق قمر

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنی حجت تمام کرنے کے لیے اپنے پیغمبر ﷺ کو اسی جنس کا معجزہ عطا فرمایا جس کا وہ تمیز آپ سے مطالبہ کر رہے تھے اور وہ تھا چاند کا

شق ہو جانا۔ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا جو عزیز اور حکیم ذات کے اندازے کے بغیر برپا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ شیخین اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((إِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ فَرَقَتَيْنِ : فَرَقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ ، وَفَرَقَةٌ دُونَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ (إِشْهَدُوا))

”حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دور میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا جبل (حراء) کے اوپر رہا اور دوسرا اس سے نیچے سو حضرت رسول اللہ نے فرمایا۔ گواہ بن جاؤ“

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ایک ایسا عظیم معجزہ ہے کہ دیگر انبیاء کے معجزات اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس دنیا کے تمام قدرتی مادوں سے مافوق آسمان کی بادشاہت میں وقوع پذیر ہوا۔ جہاں تک کسی حیلہ سے بھی رسائی ممکن نہیں لہذا یہ ایک آشکارا معجزہ (دلیل نبوت) بن گیا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ معجزہ شق قمر کی بہت سی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ صحابہ کرام کی اس جماعت سے ان کی اسناد سے مروی ہے اور اس واقعہ کی شہرت اس کی اسناد سے بھی بے نیاز کر دیتی ہے اور پھر یہ واقعہ کتاب عزیز میں بھی مذکور ہے..... اور چاند اپنے شق ہونے کے دوران آسمان سے زائل نہیں ہوا تھا بلکہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور ایک حصہ جبل حراء کی شرقی جانب دوسرا حصہ غربی جانب چلا گیا اور جبل حراء ان کے درمیان رہا اور دونوں ٹکڑے آسمان پر ہی رہے اور اہل مکہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگ اپنی جہالت کی بنا پر یہ گمان

کرنے لگے کہ یہ مشاہدہ تو ہماری آنکھوں پر کسی طرح کے جادو کے سبب سے ہے چنانچہ انہوں نے باہر سے آنے والے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے ان کو اسی طرح کے مشاہدے کے خبر دی جو وہ کر چکے تھے۔ سو انہوں نے اس واقعہ کی صحت معلوم کر کے اسے درست مان لیا۔ ﴿

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ان آیات میں بیان کیا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أُمْرٍ مُسْتَقَرٌّ ۝﴾

(القمر)

”قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔“

دیکھیے، انہوں نے شق قمر بارے اپنی رویت کو نہیں جھٹلایا اور نہ ہی انہیں اس روشن معجزے کے مقابلے میں کوئی بہانہ ملا الا یہ کہ وہ حضرت رسول اللہؐ پر جادو کرنے کا بہتان لگائیں۔

علم و دانش کے اس دور میں اس عظیم معجزے کی نئے سرے سے تائید ہوئی ہے۔ چنانچہ امریکہ کی فضائی ایجنسی نے لوگوں کے لیے منعقدہ تقریب میں انٹرنیٹ کی سکرین پر چاند کی تصویر نشر کی جس میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک طویل ترین لکیر موجود ہے اور فلیکس کے ماہرین بڑے یقین سے یہ بات کہتے ہیں کہ قدیم دور میں چاند کے پھٹنے کی وجہ سے یہ نشان (خط- لکیر) موجود ہے (اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا):

﴿سَرَّيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝﴾ (حم مجدہ: ۵۳)

”ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن لے کر آنے والا پیغمبر) حق ہے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز سے آگاہ ہے۔“

دوسرا معجزہ کھجور کے درخت کا چل کر سامنے آنا

خرق عادت افعال میں سے ایک وہ معجزہ بھی ہے جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمایا اور وہ ہے بے جان (درختوں) کا آپ کے حکم کی فرمان برداری کرنا، حالانکہ ان کے بارے میں تگوبنی دستور اس کے برخلاف ہے۔ چنانچہ حضرت نبی کریم کے پاس بنو عامر قبیلے سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی آیا۔ آپ نے اسے فرمایا:

کیا میں تجھے کوئی نشان (نبوت) نہ دکھاؤں؟

اس نے کہا۔ ضرور دکھائیے۔

آپ نے ایک کھجور کے درخت کی طرف دیکھا، تو عامری شخص کہنے لگا۔

اس درخت کو بلائیے۔

آپ نے اس کو بلایا تو وہ تھرکتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

آپ نے اسے کہا۔ واپس چلا جا۔

تو وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔

عامری شخص (اپنی قوم کے پاس گیا اور ان سے) کہنے لگا۔

اے آل بنی عامر، میں نے آج تک اس سے بڑا جادو گر نہیں دیکھا۔

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ عامری نے کہا۔

وَاللّٰهُ لَا اَكْذِبُكَ بِشَيْءٍ تَقُولُهُ اَبَدًا

”اللہ کی قسم میں تیری کبھی ہوئی بات کو کبھی نہ جھٹلاؤں گا“ پھر کہا۔ اے آل

عامر بن صعصہ، اللہ کی قسم میں ان کی کبھی ہوئی بات کبھی نہ جھٹلاؤں گا۔“ ♦

کھجور کے درخت کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا اور اس کا جانا اور آنا حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت اور آپ کی سچائی کا ناقابل تردید ثبوت اور بہت بڑا معجزہ ہے۔

تیسرا معجزہ: دو درختوں کا آپ کی فرمانبرداری کرنا

اس معجزے جیسا ایک اور معجزہ امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے یہاں تک کہ ہم ایک کھلی وادی میں جا پہنچے حضرت رسول کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے چل پڑے تو میں پانی کا لوٹا بھر کر آپ کے پیچھے چل پڑا آپ نے کھڑے ہو کر اُدھر اُدھر دیکھا لیکن پردہ کے لیے کوئی شے نظر نہ آئی۔ البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے آپ ان میں سے ایک کی طرف چل پڑے اور اس کی شاخوں میں ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میری فرمانبرداری کر۔ تو وہ آپ کے پیچھے نکیل والے اونٹ کی طرح چل پڑا حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آ گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میرا تابع فرمان ہو جا۔ تو وہ بھی اسی طرح آپ کے پیچھے چل پڑا یہاں تک کہ آپ ان دونوں کو لے کر ان دونوں کے درمیان برابر کی مسافت پر چلے گئے اور ان دونوں کو اکٹھا کر کے فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میرے اوپر باہم مل جاؤ۔ چنانچہ وہ مل گئے پھر حضرت جابر اپنی حدیث مکمل کرتے ہیں اور حضرت رسول کریم ﷺ کے قضائے حاجت سے فارغ ہونے اور ان درختوں کے اپنی حالت پر لوٹ آنے کا قصہ سناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ کو اپنی طرف آتے دیکھا اور وہ دونوں درخت جدا ہو گئے اور اپنے تنوں پر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں مثلاً دو درختوں کا اپنی جگہوں سے اکھڑنا اور پھر جمع ہونا اور پھر جدا ہونا۔

چوتھا معجزہ: ایک درخت کا آپ کے اشارے پر چلتا ہوا آنا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مکہ کی وادیوں میں مشکلات کے دور میں اسی نوعیت کے معجزے سے اپنے حبیب ﷺ کے دل کو مضبوط کیا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جناب رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت اہل مکہ کی مار پیٹ کی وجہ سے آپ کا چہرہ اُور خون آلود تھا اور آپ بڑے غمگین تھے۔ انہوں نے آپ کی خیریت پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ان اہل مکہ نے میرے ساتھ یہ کچھ کیا ہے حضرت جبرائیل نے عرض کی، اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کو کوئی نشان (نبوت) دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا، ہاں، دکھاؤ۔

تو انہوں نے وادی کے پیچھے والے درخت کی طرف دیکھا اور کہا۔ اس درخت کو اپنی طرف بلائیے آپ نے اسے اپنی طرف بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت جبرائیل نے کہا، اب اسے واپس جانے کا حکم دیجیے۔ آپ نے اسے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ واپس پلٹ کر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا حَسْبِيَ (مجھے اتنا ہی کافی ہے)۔

یہ معجزہ بھی حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت کی ایک اور دلیل ہے۔

پانچواں معجزہ: آپ کے ہاتھوں میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا

انبیائے کرام کے معجزات سے میں سے ایک معجزہ وہ بھی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا یہ نبی، اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو اس کی معیت میں تحت العری سے لیکر اوج کو چھونے والے پہاڑ اور پرندے بھی تسبیح شروع کر دیتے چنانچہ سورۃ انبیاء میں ہے۔

﴿وَمَسْجُورٌ نَّامِعٌ دَاوُدَ الْجَبَّالِ يُسَبِّحُنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ﴾

(الانبیاء: ۷۹)

◆ دلائل النبوة ابو القاسم اصبحانی (۵۶/۱)

”اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو بھی مسخر کر دیا وہ ان کے ساتھ ہی تسبیح بیان کرتے تھے اور ہم ایسا کرنے والے ہیں۔“
(سورہ سباء میں ہے)

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَالنَّارُ لَہُ الْحَدِيدُ﴾ (سباء: ۱۰)

”اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضل عطا فرمایا اے پہاڑو تم بھی اس کے ساتھ تسبیح بیان کرو (ہم نے پرندوں کو) ان کے تابع کر دیا اور اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔“

اس عظیم معجزے کی طرح اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی تائید عطا کی کہ ان کے سامنے جمادات نے تسبیح بیان کی اور آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں۔

((لَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُوَكِّلُ اِي بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ))

”ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے جب وہ حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھا جا رہا ہوتا تھا۔“

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک حلقے میں حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا اور آپ کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں جو آپ کے ہاتھ میں تسبیح بیان کر رہی تھیں اور ہم میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ بھی موجود تھے اور حلقہ میں موجود تمام لوگ ان کی تسبیح سن رہے تھے پھر آپ نے وہ کنکریاں ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھما دیں تو وہ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں اور ان کی تسبیح کی آواز کو حلقہ میں موجود تمام لوگوں نے سنا پھر ابوبکرؓ نے وہ کنکریاں حضرت رسول کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے دیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھما دیں تو وہ

ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں اور ان کی تسبیح کی آواز کو حلقہ میں موجود سب لوگوں نے سنا پھر آپؐ نے وہ کنکریاں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں دے دیں تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں پھر آپؐ نے وہ ہمارے ہاتھوں میں دیں تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں تسبیح نہ پڑھی۔ ♦

امام ابن کثیر رحمہ اللہ آپؐ کے اس معجزے اور آپ کے بھائی داؤد علیہ السلام کے معجزے کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی چھوٹی پتھر ملی کنکریوں سے تسبیح کا صدور، جن میں ہوا گزرنے کی جگہ بھی نہیں ہوتی، زیادہ تعجب انگیز ہے بنسبت پہاڑوں کی تسبیح کے کیونکہ ان میں غاریں بھی ہوتی ہیں اور خالی کونے بھی ہوتے ہیں اور عموماً اس طرح کی جگہوں میں بلند آواز (چاروں اطراف سے) نکراتی ہے تو گونج پیدا ہوتی ہے لیکن بغیر تسبیح کے کیونکہ تسبیح کی آواز سے پہاڑوں کا گونج اٹھنا حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی ہتھیلیوں میں پتھر ملی کنکریاں کا تسبیح پڑھنا زیادہ تعجب انگیز ہے۔ ♦

شاعر نے یہ کہتے ہوئے سچ بیان کیا کہ

لَئِنْ سَبَّحْتَ صُمَّ الْجِبَالِ مُجِيبَةً
لِدَاوُدَ أَوْ لَأَنَّ الْحَدِيدَ الْمُصَفَّحَ
فَإِنَّ الصَّخُورَ الصَّمَّ لَأَنْتَ بِكَفِّهِ
وَلَأَنَّ الْحَصَى فِي كَفِّهِ لَيَسْبَحَ

”اگر داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے جواب میں پتھر ملے پہاڑ تسبیح بیان کرتے تھے یا

♦ (طبرانی فی الاوسط (۱۲۳۳) البزارح (۴۰۴۰) امام یحییٰ فرماتے ہیں کہ علامات نبوت میں اس سے اچھی اسانید بھی ہیں اس کی سند صحیح ہے مجمع الزوائد (۵/۳۲۷) امام البانی نے معاصی السنہ کی تخریج میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ح (۱۱۳۶)

♦ البداية والنهاية (۶/۲۸۶)

ٹھوس لوہا ان کے لیے نرم ہو جاتا تھا۔ تو حضرت محمد رسول اللہ کی ہتھیلی پر گول اور ٹھوس چٹانیں نرم ہو جاتی تھیں اور کنکریاں ان کی ہتھیلی میں تسبیح بیان کرتی تھیں۔“

چھٹا معجزہ: جمادات کا آپ کو سلام کرنا

اور آپ کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ آپ کے سامنے جمادات کا بولنا بھی شامل ہے۔ جمادات اصلاً عقل اور نطق کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کو آپ کی رسالت کی تصدیق کے لیے بولنے کی طاقت دے دے تو وہ اس کی اپنے نبی کے دعویٰ نبوت کہ، مجھے اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، ذاتی شہادت ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کو ان کی نبوت سے قبل اس نوع کی نشانی دکھائی گئی کہ ایک پتھر آپ کو سلام کہا کرتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

((إِنِّي لَا عَرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ،
إِنِّي لَا عَرِفُهُ الْآنَ))

”میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے نبی بننے سے قبل مجھ کو سلام کہتا تھا، میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے۔

اور آپ کی بعثت کے بعد تو صحابہ کرام نے اس طرح کے معجزے کا نظارہ بھی کیا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ بِمَكَّةَ فَخَرَجَ، فَبَعْضُ نَوَاحِيهَا، فَمَا اسْتَقْبَلَهُ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ

♦ ((اللہ))

”ہم رسول اللہ کے ساتھ مکہ میں تھے آپؐ کسی نواحی آبادی کی طرف نکلے تو جو بھی درخت یا پہاڑ سامنے آیا اس نے کہا۔ اے اللہ کے رسول آپؐ پر سلام ہو۔“

یہ آیات اور معجزات، رسول اللہؐ پر سلام اور آپؐ کے اور آپؐ کے صحابہ کے سامنے تسبیح پر بس نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے ان کو آپؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینے کے لیے بولنے کی صلاحیت بھی بخشی تھی۔

ساتواں معجزہ: پہاڑی کیکر کا تین مرتبہ شہادتین کی گواہی دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ ایک اعرابی سامنے آیا جب وہ حضرت رسول اللہ کے قریب ہوا تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تو بھلائی چاہتا ہے؟ اس نے پوچھا۔ وہ کیا بھلائی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **تَوَلَّ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** کی گواہی دے دے۔ اس نے کہا۔ تیری اس دعوت کی (سچائی) پر کون شہادت دے گا؟ آپؐ نے درخت کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ کیکر کا درخت، وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا آپؐ نے اسے بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اس سے تین مرتبہ اس کلمے کی شہادت طلب کی تو اس نے تینوں مرتبہ آپؐ کے بولے ہوئے الفاظ پڑھ کر شہادت دی۔ اس کے بعد وہ واپس اپنے اگنے کی جگہ پر لوٹ گیا۔ اور وہ اعرابی آپؐ سے یہ کہتا ہوا۔ واپس اپنی قوم کی طرف چلا گیا کہ اگر وہ میرے پیچھے لگ گئے تو میں ان سب کو لے کر حاضر ہوں گا ورنہ میں واپس آ کر

♦ (ترمذی ح (۳۶۲۶)۔ حاکم (۲/۶۷۷) ووافقه الذہبی فی تصحیحہ ابو یعلیٰ

ح (۵۶۲۳) وصححه الالبانی فی صحیح ترغیب (۱۲۰۹)

آپ کے ساتھ مل جاؤں گا۔

آٹھواں معجزہ: کھجور کے تنے کا ہلک بلک کر رونا

حضرت نبی کریم ﷺ کو عطا کیے گئے خوارق عادات افعال میں سے عظیم تر خرق عادت فعل کھجور کے اس تنے کا ہلک بلک کر رونا ہے جس پر آپ جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہ ایک مشہور قصہ ہے جس کا بہت سے صحابہ کرام نے مشاہدہ کیا۔ حضرت جابرؓ اس تنے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ ایک درخت یا کھجور کے تنے پر جمعۃ المبارک کے دن خطبہ ارشاد فرماتے تھے ایک انصاریہ خاتون نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ہم آپ کے لیے منبر نہ بنا دیں؟

آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو بنا دو۔ چنانچہ اس نے منبر بنوا دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ اس منبر کی طرف تشریف لے گئے۔ تو کھجور کا وہ تنہا اس طرح ہلکنے لگا جس طرح کوئی بچہ اپنی ماں کی جدائی پر ہلکتا ہے پھر آپ منبر پر سے اترے اور اسے اپنے سینے سے لگایا اور اسے رونے والے بچے کو دلا سہ دینے کی طرح دلا سہ دینے لگے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہ اس بنا پر رو دیا کہ وہ اپنے پاس اللہ کا ذکر سنتا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھجور کے تنے کا رونا اور چاند کا پھٹنا مستفیض اسناد سے نقل کیا گیا ہے اور ائمہ حدیث میں سے جو کوئی اس کی اسناد کے طرق سے آگاہ ہے اسے قطعی الثبوت (یقینی علم) کا فائدہ دیتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حنین جذع (تنے کے رونے) کا قصہ ان ظاہری امور میں سے ہے جسے بعد والوں نے اپنے سے پہلے والوں سے اخذ کیا ہے اور اس قصے کی شہرت اور اس کے خاص و عام کو معلوم ہونے کے بعد خصوصی طور پر اس سے

دارمی ح (۲)۔ ابن حبان نے (۵۱۹) اور البانی نے صحیح مشکوٰۃ (۵۸۶۸) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

بخاری ح (۳۵۸۳)

فتح الباری (۶/۶۸۵)

متعلقہ روایات کو بیان کرنا محض تکلف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ نے کسی نبی کو اتنے معجزات نہیں دیئے جتنے حضرت محمد (رسول اللہ) کو دیئے ہیں۔ عمرو بن سواد نے ان سے کہا۔ حضرت عیسیٰ کو تو فوت شدہ کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا تھا!

آپؐ نے فرمایا۔ حضرت محمد (رسول اللہ) کو جذع کے حنین کی وجہ سے سنائی دینے والی آواز کا معجزہ دیا گیا۔ اور یہ معجزہ اس سے بڑا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات کہ (یہ اس سے بڑا ہے) اس لیے کہی کہ بھجور کا ”تتا“ زندگی کا محل نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود جب رسول کریم ﷺ اسے چھوڑ کر منبر کی طرف گئے تو اسے شعور اور وجد حاصل ہو گیا اور وہ رویا اور یوں بلبلا یا جس طرح حاملہ اونٹنی بلبلا تی ہے حتیٰ کہ رسول اللہ اس کی طرف اترے اور اسے سینے سے چپکا لیا۔



فتح الباری (۶/۲۹۸)

فتح الباری (۶/۲۹۸)

(البداية والنهاية (۶/۲۷۶)

باب ہشتم

حضرت رسول کریم ﷺ کی دعا اور لعاب کی برکت سے مأكولات و مشروبات کی مقدار کا بڑھ جانا

تمہید

انسانوں کے بارے میں اللہ کے قانون فطرت سے مستثنیٰ امور خوارق کہلاتے ہیں اگر وہ امور صالحین کے ہاتھوں رونما ہوں تو وہ کرامات کہلاتے ہیں اور اگر وہ انبیاء کرام کے ہاتھوں رونما ہوں تو معجزات کہلاتے ہیں اور یہ معجزات، انبیاء کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں، مثلاً اللہ ان کے ہاتھوں میں ایسی برکت رکھ دیتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے:

﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا

أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ (مریم)

”کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے ۝ اور میں جہاں رہوں (اور جس حال میں رہوں) مجھے صاحب برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔“

ہمارے ہادی اور مرشد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی مبارک نبی تھے اور ان کے ہاتھوں پر اللہ نے جو برکت رکھی تھی وہ آپ کی نبوت و رسالت پر ناقابل تردید برہان

اور روشن دلیل ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث اور بہت سے واقعات منقول ہیں جو ایسی برکات کے بیان پر مشتمل ہیں جو اللہ نے حضرت رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر رکھی تھیں اور ان کی برکت سے قلیل مقدار والی اشیاء کثیر مقدار میں بدل گئیں۔ اور وہ ہم تک ایسی صحیح اسناد سے پہنچی ہیں جو حد تو اتر کو پہنچ گئی ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اس طرح کی اخبار آحاد اتنی کثرت سے مروی ہیں کہ ان کی مجموعی تعداد حد تو اتر سے بھی متجاوز ہے اور اور وہ اخبار آحاد جس چیز کے بیان کرنے میں مشترک ہیں اس سے قطعی علم حاصل ہو گیا اور وہ ہے حضرت نبی کریم ﷺ کو عطا کی جانے والی خرق عادت برکت، مثلاً سب کے سامنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کا زیادہ مقدار میں بدل جانا، پانی کا پھوٹنا اور زیادہ ہو جانا، کھانے کا تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے کا رونا وغیرہ۔
قلیل سی کھجوروں کا سینکڑوں من ہو جانا

اس طرح کی بہت سی احادیث جو اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے متواتر ہیں، ان میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ قرض تھا، میں نے ان کے قرض خواہوں کو پیش کش کی کہ وہ قرضے کے بدلے کھجوریں لے لیں وہ جتنی بھی ہوں، لیکن وہ نہ مانے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ کھجوروں کی مقدار اتنی نہیں کہ قرض کی رقم پوری ہو سکے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں یہ بات سنائی، تو آپؐ نے فرمایا۔ جب تو ان کھجوروں کو اتار کر مرید (کھجوریں خشک کرنے کی جگہ) پر رکھ دے تو، تو نے رسول اللہ ﷺ (یعنی مجھ) کو اطلاع دینی ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ پھر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی تھے آپؐ مرید پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی، پھر

آپؐ نے فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلا اور انہیں ماپ کر دیتا جا۔

جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہ چھوڑا جس کا میرے باپ پر قرض ہو اور میں نے اسے پورا پورا نہ دیا ہو۔ پھر بھی تیرہ وسق (دو ہزار کلوگرام یعنی پچاس من) کھجوریں بچ گئیں (سبحان اللہ)..... فرماتے ہیں کہ میں مغرب کے وقت حضرت رسول اللہ ﷺ سے ملا اور ان کے سامنے اس صورتحال کا تذکرہ کیا تو آپؐ مسکرا دیئے اور فرمایا۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے پاس جاؤ اور انہیں اس بات کی خبر دو (جب میں نے انہیں خبر دی) تو انہوں نے فرمایا۔ ہم پر یقین تھے کہ جب آپؐ نے ایسا کہا ہے تو ایسا ہو کر رہے گا (یعنی ان تھوڑی سی کھجوروں سے سارا قرض ادا ہو جائے گا کیونکہ آپؐ نے برکت کی دعا فرمائی ہے)۔ ♦

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قصے میں نبوت کی آشکارا علامت ہے کیونکہ قلیل مقدار اتنی کثیر ہو گئی کہ بہت سا قرض ادا ہو گیا اور کھجوریں پھر بھی بچ رہیں۔ ♦

صاع بھر آٹے اور چار کلو گوشت کا ہزار آدمیوں کو کفایت کر جانا

حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں برکت سے زیادہ تعجب انگیز برکت ایک اور موقع پر دیکھی گئی۔ یہ غزوہ خندق کے دنوں کی بات ہے، اس دن جابرؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کی طرف لوٹ گیا اور اس سے کہا۔ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اس نے چمڑے کی بوری سے ایک صاع (اڑھائی کلو) جو نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے اور ہمارے گھر بکری کا ایک پٹھورا تھا، جسے میں نے ذبح کر دیا۔

♦ بخاری ح (۲۷۰۹)۔ مسلم ح (۲۰۳۹)

♦ فتح الباری (۶/۶۸۸)

پھر میں جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹنے لگا تو میری بیوی نے کہا۔ مجھے اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔

وہ اس وجہ سے ڈر گئی کہ آپ سب ساتھیوں کو بلا لیں گے اور کھانا پورا نہ ہو سکے گا تو وہ عورتوں کے ہاں رسوا ہو جائے گی کہ وہ مہمانوں کا کھانا ہی پورا نہ کر سکی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس آیا اور آپ کے کان میں یہ بات کہی کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے ایک پھٹورا ذبح کیا ہے اور ہمارے گھر میں ایک صاع جو تھے جن سے میں نے آٹا پیس لیا ہے۔ لہذا آپ اپنے چند ساتھیوں سمیت تشریف لائیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے باواز بلند صدا لگا دی کہ اے اہل خندق، جابرؓ نے تمہارے لیے کھانا پکایا ہے لہذا آؤ ان کے ہاں چلیں۔ اور جابرؓ سے کہا۔ جب تک میں نہ آؤں اس وقت تک ہنڈیا چولھے سے نہ اتارنا اور نہ ہی آٹے سے روٹیاں پکانی شروع کرنی ہیں۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں جلدی سے گھر پہنچا اور حضرت رسول اللہ ﷺ بھی سب لوگوں کے آگے آگے چلتے ہوئے گھر تشریف لے آئے میں اپنی بیوی کے ہاں پہنچا تو اس نے مجھے سخت سُست کہنا شروع کر دیا۔ اس نے حضرت جابرؓ کو اس بنا پر ملامت کی اور سخت سُست کہا کہ تھوڑا سا کھانا اتنی بڑی تعداد کو کیسے پورا کیا جائے گا۔ اس کے خیال میں جابرؓ نے اس کی بات، حضرت رسول کریم ﷺ تک نہیں پہنچائی جبکہ جابرؓ کا کہنا تھا کہ تو نے مجھے جو کچھ کہا وہ میں نے آپ کے گوش گزار کر دیا تھا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا آٹا آپ کے سامنے رکھا تو آپ نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر آپ ہماری ہنڈیا کی طرف آئے اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور پھر میری بیوی سے کہا اب کسی روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ وہ تیرے ساتھ روٹیاں پکائے اور اپنی ہنڈیا کے نیچے

آگ دہکاؤ اور اسے چولہے سے نہ اتارنا۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنے والے مہمان، ہزار کی تعداد میں تھے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انہوں نے جی بھر کر کھانا کھایا اور باقی چھوڑ دیا..... اور ہماری ہنڈیا برابر اسی طرح بھری ہوئی تھی اور جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا جس سے روٹیاں پکائی جا رہی تھیں اسی طرح پڑا تھا۔ ﴿سبحان اللہ﴾

حضرت نبی کریم ﷺ نے ہزار آدمیوں کو وہ کھانا کھلا دیا جو پانچ چھ آدمیوں کو بمشکل کفایت کر سکتا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جابر کے کھانے کی حدیث میں فوائد کی بہت سی انواع ہیں اور قواعد کے جملے ہیں ان میں سے ایک تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے نشانات کا روشن علم اور صاف سیدھی اور ستھری دلیل اور یہ حدیث اپنے ضمن میں اعلام نبوت کے دو علم (نشان) رکھتی ہے۔ ایک تو تھوڑی مقدار کے کھانے کا کثیر مقدار ہونا اور دوسرا اس بات کا آپ کو علم ہو جانا کہ یہ تھوڑا سا کھانا جو عام طور پر پانچ چھ آدمیوں کو کفایت کر سکتا ہے اسکا ہزار سے زیادہ آدمیوں کو کافی ہو جانا اور آپؐ نے جابر کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی ہزار آدمیوں کو بلا لیا حالانکہ آپ کو پتہ بھی تھا کہ جابر کا کھانا فقط ایک صاع جو اور ایک پھورے تک محدود ہے۔ ﴿

صاع بھر آٹے اور بکری کی کلیجی کا ایک سو تیس آدمیوں کو کفایت کر جانا

سب سے زیادہ تعجب انگیز اور برکت کے اعتبار سے عظیم تر قصہ وہ ہے جو ہم تک سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پہنچا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم ایک سو تیس آدمی حضرت رسول کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے ہم سے پوچھا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟ چنانچہ ایک آدمی کے پاس ایک یا تقریباً ایک صاع آٹا تھا جسے گوندھا گیا۔ پھر ایک لمبا ترنگا اور بکھرے ہوئے بالوں والا مشرک

بخاری ح (۳۱۰۲)۔ مسلم ح (۲۰۲۹) لفظ مسلم کے ہیں۔

شرح نووی (۱۳/۲۱۷)

بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ آپؐ نے اس سے کہا۔ ایک بکری عطیہ دے گا یا قیمتاً؟ اس نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ قیمتاً۔

آپؐ نے اسے قیمت ادا کر کے بکری خرید لی اور اس کا گوشت بنایا گیا۔ اور آپؐ نے اس کی کھجی پکانے کا حکم دیا۔ اور اللہ کی قسم ان ایک سو تیس افراد میں سے کئی ایسا نہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے کھجی کا گوشت نہ دیا ہو جو کوئی موجود تھا اسے اس کا حصہ دیا اور جو غیر حاضر تھا اس کا حصہ رکھ لیا۔ آپؐ نے اس سے بڑے سائز کے دو برتن بھر دیئے اور ہم سب نے اکٹھے ہو کر کھایا اور خوب سیر ہوئے اس کے باوجود دو برتنوں بھرا گوشت بچ رہا جسے ہم اونٹ پر رکھ کر لے آئے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کے دو روشن معجزات بیان ہوئے ہیں ایک تو کھجی کی مقدار کا اس قدر بڑھ جانا کہ وہ اتنی بڑی تعداد کو کافی ہو گئی دوسرا یہ کہ ایک صاع (اڑھائی کلو) جو اور بکری کے گوشت کا اتنا زیادہ ہو جانا کہ وہ سب کے سب اسے کھا کر سیر ہو گئے اور جب کسی کو کھانے کی مزید طلب نہ رہی تو بچا ہوا کھانا اٹھا کر ساتھ لے آئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں برکت کا حیرت انگیز قصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ادراک کر لیا تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ برکت کے کس مقام پر فائز ہیں۔ ان کے دل میں طمع پیدا ہوا کہ وہ بھی آپؐ کی برکت کا کچھ حصہ سمیٹ لیں چنانچہ وہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں کھجوریں لے کر حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ میرے لیے ان میں برکت ڈال دے۔ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے وہ کھجوریں اپنے سامنے بچھا دیں پھر برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا۔ اسے اپنے تھیلے میں ڈال لو اور اس میں ہاتھ ڈال

بخاری ح (۳۶۱۸)۔ مسلم ح (۲۰۵۶)

شرح نووی (۱۴/۱۳)

کھجوریں نکالتے رہنا اور انہیں باہر نہ نکالنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں سے اتنے اتنے دق اللہ کی راہ میں صدقہ بھی دیا اور ہم کھاتے کھلاتے رہے اور وہ تھیلا میری کمر سے ہی بندھا رہتا تھا۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو وہ تھیلا میری کمر سے ٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ ♦

چنانچہ ابو ہریرہؓ تقریباً پچیس سال اس تھیلے سے کھاتے رہے اور یہ سب کچھ حضرت رسول کریم ﷺ کی برکت سے تھا تاکہ یہ بھی حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ایک اور دلیل بن جائے۔ اس مقصد یا دیگر مقاصد کے لیے قاضی عیاض نے حضرت نبی کریم ﷺ کی برکات مثلاً نکثیر طعام اور برکت دعا پر مشتمل احادیث بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اس فصل کی حدیث کے معنی پراٹھارا، انیس صحابہ کرام جمع ہوئے ہیں اور ان سے دگنی تعداد میں تابعین نے ان سے یہ روایات بیان کی ہیں اور پھر ان کے بعد بے شمار لوگوں نے اور ان میں سے اکثر احادیث مشہور قصوں اور پرہجوم مجلسوں میں بیان ہوئی ہیں اور حق کے بغیر ان کے متعلق گفتگو کرنا ممکن نہیں اور اگر ان میں کوئی چیز منکر معلوم ہوتی تو وہاں موجود شخص اس پر خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ ♦

وہ اپنے خیال میں سمجھتے ہیں۔

کہ (برکات کے بیان پر مشتمل) اس طرح کی احادیث اتنے طرق سے منقول ہیں کہ ان پر تو اتر کا گمان ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی احادیث کے بیان کے مواقع میں بہت سے صحابہ کرام اور ان کے علاوہ لوگ موجود ہوتے تھے، ان میں سے کسی نے بھی ان کے راویوں کا معارضہ نہیں کیا اور وہ محدثین ان روایات کو ان کی شہرت اور سچائی کی وجہ سے روایت کرتے تھے۔

چند کلو اناج سے چودہ سو آدمیوں کا سیر ہو جانا

حضرت سلمۃ بن اکوعؓ حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلتے

♦ احمد ح (۱۸۱۱۳)۔ ترمذی ح (۲۸۳۹) وحسنہ الالبانی

♦ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى (۲۸۹/۱)

ہیں تو کٹھن صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے چند اونٹوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے نبیؐ نے حکم دیا تو ہم نے اپنا زادراہ اکٹھا کیا اور چمڑے کا ایک بچھونا بچھایا اور تمام لوگوں کا آنا ستواں پر ڈھیر کر دیا۔

حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں اوپر اٹھ کر دیکھنے لگا تا کہ اندازہ کروں کہ یہ کتنا ہو گیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے اندازہ کیا تو اتنی جگہ برابر نکلا جتنی جگہ پر بکری بیٹھتی ہے اور ہم لوگ چودہ سو کی تعداد میں تھے۔ فرماتے ہیں ہم نے اسے کھایا یہاں تک کہ ہم تمام آدمی سیر ہو گئے پھر ہم نے اس سے اپنے تھیلے بھر لیے پھر اللہ کے نبیؐ نے پوچھا۔ کیا وضوء کے لیے پانی ہے؟ کہتے کہ ایک آدمی اپنا برتن لایا اس میں پانی کی چند بوندیں تھیں آپؐ نے اسے ایک ٹب میں ڈال دیا تو ہم سب نے اس سے وضوء کر لیا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کے دو ظاہری معجزات بیان ہوتے ہیں اور وہ ہیں نکثیر طعام (کھانے کا بڑھ جانا) اور نکثیر الماء (پانی کا بڑھ جانا) اور یہ ظاہری نکثیر ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس میں تحقیق معجزہ یہ ہے کہ جب بھی ان میں سے کوئی لقمہ کھایا جاتا یا کوئی گھونٹ پیا جاتا اللہ اس کے بعد اتنا اور پیدا کر دیتا جو اس کا قائم مقام بن جاتا۔

اناج کی چھوٹی سی ڈھیری کا ہزاروں مجاہدین کو کافی ہو جانا

حضرت رسول کریم ﷺ کی برکات کی روایات جو اپنے معنی کے اعتبار سے معکاث اور متواتر ہیں، اُن میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کی ہے سچے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کسی سفر (تبوک) میں حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور ساتھیوں کا زاد سفر ختم ہو گیا حتیٰ کہ ان سب نے کسی اونٹنی کو ذبح کرنے کا ارادہ

کر لیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی۔

اے اللہ کے رسول ﷺ ہماری آرزو یہ ہے کہ آپؐ لوگوں کا بچا بچھا زبدر راہ ایک جگہ جمع کرنے کا حکم فرمائیں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے لوگوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو ان میں ہر کوئی مٹھی بھر جو اور مٹھی بھر باجرہ اور مٹھی بھر کھجوریں لے آیا اور اسے چمڑے کے بچھونے پر رکھنے لگا یہاں تک کہ اناج کی چھوٹی سی ڈھیری بن گئی اور آپؐ نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور پھر لوگوں کو حکم دیا کہ لو اب تم اس سے اپنے اپنے تھیلے بھر لو چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے تھیلے اچھی طرح پُر کر لیے۔ اس موقع پر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآتَى رَسُولُ اللَّهِ))

”جو کوئی آدمی ان (شہادتوں) میں شک کیے بغیر اللہ سے ملا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ ◆

اللہ تعالیٰ نے ان کے بچھے کچھے زاد راہ میں برکت فرمائی اور ان کا تھوڑا سا کھانا، حضرت نبی کریم ﷺ کی برکت سے بہت زیادہ ہو گیا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کی ظاہری علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور اس طرح کی نظائر اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا مجموعہ تواتر کی شرائط کو پورا کرتا ہے اور علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور علماء نے ان سب کو جمع کیا ہے اور اس سلسلے میں مشہور کتابیں تالیف کی ہیں۔ ◆

جو کی چند روٹیوں کا ستر یا اسی صحابہ کو کافی ہو جانا

آپؐ کے دلائل نبوت میں سے ایک اور دلیل جسے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

◆ مسلم ح (۲۷)

◆ (شرح مسلم نووی (۱/ ۲۲۲)

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ (انصاری) اپنی بیوی اُمّ سلیم کے گھر داخل ہوئے اور اس سے کہا۔ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی کمزوری آواز سنی ہے اور میرے علم کے مطابق بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اُمّ سلیم نے جو کی روٹیاں نکالیں اور پھر اپنا دوپٹہ نکال کر اس کے کچھ حصے میں لپیٹ دیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا اور باقی دوپٹے کو میرے اوپر لپیٹ دیا اور پھر مجھے نبی کریم ﷺ کی طرف بھیج دیا چنانچہ میں آپؐ کی طرف گیا تو آپؐ لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں آپؐ کے اوپر کھڑا ہو گیا۔ تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تجھے ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا، ہاں، آپؐ نے فرمایا۔ کھانا دیکر؟ میں نے جواب دیا: ہاں، آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اٹھو!

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ آپؐ چل پڑے اور میں ان کے آگے چلتا ہوا ابو طلحہؓ کے پاس پہنچ گیا اور انہیں اس بات کی خبر دی انہوں نے اُمّ سلیم سے کہا: حضرت رسول کریم ﷺ لوگوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے؟ اس نے کہا۔ اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں چنانچہ ابو طلحہؓ (انصاری) گھر سے چل کر حضرت رسول اللہ ﷺ سے (راستہ میں) ملے۔ آپؐ تشریف لائے اور ابو طلحہؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔

اُمّ سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ

اُمّ سلیم نے وہ روٹیاں پیش کر دیں۔ آپؐ نے انہیں کھڑے کھڑے کرنے کا حکم دیا اور پھر اُمّ سلیم نے ان کھڑوں پر گھی انڈیل کر سالن بنا دیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس پر جو اللہ نے چاہا وہ پڑھا (یعنی برکت کی دعا کی) اور پھر فرمایا دس آدمیوں کو اندر بلاؤ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ دس آدمیوں کو اندر بلاؤ سو وہ آئے اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے اور (اس طریقے سے) سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا اور وہ صحابہ ستر یا اسی کی تعداد میں

تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قول ((أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ)) اور (أَبْطَعَام) میں نبوت کے دو دلائل ہیں (کیونکہ آپ نے اللہ کے الہام کی بنا پر ابو طلحہ کے بھیجنے اور کھانا دیکر بھیجنے کی خبر دی) اور حصول برکت کے علم ہونے کی وجہ سے) ان سب کو لیکر آنا تیسری دلیل ہے اور کھانے کا بڑھ جانا چوتھی دلیل ہے۔

اس واقعے اور اس طرح کے دیگر واقعات میں صحابہ کرام کی ایک خاصی تعداد موجود ہوتی تھی اور اس طرح کی احادیث میں حاضرین کی کثرت اور لوگوں میں ان کی شہرت کی بنا پر کذب کا امکان محال ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی صحابی اس طرح کا عجیب معاملہ بیان کرے اور اس میں اپنے ساتھ اپنے ساتھیوں کی شمولیت کا حوالہ دے اور وہ اس کی روایت اور دعویٰ کو سن رہے ہوں یا ان کو اس طرح کے عجیب واقعات کی خبر ملے اور وہ اس پر انکار نہ کرتے ہوں تو ان کا ان باتوں کی تصدیق کرنا، ان واقعات کی صحت کی قطعیت پر دال ہے۔

گھونٹ بھر گلی کی برکت سے چند گھونٹ پانی کا منوں کے حساب سے

بڑھ جانا

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے، لوگوں نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی، آپ سواری سے نیچے اترے اور اپنے دو صحابہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ جاؤ پانی تلاش کرو، وہ دونوں چل پڑے، انہیں راستے میں ایک اونٹ سوار عورت ملی جو پانی کے دو مشکیزوں کے درمیان پاؤں لٹکائے ہوئے تھی انہوں نے اس

بخاری ح (۳۵۷۸)۔ مسلم ح (۲۰۴۰)

شرح مسلم (۲۱۹/۱۳)

شرح نووی (۲۵/۱۲)

سے پوچھا کہ تیرے پاس پانی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ پانی کہاں؟ میں تو دن رات کے چوبیس گھنٹوں کی مسافت سے پانی لا رہی ہوں انہوں نے اس سے کہا ہمارے ساتھ چل! اس نے پوچھا، کہاں؟ انہوں نے کہا، اللہ کے رسولؐ کی طرف۔ وہ کہنے لگی، اس صابی کی طرف، انہوں نے کہا، ہاں اسی کی طرف جسے تو اپنی سمجھ کے مطابق ایسا کہہ رہی ہے، وہ ان کے ساتھ چل پڑی اور حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گئی اور اس نے آپؐ کے پوچھنے پر وہی کچھ بتایا جو وہ ان دونوں کو بتا چکی تھی اور مزید یہ بھی کہا کہ میں یتیم بچوں کی ماں ہوں۔ آپؐ نے پانی کا برتن منگوا یا اور اس کے اونٹ کو بٹھا کر اس پر لدے ہوئے دونوں مشکیزوں پر دست مبارک پھیرا اور ان کے منہ کھول کر ان سے تھوڑا تھوڑا سا پانی اپنے برتن میں انڈیل دیا اور اس میں منہ بھر کھلی ڈال دی اور ان مشکیزوں کے منہ اچھی طرح باندھ دیئے، پھر آپؐ نے لوگوں میں اعلان کروا دیا کہ آؤ پانی پو اور پلاؤ تو جس نے چاہا اس نے پیا اور جنہوں نے مانگا انہیں پلایا اور ہر ایک نے اس برتن سے اپنے اپنے مشکیزے اور چھالگلیں بھر لیں اور وہ پاس کھڑی یہ منظر دیکھتی رہی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ پانی کا برتن جس میں ہم نے پانی پینا شروع کیا وہ پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت رسول کریم ﷺ نے اس خاتون کے طیب خاطر کی غرض سے حکم دیا کہ اس عورت کے لیے بھجوریں، جو آٹا اکٹھا کرو، چنانچہ انہوں نے یہ سب کچھ اکٹھا کیا اور ایک کپڑے میں باندھ کر اس عورت کے اونٹ پر رکھ دیا اور اسے اونٹ پر بٹھا کر روانہ کر دیا۔ اس موقعہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اس عورت سے کہا۔ اے عورت ہم نے تیرا پانی کم نہیں کیا، بلکہ ہمیں تو اللہ نے پانی پلایا ہے وہ عورت اپنے قبیلے میں گئی اور انہوں نے اس سے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔ ایک عجیب بات کی وجہ سے ”میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے اس آدمی کی طرف لے گئے جسے صابی کہا جاتا ہے اور اس نے ایسا کچھ کیا۔ اللہ کی قسم وہ اس (زمین) اور اس (آسمان) کے درمیان سب

سے بڑا جادوگر ہے یا وہ اللہ کا سچا رسول ﷺ ہے پھر اس نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو وہ قوم مسلمان ہو گئی۔^①

اس عورت نے حضرت نبی کریم ﷺ کی سچائی اور نبوت پر اپنے چشم دید واقعے سے استدلال کیا کہ اللہ کے نبی کی برکت سے کتنا عظیم معجزہ اور کتنی روشن دلیل دیکھنے میں آئی۔ وہ تعجب کیوں نہ کرتی جبکہ اس کے تھوڑے سے پانی کو پورے لشکر نے پیا تو وہ ان کو کافی ہو گیا حالانکہ ان کی تعداد معمولی نہ تھی اور پھر اس کا پانی رتی بھر بھی کم نہ ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلائل نبوت کی عظیم علامت پر مشتمل ہے۔ اور اس سے جو چیز آفتاب نیم روز کی طرح آشکار ہو کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے جو پانی لیا تھا وہ سارے کا سارا وہی تھا جسے اللہ نے پیدا کیا اور اسے بڑھا دیا اور درحقیقت اس عورت کے پانی کا ایک قطرہ بھی اس میں شامل نہ تھا اگرچہ بظاہر وہ اس میں ملا ہوا تھا اور یہ معجزہ بے مثال اور عجیب و غریب ہے۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے اسے جو یہ فرمایا (کہ ہم نے تیرے پانی سے قطرے جتنا پانی بھی کم نہیں کیا) ہو سکتا ہے کہ اس سے یہی بات مراد ہو (جو ہم نے اوپر بیان کی)۔^②

پیالہ بھر پانی کا تین سو صحابہ کو کافی ہو جانا

حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ایک اور سفر میں نکلے، آپ نے فرمایا، اگر کل تک تم نے پانی نہ پایا تو تمہیں پیاس کا سامنا کرنا پڑے گا..... پھر آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تھوڑا سا سفر طے کیا پھر آپ سواری سے اترے اور فرمایا۔ کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا، ہاں میرے پاس وضو والا برتن ہے اس میں تھوڑا سا پانی ہے۔

آپ نے فرمایا: لا، جب میں لے کر آیا تو آپ نے فرمایا۔ لوگو اس سے

① بخاری ح (۳۳۳)۔ مسلم (۶۸۲)

② فتح الباری (۱/۵۳۰)

ضرورت پوری کرو، اس سے ضرورت پوری کرو، چنانچہ لوگوں نے اس سے وضو کیا، اور ایک گھونٹ برابر پانی پیج گیا۔ آپؐ نے فرمایا، ابوققادہ اسے سنبھال کر رکھنا، کیونکہ اس سے (غیر معمولی) خیر ہوگی۔ ابوققادہؓ کہتے ہیں کہ جب دو پہر گرم ہوئی اور حضرت رسول کریم ﷺ ان کی طرف نکلے تو صحابہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا تم پر ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اے ابوققادہ وضو والا برتن لاؤ، ابوققادہؓ وہ لے آئے تو آپؐ نے فرمایا، میرا پیالہ نکالو وہ نکال لائے تو آپؐ نے وضوء کے برتن سے اپنے پیالہ میں پانی انڈیل کر ابوققادہؓ کو ان کا برتن واپس کر دیا اور ابوققادہؓ نے لوگوں کو پانی پلانا شروع کر دیا۔ اب لوگوں نے برتن کے اندر دیکھنے کے لیے جھکٹھا ڈالنا شروع کر دیا، آپؐ نے فرمایا لوگو اچھے طریقے سے پانی استعمال کرو تم سب کے سب ہو کر ہی لوٹو گے چنانچہ انہوں نے آرام سے باری باری پانی لینا شروع کر دیا اور حضرت رسول کریم ﷺ پانی انڈیلتے رہے اور ابوققادہؓ انہیں پلاتے رہے حتیٰ کہ ابوققادہؓ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ باقی سارے لوگ سیر ہو کر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ابوققادہؓ سے فرمایا اب تم پیو! انہوں نے کہا نہیں اللہ کے رسول پہلے آپؐ پئیں پھر میں پیوں گا۔ آپؐ نے فرمایا:

((اِنَّ مَسَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا))

”قوم کا ساقی سب سے آخر میں پیا کرتا ہے۔“

چنانچہ پھر ابوققادہؓ نے پانی پیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی نوش فرمایا۔ اور وضوء کے برتن میں پانی اتنا ہی موجود تھا جتنا ابتداء میں تھا۔ اور صحابہ کرام اس دن ۳۰۰ کی تعداد میں تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوققادہؓ کی اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ظاہر معجزات ہیں مثلاً اس بات کی خبر دینا کہ وضوء کے برتن سے غیر معمولی معاملہ

دیکھنے میں آئے گا اور ایسا ہی ہو اور تھوڑے سے پانی کا زیادہ ہونا۔ آپؐ کا یہ فرمانا۔
 ((كُلُّكُمْ سَيْرَوِي)) اور ایسا ہی ہوا۔ ♦

پیالہ بھر دودھ کا ستر اصحابہ صفہ کو کافی ہو جانا

حضرت رسول کریم ﷺ کی برکت سے حصہ وصول کرنے میں مہمانان اسلام اصحاب صفہ بھی شامل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے شدید بھوک لگی ہوئی اور میں نڈھال ہو کر راستے میں پڑا ہوا تھا..... حضرت رسول کریم ﷺ میرے پاس سے گذرے اور مجھے دیکھ کر مسکرا دیئے اور مجھے اپنے پیچھے پیچھے آنے کا حکم دیا چنانچہ میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا آپؐ اپنے گھر میں داخل ہو گئے پھر میں نے اجازت طلب کی تو آپؐ نے مجھے اندر بلایا اور گھروالوں سے پوچھا کہ گھر میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے انہوں نے کہا ایک پیالہ دودھ ہے جو فلاں مرد یا عورت نے ہَدِیۃً بھیجا ہے آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر کوئی چیز صدقہ کی ہوتی تو اہل صفہ کے لیے بھیج دیتے اور خود نہ کھاتے، اگر ہدیہ ہوتی تو اہل صفہ کو بھی شریک کر لیتے اور خود بھی کھا لیتے۔ آپؐ نے مجھے اہل صفہ کو بلانے کیلئے بھیج دیا۔ (سچی بات ہے کہ) مجھے ان کو بلانا اچھا نہ لگا، میں نے اپنے دل میں کہا: اہل صفہ کو یہ دودھ کس طرح کفایت کرے گا۔ جبکہ میں اس پیالے سے دودھ کے گھونٹ کا زیادہ حق دار ہوں تا کہ میرے بدن میں سکت پیدا ہو جائے جب وہ آجائیں گے اور میں ان کو پلاتا رہوں گا تو میرے لیے کیا بچے گا؟! لیکن اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں ان کو بلا لایا، انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب جو انہیں مل گئی اور وہ ترتیب سے بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے انہیں دودھ پلانے پر مامور کر دیا، میں یکے بعد دیگرے ان کو پلانے لگا، ان میں سے جو کوئی پیالہ پکڑ لیتا وہ جی بھر کر پینے کے بعد مجھے دے دیتا اور پھر میں اس سے اگلے کو دے دیتا یہاں تک کہ پیالہ حضرت رسول کریم ﷺ تک پہنچ گیا۔

چنانچہ میں نے اسے آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔

ابو ہریرہ اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں میں نے کہا۔ ہاں اللہ کے رسول آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ نے مجھے پینے کا حکم دیا، میں جب بھی بس کر دیتا، آپ فرماتے اور پوچھ؟ میں پھر پینا شروع کر دیتا یہاں تک کہ گنجائش نہ رہی اور میں نے صاف کہہ دیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے اب میرے بدن میں دودھ کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی پھر آپ نے مجھ سے پیالہ لیا اور اللہ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر پیالے میں موجود دودھ پی لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ وہ (اصحاب صفہ) ستر آدمی تھے اور اس سے مراد ان کی تعداد کا حصر نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس قصہ کے وقت جو موجود تھے ان کی تعداد اتنی تھی..... اور اس میں عظیم معجزہ بیان ہوا ہے اور علامات نبوة مثلاً نکشیر طعام و مشروب جیسی برکات نبویہ میں اس کے نظائر بیان ہو چکے ہیں۔

ثرید سے بھرے برتن میں کھانے کا بڑھتے جانا اور تقریباً تین صد آدمیوں

کے لیے کافی ہو جانا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہمیں ایک اور علامت نبوت (معجزہ) بیان کرتے ہیں جس میں آپ کے ہاتھ پر اللہ نے کھانے میں برکت ڈال کر زیادہ کر دیا تھا وہ فرماتے ہیں۔

ہم حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک ثرید بھرا برتن لایا گیا، آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس میں سے حسب ضرورت تناول فرمایا اور تمام لوگ دس دس آدمیوں کے گروپ کی شکل میں اس میں سے یکے بعد دیگرے تناول کرتے

رہے یہاں تک رات ہو گئی جب بھی دس آدمی کھا کر فارغ ہو جاتے تو ان کی جگہ دس اور آ جاتے۔ ایک آدمی نے حضرت سرہ سے پوچھا۔ کیا کھانے میں بڑھوتی ہو جاتی تھی۔ انہوں نے فرمایا۔ زمین سے تو نہ ہوتی تھی البتہ آسمان سے ہوتی تھی۔ ♦

علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں کہ اس کھانے میں بڑھوتی آسمان سے برکت نازل ہونے کی صورت میں عالم بالا سے ہوتی تھی علاوہ ازیں اور کوئی سبب نہ تھا۔ ♦

اڑھائی تین من اناج سے ایک سو چالیس آدمیوں کا اندازاً ۲۵۰

من اناج لے جانا

حضرت دیکین رحمہ اللہ اپنی قوم کے ایک سو چالیس آدمیوں کے ہمراہ، حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اشیاء خورد و نوش کا سوال کرتے ہیں۔ آپ حضرت عمر فاروقؓ سے فرماتے ہیں کہ اٹھو اور ان کو خورد و نوش کا سامان دو، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول میرے پاس تو صرف اتنا اناج ہے جو موسم گرما تک میرے اور میرے بال بچوں کے لیے کفایت کرے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اٹھو اور انہیں وہ اناج دے دو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سر تسلیم خم ہے۔

حضرت دیکین فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم لوگ بھی ان کے ساتھ چل پڑے وہ ہمیں لیکر ایک کمرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنی کمر سے چابی نکال کر دروازہ کھولا تو اس کے اندر چھوٹے اونٹ کی جسامت برابر اناج موجود تھا (یعنی اڑھائی یا تین من) انہوں نے فرمایا۔ یہ ہے اناج، تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ ہم میں سے ہر آدمی نے اتنا کچھ لے لیا جتنا اللہ نے چاہا۔ میں ان میں سب سے آخر میں تھا۔ میں نے اپنی ضرورت کے مطابق اناج لیکر اس ڈھیر کی طرف دیکھا تو یوں لگا

♦ مسند احمد (۱۹۶۲۲)۔ ترمذی ح (۳۶۲۵) البانی نے اسے صحیح ترمذی میں صحیح کہا ہے

(۲۸۶۶)

♦ تحفة الاحوذی (۷۰/۱۰)

کہ ہم نے اس سے ایک بھجور بھی نہیں لی۔

اس طرح کے واقعات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جم غفیر کی موجودگی میں بار بار پیش آئے، یہ انتہائی مستند اور سچے واقعات ہیں اور یہ اپنے افراد کے تکرار کی وجہ سے متواتر احادیث کا درجہ رکھتے ہیں جن کی صحت اور حجت قطعی ہوتی ہے اس طرح کے معجزات کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ معنوی طور اس طرح کے معجزات کی خبریں ایسے ہی متواتر ہیں جس طرح حاتم طائی کی سخاوت اور احنف بن قیس کے حلم کی خبریں۔ کیونکہ ان کی خبروں کے متعلق کوئی قصہ بعینہ منقول نہیں لیکن ان کے زبان زد خاص و عام ہونے کی وجہ سے ان کے افراد کی کثرت ہو گئی اور ان کے مجموعے نے حاتم کی سخاوت اور احنف کے حلم کو تواتر کا مرتبہ دے دیا۔ اس طرح قرآن سمیت حضرت نبی کریم ﷺ کے خرق عادت و واقعات تواتر کے درجہ پر فائز ہیں۔

حضرت رسول کریم ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمہ کا

مोजزن ہونا

اس طرح کے خرق عادت و واقعات میں سے ایک واقعہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ کو پانی کی ضرورت پڑ گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے جابر وضوء کے پانی کی صدا لگاؤ۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صدا لگائی: لوگو تم میں سے کسی کے پاس وضوء کا پانی ہے؟ لوگو کسی کے پاس وضوء کا پانی ہے؟ لوگو، کسی کے پاس وضوء کا پانی ہے؟ جب کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول قافلے میں سے تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملا، اور انصاروں میں سے ایک آدمی کے پاس چری

مسند احمد ح (۱۷۱۲۶)۔ ابن حبان ح (۶۵۲۸)

شرح نووی علی صحیح مسلم (۳۵ / ۱۲)

ڈول ہوا کرتا تھا جس میں وہ آپ کے لیے پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے فرمایا، فلاں بن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو اس کے ڈول میں کچھ پانی ہے؟ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور اس میں دیکھا تو اس میں فقط پانی کا ایک قطرہ (گھونٹ) نظر آیا، اگر میں اسے کسی برتن میں اٹھاتا تو برتن کی خشکی ہی اسے پی جاتی چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ اللہ کے رسول میں نے اس میں سوائے ایک گھونٹ پانی کے اور کچھ نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا (اسے لے آ) میں اسے لے آیا تو آپ نے اس چرمی ڈول کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کچھ پڑھنے لگے، میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا پڑھ رہے تھے اور اس دوران اپنے ہاتھوں سے اسے ٹٹولتے رہے پھر آپ نے وہ ڈول مجھے دے دیا اور فرمایا۔

اے جابر، کوئی بڑا برتن منگوا..... چنانچہ ایک بڑا سا برتن اٹھا کر میرے سامنے لایا گیا، میں نے وہ برتن آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کی انگلیاں پھیلا کر اپنا ہاتھ اس برتن کی تہہ میں بچھا دیا اور کہا اے جابر، اب تو یہ گھونٹ بھر پانی میرے ہاتھ پر اٹھیل اور بسم اللہ پڑھ۔ سو میں نے وہ قطرہ (گھونٹ بھر) پانی آپ کے ہاتھ پر اٹھیل دیا اور بسم اللہ پڑھی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ رہا ہے پھر اس پانی سے برتن بھر گیا اور آپ نے فرمایا۔ اے جابر لوگوں میں اعلان کر دے جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آئے اور پانی لے لے۔ چنانچہ لوگ آئے اور خوب سیر ہو کر پانی پیتے رہے یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جس نے پانی نہ پیا ہو، اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اٹھالیا اور پانی کا برتن بھرے کا بھر نظر آ رہا تھا۔
 امام مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹنا اس پتھر سے پانی پھوٹنے سے زیادہ بلیغ ہے جسے حضرت موسیٰ نے لٹھی ماری تھی تو اس سے پانی پھوٹنے لگا تھا۔ کیونکہ پتھروں سے تو پانی نکلتا ہی رہتا ہے برخلاف گوشت اور خون سے پانی

برآمد ہونے کے..... کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

وَأَنَّ كَانَ مُوسَىٰ آتَبَعَ الْمَاءَ مِنَ الْعَصَا
فَمِنْ كَفِّهِ قَدْ أَصْبَحَ الْمَاءُ يَطْفَحُ

(ترجمہ) ”اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی مار کر چشمہ جاری کر دیا تھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تھیلی سے پانی کی آبشاریں رواں ہو جایا کرتی تھیں۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات (دعایا لعاب دھن یا ہاتھ) کے سبب شیریں آبشار جاری ہونے کا معجزہ کئی مرتبہ لوگوں کے جم غفیر کی موجودگی اور ان کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوا، اور حضرت انسؓ، عبداللہ بن مسعود، جابرؓ، عمران بن حصین وغیرہم صحابہ کرام سے صحیح اسناد کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اور ان کی روایات کے مجموعے سے وہی قطعی علم حاصل ہوتا ہے۔ جو تو اتر معنوی سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور اس طریقے سے ہمیں آپ کے اکثر معجزات کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے جو آپ کی رسالت کی سچائی پر شاہد عدل ہیں۔ ◆

حضرت رسول کریم کے تیر کی برکت سے کنوئیں کا موجزن ہونا

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ایک اور قصہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ حَدَّثَنَا والے دن ایک تھوڑے سے پانی والے کنوئیں پر اترے، لوگوں نے اس کنوئیں کے تھوڑی مقدار میں رستے ہوئے پانی سے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پینا شروع کر دیا یہاں تک کہ اسے خشک کر دیا پھر انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش دان سے تیر نکالا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اسے اس کنوئیں میں گارڈ دیں۔ اللہ کی قسم وہ کنواں ان کے لیے اتنا موجزن ہو گیا کہ وہ اس

◆ (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۵۲/۶) ۵۳ شرح نووی

سے جی بھر کر سیراب ہو گئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس فصل میں ظاہری (چشم دید) اور مادی معجزات ہیں، اور اس میں آپ کے ہتھیاروں اور آپ کی طرف (حقیقی طور پر) منسوب چیزوں کی برکت کا تذکرہ ہے اور بہت سی جگہوں پر آپ کی انگلیوں سے پانی کا موازن ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کے روئے انور کی دھون سے چشمے کا

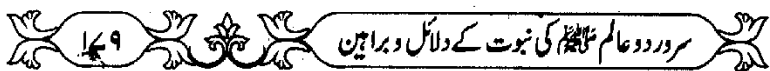
موازن ہونا

حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تبوک کے چشمہ پر آئے اور اس میں تھوڑا سا پانی دیکھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس چشمے سے سوتر بھر دھاگے کی مقدار برابر تھوڑا تھوڑا سا پانی بہہ رہا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس چشمے سے بمشکل چلو بھر بھر کر تھوڑا سا پانی جمع کیا، اور اسے حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ مبارک دھوئے اور پھر اس پانی کو واپس اسی چشمہ میں انڈیل دیا تو وہ چشمہ فوراً کی طرح پھوٹنے لگا یہاں تک کہ لوگوں نے جی بھر کر پانی پی لیا اور سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے معاذ اگر تیری زندگی طویل ہوئی تو تو دیکھے گا کہ وہاں سے وہاں تک کا علاقہ باغات سے بھر جائے گا۔

اس حدیث میں دلائل نبوت کی دو دلیلیں بیان ہوئی ہیں ایک تو آپ کے چہرے اور ہاتھوں کی برکت اور دوسری اس بات کی خبر جس کا مشاہدہ تبوک کے علاقے میں سبزہ زاروں اور پانی کی وافر مقدار کی صورت میں تمام لوگ کر رہے ہیں۔

فتح الباری (۵/ ۲۸۷)

مسلم (۷۰۶)



ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا صاع بھر جو سے مدت دراز تک

آٹا پیس کر کھاتے رہنا

حضرت نبی کریم ﷺ کی بعض برکات آپ کی وفات سے طویل عرصہ بعد تک بھی جاری رہیں، ان میں سے ایک تو وہ ہے جسے سیدہ عائشہ صدیقہ نے اپنے اس قول میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں سوائے چند صاع جو کے کوئی ایسی چیز نہ تھی جو صاحب جگر جاندار کھا سکے۔ سو میں ان سے مدت دراز تک کھاتی رہی یہاں تک کہ ایک دن میں انہیں تول بیٹھی اس کے بعد وہ ختم ہو گئے۔

نصف وسق جو کو پورے گھر والوں کا طویل مدت تک کھاتے رہنا

اس طرح کا ایک اور قصہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ایک آوی حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اناج مانگنے آیا تو آپ نے اسے نصف وسق (۵۷۔ کلو گرام) جو مرحمت فرمائے چنانچہ وہ آدی اور اسکی بیوی اور ان کے ہاں آنے والے مہمان اس سے مسلسل کھاتے رہے یہاں تک ایک دن وہ انہیں تول بیٹھے، چنانچہ وہ آدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے فرمایا۔ اگر تو اسے نہ تولتا تو تم اس سے کھاتے رہتے اور وہ تمہیں کفایت کرتا ہی رہتا۔

ام مالک کے مشکیزے سے گھی کا نکلتے رہنا

امام مسلم رحمہ اللہ اس طرح کا قصہ ام مالک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، حضرت ام مالک ایک مشکیزے میں گھی ڈال کر حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیتا پیش کرتی تھیں۔ چنانچہ اس کے بیٹے اس کے پاس آتے اور اس سے سالن مانگتے

جب کبھی اس کے پاس سالن نہ ہوتا تو وہ اس مشکیزے کی طرف جاتیں جس میں وہ حضرت نبی کریم ﷺ کو ہدیہ پیش کرتی تھی، تو اس میں گھی موجود پاتی تھی۔ وہ گھی اسے انہیں مسلسل کام دیتا رہا یہاں تک کہ وہ ایک دن اسے نچوڑ بیٹھیں۔ اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اس سے پوچھا۔ کیا تو اسے نچوڑ بیٹھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: اگر تو اسے اپنی حالت پر رہنے دیتی تو وہ مشکیزہ تمہاری ضرورت پوری کرتا ہی رہتا۔ ♦

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قول:

((لَوْ تَرَ كَيْفَهَا مَا زَالَ قَائِمًا))

سے مراد موجود رہنا اور حاضر رہنا ہے۔ اس کے بعد وہ مشکیزے کے گھی کے نچوڑنے اور جو کے ماپنے سے ان کے ختم ہونے کا سبب بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ نچوڑنا اور ماپنا، اللہ کے رزق پر توکل اور تسلیم کے منافی ہے اور انسان کی تدبیر اور ذاتی کدو کاوش کو برکت میں داخل سمجھنے کے مترادف ہے، اور اللہ کی حکمتوں، رازوں کو احاطہ میں لانے کے سلسلے میں تکلف پر مشتمل ہے لہذا اس طرح کرنے والے کو اس کے زوال سے سزا دی گئی (گویا کہ جو کو ماپنے اور گھی کو نچوڑنے والا شخص اللہ کی قدرت اور فعل عظیم کو تسلیم کرنے کی بجائے ارضی اور مادی سبب کی معرفت کے طمع کے پیچھے پڑ گیا لہذا وہ برکت منقطع ہو گئی۔)

اللہ کی طرف سے برکت کی بنا پر انگلستان مبارک سے پانی موجزن ہونا

مزید برآں جس طرح کھانے اور پینے کی اشیاء میں حضرت نبی کریم ﷺ کی برکت ظاہر ہوئی اس طرح جب صحابہ کرام وضوء کے پانی کے لیے محتاج ہوئے تو اس میں آپ کی برکت ظاہر ہوئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگ وضوء کے لیے پانی کی تلاش

میں مارے مارے پھر رہے تھے لیکن وہ انہیں مل نہیں رہا تھا چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں وضوء کے لیے پانی لایا گیا تو آپؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس سے وضوء کرو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ رہا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آخری شخص تک وضوء کر کے فارغ ہوئے۔ ♦

مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ رہا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ آؤ وضوء کرلو، یہ اللہ کی طرف سے برکت ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم پندرہ سو کی تعداد میں تھے۔ ♦

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے بچا ہوا پانی اس لیے طلب فرمایا کہ کہیں یہ گمان نہ کر لیا جائے کہ آپؐ پانی کے موجد ہیں کیونکہ پانی کی موجد ذات باری تعالیٰ کی ہے اور آپؐ نے اپنے قول میں ان لفظوں سے اشارہ کیا ((وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللَّهِ)) یعنی جو کچھ تم نے پانی میں اضافہ دیکھا ہے یہ میری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی برکت اور اس کے فضل سے ہے۔ ♦

انگشتان مبارک سے موجزن ہونے والے پانی سے پندرہ صد صحابہ

(۱۵۰۰) کا سیر ہونا

شیخین نے حضرت انس بن مالکؓ سے آپؐ کی نبوت کے شواہد اور آپؐ کی رسالت کے دلائل میں سے ایک اور دلیل ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ مدینہ کی نواحی آبادی زوراء میں تھے کہ آپؐ کے

♦ بخاری ح (۱۶۹)۔ مسلم ح (۲۲۷۹)

♦ مسند احمد (۳۷۹۷)

♦ (شرح مشکوٰۃ ۱۱/ ۱۶۰)

پاس پانی کا برتن لایا گیا آپؐ نے اس میں اپنی ہتھیلی رکھی تو آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹنے لگا۔ چنانچہ آپؐ کے تمام صحابہ کرام نے وضوء کر لیا۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا۔ تقریباً تین صد (۳۰۰)۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اس قصے کو ثقافت راویوں کی ایک بڑی تعداد نے لوگوں کے جم غفیر سے اور انہوں نے صحابہ کرام سے براہ راست روایت کیا ہے اور یہ واقعہ بہت سے مواقع پر محفلوں اور لشکروں کے اجتماع میں ہوا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس قصے کے راوی پر انکار نہ کیا لہذا معجزات کی یہ نوع قطعی علوم سے ملحق ہو گئی۔

صلح حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے اور پینے اور وضوء کرنے کے لیے پانی دستیاب نہ ہوا تھا البتہ چمڑے کے چھوٹے سے ڈول میں تھوڑا سا پانی تھا جس سے حضرت نبی کریم ﷺ نے وضوء فرمایا۔ لوگ پانی کی قلت کے پیش نظر آپؐ کی طرف لپکے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟

انہوں نے کہا ہمارے پاس وضوء کرنے اور پینے کے لیے پانی نہیں ہے سوائے اس پانی کے جو آپؐ کے سامنے ہے۔ آپؐ نے اس ڈول میں اپنا دست مبارک رکھا تو آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی بہنے لگا۔ چنانچہ ہم نے وہ پانی پیا اور اس سے وضوء بھی کر لیا۔ راوی حدیث حضرت سالم نے حضرت جابرؓ سے دریافت کیا کہ اس دن تم کتنے آدمی تھے؟

انہوں نے اس سوال پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں کافی ہوتا ہم پندرہ صد (۱۵۰۰) تھے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹنے کا عمل

بخاری ح (۳۵۷۳)۔ مسلم ح (۲۲۷۹)

فتح الباری ح (۶/۶۷۶)

بخاری ح (۳۳۸۳)

بہت سے مواقع پر بہت سے لوگوں کی موجودگی میں ہوا اور بہت سی اسناد سے بیان ہوا ہے اور یہ اتنی کثیر اسناد سے بیان ہوا ہے کہ ان کا مجموعہ قطعی علم کا فائدہ دیتا ہے (اور ایسا قطعی علم جو) تو اتر معنوی سے مستفاد ہوتا ہے۔ ♦

تھوڑے سے پانی کے کثیر ہونے کا ایک اور واقعہ

حضرت انس بن مالکؓ ہمیں ایک اور قصے کی خبر دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت نبی کریم ﷺ نے پانی منگوایا چنانچہ آپؐ کے پاس چھوٹے چھوٹے کناروں اور بڑے منہ والا برتن لایا گیا صحابہ کرام نے اس سے وضوء کرنا شروع کر دیا حضرت انسؓ ہمیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ وہ پانی کتنے آدمیوں کو کفایت کر گیا، فرماتے ہیں کہ میں نے اندازہ لگایا تو ساٹھ سے لیکر اسی تک صحابہ تھے۔ فرماتے ہیں میں دیکھ رہا تھا کہ آپؐ کی انگلیوں سے پانی موجزن ہو رہا تھا۔ ♦

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اکثر علماء کا کہنا ہے کہ پانی آپؐ کی انگلیوں اور آپؐ کی ذات سے رواں ہوتا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ معجزہ پتھر سے پانی پھوٹنے سے زیادہ عظیم ہے..... اور اس بات کا احتمال بھی ہے اللہ تعالیٰ فی ذاتہ پانی کو ہی بڑھا دیا کرتا ہو اور وہ آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے موجزن ہونے لگتا ہو اور وہ انگلیوں کے اندر سے نہ نکلتا تھا۔ (بہر حال جو بھی صورت ہوتی تھی) ان دونوں ہی صورتوں میں یہ ظاہر معجزہ اور روشن دلیل نبوت ہے۔ ♦

حضرت رسول کریمؐ کے ہاتھ کی برکت سے دودھ کا اترنا

امام حاکم رحمہ اللہ اپنی مستدرک (۹/۳) میں حضرت قیس بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ مکہ والوں سے چھپ چھپا کر

♦ فتح الباری (۶/۶۸۶)

♦ مسلم ح (۲۲۸۹)

♦ شرح نووی (۱۵/۳۸-۳۹)

ہجرت کر رہے تھے تو راستے میں ایک غلام سے ملے جو بکریاں چرا رہا تھا انہوں نے اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے کہا۔ میرے پاس دودھیل بکری تو نہیں ہے البتہ ایک یکسالہ بکری ہے جو شروع سردیوں میں حاملہ ہوئی تھی اور اس نے حمل گرا دیا تھا اور اس میں بھی دودھ باقی نہیں رہا۔

آپؐ نے فرمایا۔ اسے بلا، چنانچہ وہ اسے لے آیا تو آپؐ نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا مانگی۔ حتیٰ کہ ان میں دودھ اتر آیا۔ آپؐ نے اسے دودھا اور ابو بکر کو پلایا پھر دودھا تو چرواہے کو پلایا پھر دودھا تو خود نوش فرمایا۔ چرواہا کہنے لگا۔ تجھے اللہ کی قسم، مجھے بتا تو سہی تو کون ہے میں نے تیرے جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا؟

آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو وعدہ کرتا ہے کہ اگر میں تجھے بتا دوں تو اس بات کو پوشیدہ رکھے گا؟ اس نے کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا۔ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ اس نے کہا۔ آپؐ وہی ہیں جسے قریش صابی کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ تو ایسا ہی کہتے ہیں۔

اس نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نبی ﷺ ہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ جو کچھ لائے ہیں وہ برحق ہے اور جیسا آپؐ نے کر دکھایا ہے ایسا نبی ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا اور میں آپؐ کا تابع دار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو آج کل اتنی استطاعت نہیں رکھتا جب تجھے یہ خبر پہنچے کہ میں غالب آ گیا ہوں تو پھر ہمارے پاس آنا۔

آپؐ کے ہاتھ کی برکت سے ان جفت بکری کے تھنوں سے دودھ کا

رواں رونا

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں اس طرح کا قصہ حضرت عبداللہ بن

مسعود بنی سہم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر الصدیق میرے پاس سے گذرے اور فرمایا۔ اے غلام کیا تیرے پاس دودھ ہے؟

میں نے کہا۔ ہاں، لیکن میں تو معتمد علیہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو؟

سو میں نے ایسی بکری پیش کر دی۔ آپؐ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو ان میں دودھ اتر آیا، آپؐ نے اسے برتن میں دوا اور خود بھی پیا اور حضرت ابو بکر کو بھی پلایا۔ پھر آپؐ نے تھنوں کو سکڑ جانے کا حکم دیا تو وہ سکڑ گئے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس قصے کے بعد میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے بھی یہ بات سکھاؤ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو ابھی سکھایا ہوا غلام ہے۔

ابو المحاسن حنفی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے عبد اللہ بن مسعود سے ایسی بکری کے بارے پوچھا جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو، تاکہ آپؐ اسے اس بارے میں ایسا معجزہ دکھائیں جس کے ذریعے اس پر اور دیگر لوگوں پر حجت قائم ہو جائے۔ اور اس میں بکری کے مالک کے لیے بھی منفعت ہے کہ اس کی بکری تھنوں میں دودھ بھرا آئی سو اس کا دودھ میں کوئی حق نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تھنوں میں اسی وقت دودھ اتار دیا، اس لیے آپؐ نے خود بھی پیا اور ابو بکر کو بھی پلایا۔

آپؐ کے مبارک ہاتھوں کی برکت سے نخلستان کا پہلے سال ہی پھل دار ہونا

آپؐ کی نبوت کے دلائل اور آپؐ کی برکت کے واقعات میں سے ایک واقعہ

اصبہانی فی دلائلہ (۳۸)۔ صحیح ابن حبان ح (۷۰۶۱)

معتصر المختصر (۱/ ۳۶۷)

حضرت بریدہؓ نے بھی بیان کیا ہے اور وہ حضرت سلمان فارسی کی ان کے یہودی آقا سے آزادی کا واقعہ کیونکہ ان کے یہودی آقا نے ان کی آزادی کے لیے شرط رکھی تھی کہ وہ اس کے نخلستان میں کھجوروں کے پودے لگائے اور جب تک وہ پھل نہ دینے لگیں، سلمان ان میں کام کرتا رہے۔

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور صحابہ کرامؓ کے کھودے ہوئے گڑھوں میں اپنے دست مبارک سے کھجوروں کے پودے لگائے سوائے ایک پودے کے جسے حضرت عمرؓ نے لگایا تھا، چنانچہ ان پودوں نے اسی سال پھل دینا شروع کر دیا سوائے اس پودے کے جسے حضرت عمرؓ نے لگایا تھا۔

چنانچہ آپؐ نے فرمایا۔ اس پودے کا مسئلہ کیا ہے یہ پھل کیوں نہیں لایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسولؐ اسے میں نے لگایا تھا چنانچہ آپؐ نے اسے اکھاڑ کر اپنے ہاتھ سے پھر لگا دیا تو اس نے بھی اسی سال پھل دینا شروع کر دیا۔ ♦

حالانکہ باغبانوں کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ کھجور کا پودا اپنی کاشت سے کئی سال بعد پھل دینے کے قابل ہوتا ہے اور اس نخلستان کا سال کاشت کے اندر ہی پھل آور ہو جانا حضرت رسول کریم ﷺ کا روشن معجزہ اور آپؐ کی نبوت کے تاباں دلائل میں سے ہے، کیونکہ یہ عمل، اللہ کی برکت سے اس کے نبی کے ذریعے پورا ہوا اس طرح کے بے شمار واقعات حضرت نبی کریمؐ کی برکت کی گواہی دیتے ہیں اور یہ برکت موروٹی نہ تھی جو پوتوں کو اپنے دادوں سے وراثتاً منتقل ہوتی ہو اور نہ ہی ایسے علم کا نتیجہ تھی جو انسان کو بڑی کوشش سے حاصل ہوتا ہے بلکہ یہ تو اللہ کا عطیہ اور اسکی برکت ہے اور اللہ جسے چاہے اسے اس برکت سے نوازتا ہے اگر اللہ نے ان برکات کو حضرت محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل نہیں بنانا تھا تو پھر یہ کس لیے انہیں عطا ہوئی تھیں؟ بدیہی جواب ہے کہ آپؐ کی نبوت صادقہ پر ایمان مستحکم کرنے کے لیے ہی یہ برکات رونما ہوئیں۔

باب نہم

آپ کی پیش گوئیاں جو آپ کی زندگی میں سچ ثابت ہوئیں

تمہید

غیب، اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ایسی اکیلی ذات ہے جو پوشیدہ بھیدوں اور نہایت مخفی چیزوں کو جانتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (الأنعام: ۵۹)

”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، نہیں جانتا کوئی بھی غیب کو مگر وہی، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر وہ روشن کتاب میں درج ہے۔“

حضرت نبی کریم ﷺ بھی تمام لوگوں کی طرح بشر تھے بلکہ افضل البشر تھے اور افضل البشر ہونے کے باوجود غیب نہیں جانتے تھے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ (الأنعام: ۵۰)

”اے پیغمبران سے کہہ دیجیے کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔“

سورہ اعراف میں ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

”(اے پیغمبر، ان سے) کہہ دیجیے کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر وہ جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سے فوائد جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان رکھنے والی قوم کے لیے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔“

چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ جب کبھی ماورائی الادراک امر کے متعلق خبر دیتے ہیں تو وہ اللہ کے اس علم کے ذریعے دیتے ہیں جسے اللہ نے اپنے لیے خاص کر رکھا ہے اور اس نے آپ کو اس پر مطلع کر دیا ہے، تاکہ وہ آپ کی نبوت و رسالت کی برہان و دلیل ثابت ہو۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے قریباً ہزار غیبی امور کے متعلق خبر دی ان میں سے کچھ قرآن میں ہیں اور کچھ سنت میں ہیں اور وہ سارے کے سارے آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل ہیں اور جن غیبی امور کے متعلق آپ نے خبر دی ان کی چند اقسام ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو آپ کی زندگی میں تحقق ہوئے اور کچھ ایسے ہیں جو آپ کے بعد رونما ہوئے اور کچھ قیامت کے قریب رونما ہوں گے اور ان سب میں آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل ہیں۔

آندھی کے طوفان کی پیش گوئی

ان غیبی امور میں سے جن کے متعلق آپ نے خبر دی اور وہ آپ کی زندگی میں

وقوع پذیر ہوئے ایک غیبی خبر آندھی کے طوفان کے بارے میں ہے۔ جب آپؐ اور آپؐ کے صحابہ تبوک کی طرف جا رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا :

((لَتَهْبُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةُ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَلَا يَقُمْ فِيهَا أَحَدٌ مِنْكُمْ، فَمَنْ كَانَ لَهُ بَعِيرٌ فَلْيَسُدَّ عِقَالَهُ))

”کہ آج رات تم پر آندھی کا طوفان آئے گا لہذا تم میں سے کوئی آدمی اس میں کھڑا نہ ہو، اور جس کسی کے پاس اونٹ ہو وہ اچھی طرح اس کا زانو باندھ دے۔“

چنانچہ راوی حدیث حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آندھی کا طوفان آیا تو ایک آدمی اس میں کھڑا ہو گیا تو اسے آندھی نے طے کے پہاڑوں پر جا پھینکا۔ ^۱ یاد رہے کہ طے کے پہاڑ پیش گوئی کے مرکز سے بیسیوں میل دور ہیں۔

بتائیے اس دور میں حضرت نبی کریم ﷺ کو اس طوفان کی خبر کس نے دی؟ ظاہر ہے کہ اس اللہ نے دی جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اس دور کے لوگوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ ہواؤں کی حرکات اور موسمی حالات دیکھ کر پیش گوئی کر سکیں (جیسا کہ آج کل مواصلاتی سیاروں کی مدد سے ممکنہ بارشوں اور طوفانوں کی خبر دی جاسکتی ہے)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ظاہرہ معجزے کا ذکر ہے کہ آپؐ نے غیبی امر کی خبر دی ہے اور آندھی کے طوفان کے دوران کھڑے ہونے کے نقصان کا بیان ہے اور اس میں آپؐ کی اپنی امت پر شفقت اور رحمت اور اس کی ضروریات کے اہتمام اور اس کو دینی اور دنیاوی اعتبار سے نقصان پہنچانے والی چیزوں سے ڈرانے کا بیان ہے۔ ^۲

فارسیوں پر رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی

آپؐ نے جن غیبی امور کے متعلق خبر دی ان میں فارسیوں (ایرانیوں) کی

شکست اور رومیوں (یورپین) کے غلبے کی پیش گوئی کرنا بھی ہے۔ اور یہ ایسے وقت میں کہ قریب تھا کہ سلطنت فارس، سلطنت روما کو دنیا کے نقشے سے مٹا دیتی، کیونکہ خسرو پرویز ثانی (کسری ایران) کی افواج وادی نیل تک پہنچ چکی تھیں اور سلطنت روما کا بہت بڑا رقبہ سلطنت فارس کے سامنے سرنگوں ہو چکا تھا، محض چند سالوں میں ہی فارسی لشکر ملک شام اور مصر کے کچھ حصے پر قابض ہو گیا اور اس کے لشکروں نے شمالی اٹلی کیہ پر ڈیرے جمالیے تھے اور اس کے ان اقدامات نے روما کے اقتدار کو انتہائی خطرے سے دوچار کر دیا تھا اور صورتحال یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ مملکت روم کے بادشاہ ہرقل نے فارسی لشکروں کے طوفان کو دیکھ کر اپنی سلطنت کے دار الحکومت قسطنطنیہ سے فرار ہونے کا ارادہ کر لیا تھا اگر اسے پاپائے روم ذلت آمیز صلح کی درخواست کرنے کی اجازت نہ دیتا تو وہ فرار ہو چکا ہوتا۔ ایسی صورتحال کے دوران (تمام توقعات کے برخلاف) حضرت نبی کریم ﷺ نے مکہ کی فضاؤں میں جو آپ کی اور آپ کی دعوت کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑی تھیں، اعلان کر دیا کہ چند سالوں یعنی نو سال کے عرصے کے اندر اندر رومی فوجیں لشکر، فارسی فوجوں پر فتح حاصل کر لیں گی۔ اسی فتح کی پیش گوئی کے بارے میں اللہ نے سورۃ نازل فرمادی۔

﴿غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي آذُنِي الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ
سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بَضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدِ وَيَوْمَئِذٍ
يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الرَّحِيمُ ۝﴾ (الرؤم: ۵ تا ۸)

”رومی مغلوب ہو گئے، کترہ ارضی کے نشیبی علاقے میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے، چند ہی سالوں میں، حکم اللہ کا ہی ہے پہلے سے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومنین خوش ہوں گے، اللہ کی مدد سے اللہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہ غالب مہربان ہے۔“

شہرہ آفاق مؤرخ ایڈورڈ لکن اپنی کتاب ”تاریخ سقوط و زوال سلطنت روما“ میں لکھتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

”اس دور میں جب قرآن نے اس بات کی پیش گوئی کی تھی تو اس پیش گوئی سے زیادہ بعید از عقل اور کوئی پیش گوئی نہ تھی، کیونکہ حکومت ہرقل کے پہلے دس سال سلطنت روما کے زوال کا پتا دے رہے تھے، اور حضرت نبی کریم ﷺ ایسے حالات میں شکست خوردہ قوم کے غلبے کی پیش گوئی فرما رہے تھے جبکہ وہ اپنے حریف کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار بیٹھی تھی اور پھر آپؐ ایسی فتح کی مدت مقرر فرما رہے تھے جس سے زیادہ بعید ایسی کوئی پیش گوئی نہ تھی جس کا متحقق ہونا ممکن ہو۔“

قریش نے اس انوکھی پیش گوئی کا خوب خوب مذاق اڑایا کیونکہ یہ ان کے مجوسیوں کی طرف طبعی میلان کے برخلاف تھی جبکہ مسلمان رومیوں کی فتح پسند کرتے تھے کیونکہ وہ (مسلمانوں کی طرح) آسمانی کتاب (انجیل) پر ایمان رکھتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ فارس والے رومیوں پر غالب رہیں کیونکہ یہ دونوں بت پرست تھے اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ روم والے فارس والوں پر غلبہ حاصل کریں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے چنانچہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے اپنی اس چاہت کا اظہار کیا تو آپؐ نے ان کی اس چاہت کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کر دیا۔

تو آپؐ نے فرمایا: وہ عنقریب فتح حاصل کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ پیش گوئی مشرکین کے سامنے ذکر کر دی۔ انہوں نے کہا تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت مقرر کر دے اگر اس مدت تک ہمارا یعنی قریش مکہ کے ہم عقیدہ فارسیوں کا غلبہ برقرار رہا تو ہمارے لیے اتنا کچھ ہوگا اور اگر تم یعنی روم والے عیسائیوں کے حامی غالب آگئے تو تمہارے لیے اتنا کچھ ہوگا، تو آپؐ نے پانچ سال کی مدت مقرر کر دی لیکن ان

پانچ سالوں میں رومی غالب نہ آ سکے۔ جب مسلمانوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ تو نے دس سال سے کم مدت مقرر کیوں نہ کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کی فتح کا وعدہ بضع سنین یعنی دس سال سے کم مدت کے اندر اندر کیا ہے۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ بضع کا لفظ دس سے کم یعنی نو تک بولا جاتا ہے آپؐ (ابن عباس) فرماتے ہیں کہ پھر اس مدت کے اندر اہل روم فتحیاب ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي اَذْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَيُغْلِبُونَ ۝ فِي بَضْعِ مِائِينَ﴾ اسی فتح کے متعلق ہے۔ ♦ چنانچہ معاملہ ایسے ہی ہوا جیسے آپؐ نے فرمایا تھا۔

۶۲۳ء کے بعد ہرقل شاہ روم اپنی عیش پرستی کے خول سے نکلا اور اس نے فارس پر تین کامیاب حملے کیے اور فارسیوں کو رومی مقبوضات سے نکال باہر کیا۔ اور ۶۲۶ء تک رومیوں نے تسلسل کے ساتھ حملے جاری رکھے یہاں تک کہ وہ سلطنت فارس کے اندر داخل ہو کر دجلہ کے کنارے تک پہنچ گئے۔ اور فارسیوں کو نینوی کے معرکے میں شکست کے بعد مجبوراً صلح کرنی پڑی اور انہوں نے عیسائیوں کو ان کی صلیب مقدس واپس کر دی جو وہ ان سے چھین چکے تھے۔

بتائیے اس عظیم بات کی خبر حضرت محمد ﷺ کو کس نے دی؟ یہ اللہ کی وحی تھی جو حضرت محمد رسول اللہ کی رسالت و نبوت کی روشن دلیل ہے۔

اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي اَذْنَى الْأَرْضِ﴾ پر غور کریں تو ہماری آنکھیں ایک اور روشن دلیل نبوت سے چوک نہ سکیں گی وہ یہ کہ فرمان الہی ﴿فِي اَذْنَى﴾ ایک ایسی علمی حقیقت کی طرف اشارہ کر چکا ہے جسے جدید زیر سرج حال ہی دریافت کر سکی ہے وہ یہ کہ جس خطے پر فارسیوں نے رومیوں کو شکست دی وہ بحر

مردار کے قریب اغوار کا خطہ ہے اور وہ ﴿أَذْنَى الْأَرْضِ﴾ یعنی ساری زمین سے نشیب ترین جگہ ہے جس کی تائید انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا وغیرہ نے کی ہے۔
بلاشبہ یہ لطیف اور خیر ذات کے علم کا حصہ ہے۔

خفیہ خط کی پیش گوئی

اور ان غیبی امور میں سے ایک غیبی امر جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا اور اگر اللہ مطلع نہ کرتا تو از خود کوئی شخص اسے نہ جان سکتا تھا، وہ حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کی خبر ہے جو اس نے ایک عورت کے ہاتھ قریش مکہ کی طرف بھیجا تھا جس میں اس نے غزوہ مکہ کے لیے حضرت رسول کریم ﷺ کے عزم کی خبر دی تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ خبر منکشف کی تو آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود کو بھیجا اور فرمایا۔ چل پڑو اور چلتے رہو جب تم خانہ کے نخلستان تک پہنچ پاؤ گے تو تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ اس سے لے لو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم چل پڑے جب ہم نخلستان تک پہنچے تو وہاں ہمیں مسافر عورت ملی، ہم نے اسے کہا کہ خط نکال کر ہمیں دے دے۔ (پہلے تو اس نے انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے لیکن جب حضرت علیؓ نے دھمکی دی تو اس نے خط نکال کر دے دیا)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں دلیل نبوت ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو حاطب کے عورت کے ساتھ قصے (یعنی اسے خط دے کر بھیجنے) پر مطلع کیا۔

بھیرہ طبریا کو دنیا میں دوسرا بڑا نشیبی خطہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں سطح سمندر سے ۲۰۹ میٹر تک خشک نشیب ہے جبکہ بحر مردار کے خطے میں ۳۹۵ میٹر تک نشیب ہے دیکھیے انٹرنیشنل اٹلس مپوبوہ بیروت ص ۹۵ بحوالہ کتاب إِنَّهُ الْحَقُّ ص ۷۹ جسے رابطہ العالم الاسلامی کی مجلس اعجاز العلمی للقرآن وَالسُّنَّہ نے شائع کیا ہے۔

حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادتوں کی پیش گوئی

اس طرح کی معجزانہ خبروں میں سے جنگ موتہ کے تینوں کمانڈروں کی شہادت کی خبر ہے کیونکہ آپ مدینہ میں تھے اور وہ شام میں شہید ہو رہے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر، ان کے شہید ہونے کی خبر کے آنے سے پہلے ہی لوگوں کو بتادی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔

((أَخَذَ الرَّأْيَةُ زَيْدٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ، وَعَيْنَاهُ تَذَرَفَانِ حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سَيْوَفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ)) ♦

”زیدؓ نے جھنڈا پکڑا (وہ لڑتے لڑتے) شہید ہو گئے پھر جعفرؓ نے جھنڈا پکڑ لیا (وہ لڑتے لڑتے) شہید ہو گئے پھر ابن رواحہؓ نے جھنڈا پکڑ لیا وہ بھی (لڑتے لڑتے) شہید ہو گئے اور یہ اطلاع دیتے وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑ لیا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں فتح عطا فرمادی۔“

بتائیے لوگوں کے پاس ان کی خبر آنے سے پہلے حضرت نبی کریم ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر کس نے دی؟ اللہ علام الغیوب نے دی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں اس حدیث میں نبوت محمد ﷺ کی روشن دلیل ہے۔“ ♦

شیطان کے چوری کرنے کی پیش گوئی

آپؐ کے غیبی امور سے متعلق خبریں دینے کے سلسلے میں آپؐ کا حضرت ابو ہریرہؓ کو شیطان کی حقیقت سے آگاہ کرنا بھی ہے جو انسان کی صورت میں متمثل

ہو کر آتا تھا اور آپ کا ابو ہریرہؓ کو آگاہ کرنا کہ وہ بار بار آئے گا۔

چنانچہ شیطان ان کے پاس زکوٰۃ کے غلے سے چوری کرنے آیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے پکڑ لیا اور پھر اس کی تنکدرستی اور عیال داری کا شکوئی سن کر اسے چھوڑ دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے پوچھا۔ اے ابو ہریرہؓ تیرے گل کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ اس نے شدید تنگی اور عیال داری کا عذر پیش کیا تو مجھے ترس آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

آپؐ نے فرمایا، اس نے تیرے سامنے جھوٹ بولا، اور وہ پھر بھی آئے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جان لیا کہ وہ آئے گا کیونکہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ وہ عنقریب آئے گا چنانچہ وہ آدمی حضرت نبی کریمؐ کے خبر دینے کے مطابق لوٹ کر آیا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے دوسری مرتبہ چھوڑ دیا تو حضرت نبی کریمؐ نے اس کے تیسری مرتبہ آنے کی خبر دی تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؐ نے خبر دی۔ جب ابو ہریرہؓ صبح کے وقت حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہؓ تو جانتا ہے کہ تو تین راتوں سے کس آدمی سے مخاطب رہا ہے اس نے کہا۔ نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔ ❶

امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں حضرت رسول کریمؐ کی اطلاع علی المغیبات کا ذکر ہے۔ ❷

اس طرح کے غیوبات جن کے متعلق آپؐ نے خبریں دی ہیں یہ آپؐ کی نبوت کی روشن اور واضح براہین ہیں چنانچہ ان غیوب کی آپؐ کو اس ذات نے خبریں دی ہیں جو پوشیدہ بھیدوں اور سرگوشیوں کو جاننے والا ہے۔

❶ بخاری تعلیقاً کتاب الوکال جزم کے صیغے کے ساتھ۔

❷ فتح الباری (۳/۵۷۱)

آپ کی وہ پیش گوئیاں جو آپ کی رحلت کے بعد سچ ثابت ہوئیں

اگرچہ گذشتہ صفحات میں ہمارے بیان کردہ غیبی امور حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے سامنے ایسے غیبی امور بھی ہیں جو ان سے بھی زیادہ عظمت کے حامل ہیں۔ چنانچہ اب ہم ایسے غیبی امور پر بحث کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد برحق ثابت ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کی سچائی کی روشن دلیل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

پیش گوئیوں پر مشتمل خطبہ

ایک دن حضرت رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اور ہم یہ حدیث حضرت حذیفہ بن یمان کی زبانی سنتے ہیں وہ ہمیں (مختصراً) یہ حدیث سناتے ہیں۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور قیامت تک رونما ہونے والے واقعات میں کوئی ایسا واقعہ نہ چھوڑا جو آپ نے بیان نہ کیا ہو۔ جس شخص نے اسے یاد رکھنا تھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دینا تھا اس نے بھلا دیا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ ان واقعات میں سے میں جب کسی واقعے کے متعلق سمجھتا کہ میں اسے بھول گیا ہوں تو جب وہ رونما ہوتا تو میں اسے اس طرح

پہچان لیتا جس طرح کوئی شخص اپنی نگاہوں سے ادھل ہونے والی چیز کو دیکھ لیتا ہے تو اسے پہچان لیتا ہے۔“ ◆

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی خطبے میں تمام مخلوقات کے وجود میں آنے سے لے کر فنا ہونے تک اور ان کے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے تک کے تمام احوال بیان کر دیئے، اس میں اس کے مبداء اور معاش اور معاد سب کا تذکرہ شامل ہے۔ اور ان امور کا ایک ہی مجلس میں آسانی سے بیان کر دینا خرق عادت امور میں سے عظیم امر ہے اور یہ بات بھی اسے قریب الفہم کرتی ہے کہ آپ ﷺ کو جامع کلمات عطا کر دیئے گئے تھے (اس کے باوجود یہ معجزہ بھی آپ کے بے شمار معجزات میں شمار ہوگا)۔ ◆

(غیبی امور کی خبروں پر مشتمل) یہ خطبہ جسے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے مجملًا بیان کیا ہے اسے عمرو بن الخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے تفصیلاً بیان کیا ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی اور پھر منبر پر کھڑے ہو کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ سو آپ ﷺ نے ہمیں قیامت تک رونما ہونے والے حالات کی خبر دی۔ جس نے اس خطبے کو یاد رکھا وہ ہم میں سے زیادہ عالم ثابت ہوا۔ ◆

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ اس خطبے میں آئندہ رونما ہونے والے غیبی امور کا بیان ہے جن پر آپ ﷺ کو مطلع کر دیا گیا۔ اس باب میں احادیث کا ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کا سارا پانی نکالا جاسکتا ہے اور یہ

◆ بخاری ح (۲۶۰۳)۔ مسلم ح (۲۸۹۱)

◆ فتح الباری ح (۳۳۶/۶)

◆ مسلم ح (۲۸۹۲)

معجزہ آپ ﷺ کے مشہور عام قطعی معجزات میں سے ہے۔ اور یہ روایت اپنے روایۃ کی کثرت اور آپ کے مطلع علی الغیب کے مسئلے پر اپنے معانی کے اتفاق کی بدولت ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچنے والی روایت ہے۔ ♦ یاد رہے کہ عالم الغیب فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جن نبیوں اور رسولوں کو وحی الہی کے ذریعے مطلع علی الغیب کر دیا جاتا ہے وہ عالم الغیب نہیں کہلاتے بلکہ مطلع علی الغیب کہلاتے ہیں۔

بحری جہاد میں ام حرام کی شہادت کی پیش گوئی

اور حیرت انگیز غیبی امور میں سے ایک غیبی امور جو ہمارے نبی کریم ﷺ پر منکشف کر دیا گیا وہ ام حرام بنت ملحان کا قصہ ہے اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا)) قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: ((أَنْتِ فِيهِمْ)) ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ)) فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((لَا))

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہوگئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں بھی ان میں شامل ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو ان میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر یلغار کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔

♦ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت محمد ﷺ کی پیش

الشفاء بتعريف حقوق المصطفى (۱/ ۳۳۵/ ۳۳۶)

بخاری ح (۲۹۲۳)

گوئیوں کی چند اقسام ہیں جو رونما ہوئی تھیں اور وہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق رونما ہوئیں اور ان کا شمار دلائل نبوت میں ہوتا ہے۔

ان میں سے ایک تو آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کے بقا کی خبر اور یہ بھی کہ اس میں قوت اور شوکت والے لوگ ہوں گے جو دشمن کو ناکوں چنے چبوائیں گے اور وہ ملکوں پر فرمانروائی کریں گے حتیٰ کہ وہ سمندر میں جہاد کریں گے۔ اور اُم حرام اس وقت تک زندہ رہے گی اور ان لوگوں کے ساتھ ہوگی جو سمندر میں جہاد کریں گے اور وہ دوسرے غزوے کو نہ پاسکے گی۔ ♦

چنانچہ شیخین کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ ایک مرتبہ ان کے گھر میں سوئے ہوئے تھے پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو اس نے پوچھا: اے اللہ کے پیارے رسول آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ (ظَهَرَ) هَذَا الْبَحْرِ، مُلُوكًا عَلَى الْأَسِيرَةِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِيرَةِ))

قَالَتْ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا۔ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ فَسَأَلْتُهُ أُمُّ حَرَامٍ : مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ : ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ))

فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ بِنْتَ مِلْحَانَ الْبَحْرِ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ، فَهَلَكَتْ۔ ♦

ترجمہ: میری امت کے لوگ مجھ پر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے پیش کیے گئے ہیں اور وہ اس سمندر کی سطح پر یوں سوار ہیں گویا وہ بادشاہ ہیں جو تختوں پر سوار ہیں یا وہ تختوں پر جلوہ افروز بادشاہ ہیں۔

ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول، اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ تو آپؐ نے اس کے لیے دعا کی۔ پھر آپؐ نے اپنا سر مبارک تکیے پر رکھا اور سو گئے اور پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔

ام حرام نے پھر پوچھا کہ اے اللہ کے پیارے رسولؐ آپ کس بنا پر مسکرا رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا میری امت کے لوگ مجھ پر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے پیش کیے گئے ہیں۔

ام حرام نے کہا اے اللہ کے رسولؐ۔ اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے ان میں شامل فرمادے۔ آپؐ نے فرمایا تو پہلے لوگوں میں شامل ہے۔

چنانچہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا حضرت معاویہؓ کے دور میں سمندری جہاد میں سطح سمندر پر سوار ہوئی اور سمندر سے نکلنے کے بعد اپنے چوپائے سے گری اور شہید ہو گئی۔
امام طبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس کی قبر جزیرہ قبرص (یونان) میں مشہور ہے۔

بتائیے حضرت رسول کریم ﷺ کو آپؐ کے بعد ہونے والے اس واقع سے کس نے آگاہ کیا؟

اور کس نے آپؐ کو بتایا کہ عنقریب آپؐ کی امت آپؐ کے بعد سمندر میں جہاد کرے گی اور ام حرام اس سمندری جہاد تک زندہ رہے گی اور اس میں شریک بھی ہوگی۔

بخاری ح: ۳۷۲۔

بخاری ح: ۲۷۸۹۔ مسلم ح: ۱۹۱۲۔

ظاہر ہے کہ اس ذات نے جس نے آپ کو رسول برحق بنایا ہے۔

غزوہ تبوک میں کی جانے والی پیش گوئیاں

حضرت نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے غزوہ تبوک میں اپنے صحابہ کو چھ اہم حوادث کی خبر دی اور ان کی ترتیب بھی بیان کر دی چنانچہ آپ نے عوف بن مالک سے فرمایا:

((اَعِدِدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ : مَوْتِي ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ مَوْتَانِ يَأْخُذُ فِيكُمْ كُقْعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتَّى يُعْطِيَ الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظِلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدُرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا)) ◆

”قیامت سے قبل چھ حوادث شمار کر لو۔ ایک تو میری موت۔ پھر فتح بیت المقدس۔ پھر بکریوں پر آفت کی طرف موت عامہ۔ پھر مال کی فراوانی یہاں تک کہ ایک آدمی کو سو طلائی دینار (بمائیت تقریباً بیس لاکھ روپے) دیئے جائیں گے تو وہ پھر بھی ناراض رہے گا۔ پھر ایسا فتنہ جو عربوں کے ہر گھر میں داخل ہو کر رہے گا۔ پھر تمہارے اور بنی الاصفہر کے درمیان صلح ہوگی اور وہ غداری کر کے اسی (۸۰) ملین فوج لے کر آئیں گے ہر ملین میں بارہ ہزار لشکر ہوں گے۔“

اس حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ چھ حوادث کی ترتیب سے پیش گوئی فرما رہے ہیں ان میں پہلی تو آپ کی وفات کی پیش گوئی پھر فتح بیت المقدس کی پیش گوئی جو ۱۵ھ کو پوری ہوئی پھر صحابہ کرام کی اندوہناک موت جو ۱۸ھ کو طاعون عمواس کی صورت

میں پوری ہوئی۔ پھر مال و دولت کی فراوانی جو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتوحات کی کثرت سے پوری ہوئی پھر عربوں کو عمومی طور پر پیٹ میں لے لینے والا فتنہ جو حضرت عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہوا اور وہ تمام فتنوں کا دروازہ ثابت ہوا اس نے کوئی ایسا گھر نہ چھوڑا جس میں داخل نہ ہوا ہو۔

جبکہ آخری علامت یعنی رومیوں کے ساتھ صلح اور پھر جنگ اس سلسلے میں علماء نے اتفاق کیا ہے کہ وہ ابھی تک نہیں ہوئی اور وہ آخری زمانے میں فتنوں میں جنگوں کے دور میں ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علامات نبوت کی چند چیزیں بیان ہوئی ہیں جن میں سے اکثر ظاہر ہو چکی ہیں۔
اگر ہم چوتھی علامت پر گفتگو کرنا چاہیں تو ہمیں آپؐ کی یہ حدیث یاد پڑتی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فَيَفِيضُ، حَتَّى يَبْهَمُ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَ حَتَّى يُعْرِضَهُ فَيَقُولَ الَّذِي يُعْرِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرَبَ لِي))

”اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم میں مال کی فراوانی نہ ہو جائے یہاں تک کہ صاحب ثروت آدمی صدقہ قبول کرنے والے کو تلاش کرے گا اور یہاں تک کہ جب وہ اپنا مال کسی شخص پر پیش کرے گا تو وہ جواب دے گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تین احوال بیان ہوئے ہیں۔
(الف) فقط مال و دولت کی فراوانی اور یہ فراوانی صحابہ کرام رحمہم کے دور میں ہوئی اسی کے بارے میں فرمایا گیا وَيَكْثُرُ فِيكُمْ کہ تمہارے ہاں مال زیادہ ہو جائے گا۔

(ب) مال و دولت کے چشموں کا فواروں کی طرح پھوٹنے کی طرف اشارہ۔ اس اعتبار سے ہر کسی مسلمان کو دوسرے کا مال لینے سے بے نیازی حاصل ہوگی اور یہ حالت دور صحابہ کے آخری اور تابعین کے اولین دور میں ہوگی اور اسی کے بارے میں فرمایا گیا **يَهُمُّ رَبُّ الْمَالِ** کہ صاحب ثروت انسان بے چین ہو کر صدقہ کے حقدار کو تلاش کرے گا اور یہ حالت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت پر منطبق ہوتی ہے۔

(ج) مال و دولت کے خزانوں کے اُبل پڑنے اور ہر ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان سے بے نیاز ہونے کی طرف اشارہ۔ یہاں تک کہ صاحب ثروت جب کسی حقدار کو نہ پائے گا تو وہ غیر حقدار پر پیش کر دے گا۔ اور اس وقت اس کا غم بڑھ جائے گا جب وہ بھی یہ جواب دے گا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگی۔ ♦

سیدنا اویس قرنی کی آمد کی پیش گوئی

ان غیبی امور میں سے ایک غیبی امر جس کی آپ کو خبر دی گئی اور اللہ نے آپ کو اس پر مطلع کیا تا کہ وہ آپ کی نبوت کی روشن دلیل بن جائے حضرت اویس قرنی کا یمن سے (مدینہ) آنا ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کرام سے اس کے بعض اوصاف اور احوال بھی بیان کر دیئے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ، يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ، لَا يَدْعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أَمٍّ لَهُ، قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ، فَدَعَا اللَّهَ فَأَذْهَبَهُ عَنْهُ، إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوْ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ))

”تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اسے اویس کہا جاتا ہے وہ یمن میں اپنی ماں کے علاوہ کوئی رشتہ دار نہیں رکھتا اسے سفیدی (پھل بھری) تھی

اس نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کی وہ سفیدی دور کر دی سوائے دینار یا درہم کی مقدار کے تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعائے استغفار کرے۔ ﴿۲۰۴﴾

چنانچہ یہ پیش گوئی ایسے ہی ثابت ہوئی جیسے آپؐ نے بیان کی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اہل یمن آئے تو آپؐ تمام وفود سے پوچھتے کیا تم میں کوئی آدمی قرن کے رہنے والا بھی ہے؟ یہاں تک کہ آپؐ اہل قرن کے پاس آگئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا قرن والے۔

اس دوران آپؐ کے اونٹ کی یا اولیس کے اونٹ کی لگام گر پڑی تو آپؐ نے اولیس کو یا اولیس نے آپؐ کو وہ لگام پکڑا دی تو آپؐ نے اسے پہچان لیا اور اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ اولیس

آپؐ نے پوچھا: کیا تیری والدہ ہے

اس نے جواب دیا: ہاں۔

آپؐ نے پوچھا کیا تجھے سفیدی (پھل بہری) تھی اس نے کہا: ہاں میں نے اللہ سے دعا کی تھی تو اس نے ختم کر دی سوائے درہم کی مقدار کے جو میری ناف پر ہے تاکہ میں اپنے اللہ کو یاد رکھوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ میرے لیے اللہ سے استغفار کرو۔

اس نے کہا: آپؐ میرے لیے استغفار کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ رسول اللہ کے صحابی ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ تابعین میں سے بہتر آدمی وہ ہے جسے اولیس کہا جاتا ہے اور اس کی والدہ ہے اور اسے سفیدی

کے داغ تھے۔ اس نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے وہ داغ دور کر دیئے سوائے ناف پر درہم کی مقدار کے، چنانچہ حضرت اولیسؑ نے آپؐ کے لیے دعا کی۔ پھر لوگوں کی بھیڑ میں داخل ہو گئے اور پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں چلے گئے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت اولیس کے قصے میں حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت کا روشن معجزہ ہے۔

آتش فشاں پہاڑ سے آگ نکلنے کی پیش گوئی

حضرت رسول کریم ﷺ نے حجاز میں آتش فشاں کے پھٹنے کی خبر دی جس کی روشنی بادلوں میں منعکس ہوگی اور اسے شام میں واقع شہر بصری کے لوگ دیکھیں گے چنانچہ آپؐ کی یہ پیش گوئی ۶۵۳ھ میں پوری ہوئی تاکہ یہ بھی آپؐ کی نبوت و رسالت کی دلیل ثابت ہو۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تَضِيءُ
أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى))

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ سرزمین حجاز سے آگ نہ نکلے جس سے بصری کے اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں گی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں مدینہ منورہ سے ۶۵۳ھ میں آگ نکلی وہ زبردست آگ تھی جو جنوب مشرق مدینہ کی طرف سے حرہ کے پیچھے سے نکلی اس آگ کے نکلنے کا علم پورے شام اور دیگر تمام شہروں میں تواتر کے ساتھ پہنچا اور مجھے بھی مدینہ والوں میں سے ایک شخص نے اس کی خبر دی۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل تاریخ اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے

مسند احمد ح: ۲۷۸۔

شرح النووی علی صحیح مسلم (۱۶/۹۴)

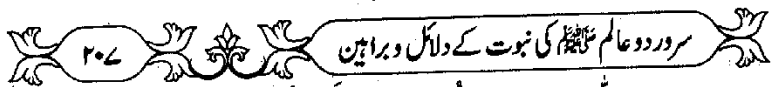
بخاری ح: ۷۱۸۔ مسلم ح: ۲۹۰۲۔

شرح صحیح مسلم ح: ۱۸-۲۹۔

بیان کیا اور ۶۵۴ھ میں اس کے وقوع کی خبر تواتر کے ساتھ معلوم ہوئی۔ چنانچہ اس دور کے امام المورخین شیخ الحدیث حافظ شہاب الدین عبدالرحمن بن اسماعیل جو ابوشامہ کی کنیت سے مشہور ہیں، اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ وہ جمعہ المبارک کے دن جمادی الاخریٰ کی پانچ تاریخ کو ۶۵۴ء میں ظاہر ہوئی اور مصطفین نے اہل مدینہ سے تواتر کے ساتھ مشرق مدینہ سے اس کے ظہور کی کیفیت بیان کی ہے اور شیخ شہاب الدین نے ذکر کیا ہے کہ اہل مدینہ ان دنوں مسجد نبوی میں پناہ گزیں ہوئے اور اپنے تمام گناہوں سے اللہ کے سامنے توبہ کی۔

آپ نے اپنی کتاب میں اس کے متعلق کہے گئے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

يَا كَاشِفَ الضُّرِّ صَفْحًا عَنْ جَرَائِمِنَا
فَقَدْ أَحَاطَتْ بِنَايَا رَبِّ بَأْسَاءُ
نَشْكُو إِلَيْكَ خُطُوبًا لَا نَطِيقُ لَهَا
حَمَلًا وَ نَحْنُ بِهَا حَقًّا أَحْقَاءُ
زَلَزِلْ تَخْشَعُ الصُّمُّ الصَّلَادُ لَهَا
وَكَيْفَ تَقْوَى عَلَى الزَّلْزَالِ صَمَاءُ
أَقَامَ سَبْعًا يَرْجُ الْأَرْضُ فَانْصَدَعَتْ
عَنْ مَنَظَرٍ مِنْهُ عَيْنُ الشَّمْسِ عَشَوَاءُ
بَحْرٌ مِنَ النَّارِ تَجْرِي فَوْقَهُ سَفُنٌ
مِنَ الْهَضَابِ لَهَا فِي الْأَرْضِ إِرْسَاءُ
يُرَى لَهَا شَرَرٌ كَالْقَصْرِ طَائِشَةٌ
كَأَنَّهَا دِيمَةٌ تَنْصَبُ هَطْلَاءُ
تَنْشَقُّ مِنْهَا قُلُوبُ الصَّخْرِ إِنْ زَفَرَتْ
رُعْبًا وَ تَرْعُدُ مِثْلَ الشَّهْبِ أَضْوَاءُ
فِيَالَهَا آيَةٌ مِنْ مُعْجَزَاتِ رَسُولِ



اللّٰهُ يَعْقِلُهَا أَقْوَامُ الْبَيَّاءُ

(ترجمہ) ① ”اے تکلیف دور کرنے والے ہمارے جرائم سے درگزر فرما اے ہمارے رب ہمیں مصیبت نے گھیر لیا ہے۔“

② ”ہم تیرے سامنے مصائب کے اند پڑنے کا شکوہ کرتے ہیں اور ان کو برداشت کرنے کی ہم میں سکت نہیں اگرچہ ہم اسی سلوک کے مستحق ہیں۔“

③ ”ایسے ہولناک زلزلے جن کے سامنے چٹانیں سرنگوں ہو رہی ہیں ان کے سامنے پتھریلی زمین کس طرح تاب رکھ سکتی ہے۔“

④ ”ایسا فلک بوس اور طویل و عریض پہاڑ جو زمین پر مضبوطی سے قائم ہے اس کی چوٹی سے آگ کا ایسا سمندر بہہ رہا ہے جس پر کشتیاں چل سکتی ہیں۔“

⑤ ”اس کے شعلے اڑتے ہوئے محل کی طرح دکھائی دے رہے ہیں اور گویا وہ کوئی آگ کا خاموش بادل ہے جو آگ کی موسلہ دھار بارش پر سار ہا ہے۔“

⑥ ”اگر وہ گرم سانس لے تو اس کی دہشت سے پتھروں کے دل پھٹ جائیں اور اس کی شعائیں کمزور لائٹ کی طرح کا پٹنے لگیں۔“

⑦ ”معجزات رسول میں سے یہ کتنی بڑی دلیل ہے اور اسے عقلمند اقوام سمجھ سکتی ہیں۔“ ❶ قابل تعجب بات ہے کہ اس ہولناک صورتحال کے باوجود شہر

مدینہ میں ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی (بحان اللہ رحمۃ للعالمین ج ۳)

جھوٹے مدعیان نبوت کی پیش گوئی

نبوت کے مدعی و جالوں کے ظہور کی خبر دینا بھی آپ کی سچی نبوت کے دلائل میں سے ہے چنانچہ آپ نے ان سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَالُونٌ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلَّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ)) ❷

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تمیں کے قریب کذاب اور دجال اٹھ کھڑے نہ ہوں، ان میں ہر ایک اپنے آپ کو اللہ کا رسول سمجھتا ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت میں کذاب اور دجال ہوں گے، ستائیس اور ان میں چار عورتیں ہوں گی جبکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مطلقاً مدعیان نبوت مراد نہیں ہیں کیونکہ ان کا تو کوئی شمار ہی نہیں کیونکہ ان میں سے اکثریت نے تو جنون کی وجہ سے دعویٰ کیا بلکہ ان سے مراد وہ ہیں جن کو اپنے نبی ہونے کا وہم ہوا اور انہیں شوکت ملی۔
وہ چار شخصیتیں جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ان میں سے ایک سجاح بنت حارث تمیمیہ تھی جس نے جزیرہ عرب کے وسط میں نبوت کا دعویٰ کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق حضرت نبی کریم ﷺ کے آخری دور میں ہوا، یمامہ میں مسیلمہ، یمن میں اسود غنسی پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بنی اسد بن خزیمہ کا طلحہ بن خویلد اور بنو تمیم کی سجاح تمیمیہ۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے دو دجالوں کی نص کے ذریعے خبر دے دی چنانچہ ان دونوں نے آپ کے آخری دور میں نبوت کا دعویٰ کر دیا یمامہ میں مسیلمہ نے اور یمن میں اسود غنسی نے حضرت رسول کریم ﷺ نے خواب میں اپنے ہاتھوں میں دو سونے کے نگلن دیکھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ان دونوں کی حالت نے فکر میں ڈال دیا پھر خواب میں مجھے وحی ہوئی کہ ان دونوں پر

مسند احمد ج: ۲۲۸۳۹۔ ابن حجر نے اس کی سند کو جید کہا ہے فتح الباری (۱۳/۹۳) اور

البانی نے جامع صحیح میں اسے صحیح قرار دیا ہے (۷۷۰۷)

فتح الباری ۶/۷۱۳۔

فتح الباری ۶/۷۱۳۔

پھونک مار دو چنانچہ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے تو میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ میرے بعد دو کذاب نکلیں گے۔

چنانچہ آپ کا خواب سچ ثابت ہوا ان دونوں کذابوں میں پہلا شخص مسیلہ تھا جو حضرت نبی کریم ﷺ کے دور میں مدینے آیا اور کہنے لگا اگر محمد اپنے بعد خلافت مجھے دے دے تو میں آپ کی پیروی کر لوں گا، حضرت نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت آپ کے ہاتھ میں لکڑی کا ٹکڑا تھا آپ نے فرمایا۔ اگر تو مجھ سے اس ٹکڑے کا سوال کرے تو میں تجھے یہ بھی نہ دوں گا اور تو اپنے معاملے میں اللہ کے فیصلے سے تجاوز نہیں کر سکے گا اگر تو پھر گیا تو اللہ تجھے کاٹ ڈالے گا اور میں تجھے وہی سمجھتا ہوں جس کے متعلق مجھے دکھایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو اسود غنسی تھا اور دوسرا صاحب پیامہ مسیلہ کذاب۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ کے فرمان و لَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰہ سے مراد یہ ہے کہ اگر تو میری اطاعت سے منحرف ہوا تو اللہ تجھے قتل کر ڈالے گا چنانچہ اللہ نے اسے پیامہ کی جنگ میں ہلاک کر دیا اور یہ پیش گوئی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام اس سے جنگ کے لیے نکلے اور اللہ نے ان کے ہاتھوں اسے قتل کر دیا اور اس کا فریب بجا دیا اور اس کا تیر خطا کر دیا۔

اسی طرح اللہ نے، دوسرے کذاب اسود غنسی جو گمراہی میں مسیلہ کا بھائی تھا، کا فریب پٹا دیا، وہ اس طرح کہ جب اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات سے قبل نبوت کا دعویٰ کیا اور یمن کے بدوؤں کی ایک جماعت نے اس کی پیروی کر لی اور اس کے بازو مضبوط ہو گئے تو وہ آپ سے باہر ہو گیا تو اللہ نے اس کی بیوی کے ذریعے اسے

فیروز دلیمی اور چند یمنی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرادیا اس طرح حضرت نبی کریم ﷺ نے خواب میں جو دیکھا وہ سچ ثابت ہو گیا اور اس کی ضلالت فضا کا ذرہ ثابت ہوئی جسے ہوائیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہیں:

﴿فَأَمَّا الذِّبْدُ فَيَذْهَبُ جَفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ اللَّهُ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾ (الرعد: ۱۷)

”سو جو جھاگ ہے وہ سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اس طرح اللہ (حق اور باطل) کی مثالیں بیان کرتا ہے۔“

بنو ثقیف سے ایک کذاب اور ایک مہیر کے خروج کی پیش گوئی

جن کذابوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ان میں سے ایک کذاب کے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ وہ ثقیف قبیلے سے نکلے گا اور آپ کی اس سچی خبر کو حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں وہ اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس گئیں اور اس سے کہا۔

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَابًا وَمُبِيرًا فَأَمَّا الْكَذَّابُ فَرَأَيْنَاهُ وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَلَا أَخَالَكَ إِلَّا أَيَّاهُ)) ◆

”بیشک ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مہیر ہوگا۔ سو کذاب تو ہم اسے دیکھ چکے جبکہ مہیر کے متعلق میں سمجھتی ہوں کہ وہ تو ہی ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہیر سے مراد مہلک ہے اور کذاب کے متعلق ان کے قول (فَرَأَيْنَاهُ) سے ان کی مراد مختار بن ابی عبید ثقفی ہے یہ بڑا جھوٹا شخص تھا اس کا قبیح ترین جھوٹ، اس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے پاس جبرائیل علیہ السلام آتا ہے۔ علماء نے اس

حقیقت پر اتفاق کیا ہے کہ کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید اور میر سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

مختار کذاب کے متعلق خبروں میں سے ایک خبر رفاعہ بن شداد تابعی نے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مختار ثقفی پر داخل ہوا تو اس نے کہا۔ اللہ کی قسم تو میرے پاس آیا اور جبرائیل ابھی اس کرسی سے اٹھا ہے۔

رفاعہ کہتے ہیں کہ میں اسے قتل کرنے کے لیے اپنی تلوار کے قبضے کی طرف جھکا لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد آ گئی جو حضرت عمرو بن حلق نے ہم سے بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

((إِذَا اطْمَأَنَّ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ ، ثُمَّ قَتَلَهُ بَعْدَ مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ ، نُصِبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَوَاءٌ غَدِرًا))

”کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو جائے پھر اس کے اطمینان کے بعد دوسرا آدمی اسے قتل کر ڈالے تو قیامت کے دن اس کے لیے غدر کا جھنڈا نصب کر دیا جائے گا۔“

رفاعہ کہتے ہیں کہ پھر میں اسے قتل کرنے سے رک گیا۔

اس طرح مختار کا دعویٰ نبوت حضرت رسول کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کی تصدیق کا ذریعہ بن گیا کہ ثقیف میں ایک کذاب پیدا ہوگا اسی طرح ہی ظالم حجاج کے متعلق پیش گوئی ہے کہ وہ ثقیف سے ہوگا۔

اور یہ پیش گوئی وحی الہی ہے اور اللہ علام الغیوب نے آپ کو اس کے ذریعے ان دونوں شخصوں کی خبر دی۔

منکرین حدیث نمودار ہونے کی پیش گوئی

تاریخ میں ایسے دجالوں کا سلسلہ نہیں رکے گا کیونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے

شرح مسلم لنووی (۱۶/۱۰۰)

حاکم (۳۹۳/۱۳)۔ صحیح ابن ماجہ (۲۱۷۷)

فرمایا ہے۔

((يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُم مِّنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ فَيَأْخُذُكُمْ وَلَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يُفْتِنُونَكُمْ)) ♦

”کہ آخری زمانے میں دجال اور کذاب ہوں گے وہ تمہیں ایسی احادیث پیش کریں گے جو تم نے اور تمہارے آباء اجداد نے سنی نہ ہوں گی۔ لہذا تم ان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔“

اس حدیث شریف میں جن دجالوں اور کذابوں سے بچ کر رہنے کا حکم ہے وہ آج کل ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اور وہ مکذوبہ روایات بیان کر کے جاہلانہ عقائد کے شجرہ خبیث کی آبیاری کر رہے ہیں ان میں سے کچھ لوگ اپنے آپ کو مجتہد، شیخ الاسلام اور پتہ نہیں کیا کچھ کہلا کر اپنے جذبہ خود نمائی اور خود ستاشی کو تسکین پہنچا رہے ہیں اگرچہ اس کی پاداش میں انہیں سب سے پہلے جہنم میں بھی جانا پڑ جائے یہ لوگ کتب حدیث کے طبقہ رابع، خامس، سادسہ، سابع اور ثامنہ سے موضوع اور منکر روایات تلاش کر کے جہلاء کے بودے عقائد کو سہارے دے رہے ہیں۔ (اعاذنا اللہ مِنْهُمْ)

حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کو منکرین سنت کے فتنے سے بھی آگاہ فرمایا ہے:

چنانچہ مقدم بن معدی کربؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ عَلَى أُرْيَكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ)) ♦

”خبردار آگاہ رہنا میں قرآن اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز (سنت) دے کر بھیجا گیا ہوں۔ خبردار رہنا قریب ہے کہ ایک شکم سیر آدمی اپنے پلنگ پر بیٹھ کر کہے لوگو تم اس قرآن کو تھام لو جو کچھ اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو کچھ اس میں حرام ہے اسے حرام جانو۔“

امام مبارکپوری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ہے اور ان علامات میں سے ایک علامت ہے اور جیسے آپؐ نے پیش گوئی کی ہے اسی طرح ہی اس کا ظہور ہوا ہے، ملک ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ایک آدمی (عبداللہ چکڑالوی) نمودار ہوا ہے اور اس نے اپنی پارٹی کا نام اہل قرآن رکھا ہے جبکہ اس کے اور اہل قرآن کے درمیان بڑا فرق ہے درحقیقت وہ اہل الحاد میں سے ہے۔ اس نے ذخیرہ احادیث نبویہ کے رد میں زبان درازی کی ہے اور یہ کہو اس کی ہے کہ احادیث ساری کی ساری خود ساختہ ہیں اور اللہ پر بہتان ہیں فقط قرآن پر عمل کرنا واجب ہے اور احادیث نبویہ خواہ صحیح اور متواتر بھی ہوں تب بھی ان پر عمل کرنا درست نہیں۔ ♦

اس طرح حضرت نبی کریم ﷺ کا ان کذابوں کے متعلق خبر دینا ان غیوبات کے زمرے میں آتا ہے جن پر اللہ نے آپ کو مطلع فرمایا تاکہ ان خبروں کا سچ ثابت ہونا نبی کریم ﷺ کی نبوت اور رسالت کی برہان بن جائے۔



باب یازدہم

حضرت رسول کریم ﷺ کی اپنے معاصرین کے بارے میں چند پیش گوئیاں

تہمید

حضرت رسول کریم ﷺ کا اپنے بعض معاصرین کی وفات کی کیفیت اور جگہ کی خبریں دینا آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل اور علامات میں داخل ہے چنانچہ آپ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اور ان کے علاوہ اپنے چند دشمنوں کی وفات اور ان کے مرنے کی کیفیت اور جگہ کی خبریں بھی دی ہیں اور اللہ کا نبی ﷺ کسی کی موت کا علم اپنی طرف سے نہیں پتا سکتا۔

چنانچہ موت اور اس کے متعلقات کا علم، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے لیے مختص کیا ہوا ہے وہ اکیلا ہی عالم بشریت کی عمریں اور ان کے ارواح قبض ہونے کی جگہوں کو جانتا ہے اس کے علاوہ کوئی انسان یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ ہی کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کونسی سرزمین میں فوت ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ وَعْدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (لقمان: ۳۴)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کے بعض صحابہ و اہل بیت اور ان کے

بعض دشمنوں کی موت کی کیفیت اور وقت سے آگاہ کر دیا تھا اور آپؐ نے اس کی خبر دے دی تھی اور اس کا تحقق آپؐ کی نبوت کی بُرہان اور رسالت کی دلیل ثابت ہوئی کیونکہ کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ از خود اس چیز کو پہچانے اور اس کی پیش گوئی کرے الایہ کہ اسے علام الغیوب اس بات کی اطلاع دے دے۔

عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابہ کی شہادت کی پیش گوئی

اور ان خبروں میں روز روشن کی طرح آشکار خبر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کی شہادت کی خبر ہے اور یہ کہ ان کی موت شہادت کی صورت میں ہوگی اور وہ عام لوگوں کی موت کی طرح بستروں یا دیگر چیزوں پر نہیں ہوگی۔ حضرت رسول کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت زبیرؓ جبل حراء پر چڑھے تو پھر نے حرکت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ((اَهْدَا، فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صَدِيقٌ اَوْ شَهِيدٌ)) ♦
”اے پہاڑ پر سکون ہو جا تیرے اوپر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔“

چنانچہ اس حدیث میں آپؐ نے اپنے نبی ہونے اور ابوبکرؓ کے صدیق ہونے اور عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ کے شہید ہونے کی خبر دی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کے معجزات بیان ہوئے ہیں۔ ان سے ایک تو اس بات کی خبر کہ حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ باقی تمام شہادت کی موت سے سرفراز ہوں گے چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت زبیرؓ ظلمنا شہید کیے گئے چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شہادتوں کے واقعات مشہور ہیں اور حضرت زبیرؓ جنگ جمل سے کنارہ کش ہو کر واپس جا رہے تھے کہ بصرہ کی دادی سباع

میں شہید کر دیئے گئے اور اسی طرح حضرت طلحہؓ اسی جنگ سے دست کش ہو کر جا رہے تھے کہ انہیں ناگہانی تیر نے شہید کر دیا اور اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ جو ظلم مارا گیا وہ شہید ہے۔ ♦

حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک اور مرتبہ بھی شہادت کی بشارت سنائی، اس مرتبہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا تو فرمایا: تیرا لباس نیا ہے یا دھلا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا نیا نہیں بلکہ دھلا ہوا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا نیا لباس پہن اور قابلِ تعریف زندگی بسر کر اور شہید ہو کر فوت ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے آپؐ نے فرمایا، انہیں ملعون ابو لؤلؤ مجوسی نے ۲۳ھ میں مسجد نبوی کے اندر شہید کر دیا اس وقت آپؐ نماز صبح میں مسلمانوں کی امامت کر رہے تھے۔

چنانچہ آپؐ کی شہادت، حضرت نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کا مصداق اور آپؐ کی نبوت و رسالت کی علامتوں میں سے علامت بن گئی۔

جبکہ دوسرے مظلوم شہید حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ آپؐ کو حضرت نبی کریم ﷺ نے شہادت کی بشارت سنائی تھی اور آپؐ کو خبر دی تھی کہ وہ فتنہ کے دوران ہو گئی اور آپؐ نے ان کو اس پر صبر کی تلقین کی تھی اور یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک باغ کے اندر اریس کے کنویں پر بیٹھے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھٹ کھٹایا میں نے پوچھا، کون؟ اس نے جواب دیا عثمان، میں نے کہا، ٹھہریئے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا اور آپؐ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا، اسے اجازت دو اور انہیں ایک مصیبت میں گھر جانے پر جنت کی بشارت دو۔

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ داخل ہو جاؤ اور تجھے رسول اللہؐ نے ایک مصیبت میں گھر جانے پر جنت کی بشارت دی ہے۔ ♦

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی پھر فرمایا۔ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَان ♦

یعنی آپؐ حضرت نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی جنت کی بشارت پر اللہ کی تعریف کی اور مصیبت میں گھر کر شہید ہوتے وقت اللہ سے ثابت قدم رہنے کی دعا کی۔
حضرت نبی کریم ﷺ کے فرمان ((اِهْدَا، فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيقٌ اَوْ شَهِيدٌ)) میں تیسرا مبشر بالغہ صحابی حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالبؓ ہے۔ ان کو حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک اور حدیث میں خبر دی تھی کہ تجھے ایک بد بخت انسان کنپٹی پر تلوار کی ضرب سے شہید کر دے گا۔

ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالبؓ شدید بیمار ہو گئے تو ابوسفیان الدؤلی آپؐ کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوا اور کہا اے امیر المومنین ہم تو آپؐ کی اس بیماری کی وجہ سے آپؐ کے متعلق ڈر گئے۔ حضرت امیر المومنین نے جواباً ارشاد فرمایا۔ لیکن اللہ کی قسم میں تو اس بیماری کی وجہ سے اپنی زندگی کے بارے میں خوف زدہ نہیں ہوا کیونکہ میں صادق و مصدوق نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے بارے میں سن چکا ہوں کہ تو ایک وار یہاں اور ایک وار یہاں (اور آپؐ نے دونوں کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا) لگنے سے زخمی ہوگا اور ان سے اتنا خون جاری ہوگا کہ تیری داڑھی تر ہو جائے گی اور تیرا قاتل قوم شہود کے بد بخت جیسا ہوگا جس نے ناثقہ اللہ کی ٹانگیں کاٹ دی تھیں۔ ♦

اس حدیث رسول کریم ﷺ کی وجہ سے حضرت علیؓ اپنی بیماری کی وجہ سے موت سے نہیں ڈرتے تھے اور آپؐ کی زبان حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار بگنٹا رہی

♦ مسند احمد ح (۵۳۶۳)۔ ابن ماجہ ح (۳۵۵۸)

♦ بخاری ح (۳۶۷۳)

♦ مستدرک (۱۲۲/۳) طبرانی کبیر ح (۱۷۳) بیہقی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

تھی۔

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُوا كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعٌ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعٌ

”اور ہم میں اللہ کا رسول ﷺ ہے جو پتھوٹنے تک تہجد میں اس کی کتاب کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔“

اس نے ہمیں تاریکی سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کر دیا چنانچہ ہمارے دل اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔

سیدۃ النساء العالمین کے کان میں اپنی رحلت کی پیش گوئی

حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ آپؐ کی طرف پیدل چل کر آرہی ہیں، حضرت رسول اللہ ﷺ انہیں فرماتے ہیں میری لخت جگر کا آنا مبارک ہو۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ طاہرہؓ فرماتی ہیں کہ اتنا کہنے کے بعد آپؐ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا اور پھر ان کے کان میں کوئی بات کہی تو وہ رو پڑیں پھر آپؐ نے اُن کے کان میں کوئی بات کہی تو وہ مسکرا دیں۔ تو میں نے ان سے کہا میں نے آج کے دن جیسی کوئی خوشی نہیں دیکھی جو غم سے قریب تر ہو، بتائیں آپؐ کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا۔

میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنے والی نہیں۔

جب حضرت نبی کریم ﷺ رفیقِ اعلیٰ کے ہاں چلے گئے تو میں نے ان سے پھر پوچھا تو انہوں نے فرمایا، آپؐ نے میرے کان میں یہ بات کہی تھی کہ حضرت جبرائیلؑ میرے ساتھ ہر سال قرآن کا ایک مرتبہ دور کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب ہے اور تو میرے گھرانے

میں سے پہلی خاتون ہوگی جو مجھ سے ملے گی۔ تو میں رو پڑی پھر آپؐ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو جنتی عورتوں یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہوگی تو میں اس خوشخبری پر مسکرا دی۔ ♦

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے فرمایا، اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ اپنی اس بیماری (جس میں آپؐ فوت ہوئے تھے) اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، تو میں رو پڑی، پھر آپؐ نے مجھ سے سرگوشی کی اور مجھے خبر دی کہ تو میرے گھرانے میں سب سے پہلے میرے پیچھے آئے گی، تو میں مسکرا پڑی۔ ♦

اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ تین غیبی امور کی خبر دے رہے ہیں۔ ایک تو اپنی اجل کے قریب ہونے کی خبر اور آپؐ اس سال فوت ہو گئے۔ دوم اپنی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کے زندہ رہنے کی خبر اور اس بات کی خبر بھی کہ وہ آپؐ کے گھرانے میں سب سے پہلے آپؐ سے ملے گی چنانچہ وہ آپؐ کے سانحہ ارتحال کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں تو وہ آپؐ کے گھرانے میں سب سے پہلے آپؐ سے ملیں سوم یہ کہ وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آپؐ کا روشن ترین معجزہ بلکہ دد معجزے ہوئے چنانچہ آپؐ نے اپنے بعد ان کے زندہ رہنے کی خبر دی اور اس بات کی بھی کہ وہ آپؐ کے اہل بیت میں سب پہلے آپؐ سے ملیں گی اور ایسے ہی ہوا اور وہ سب سے پہلے آپؐ کو ملنے پر مسرور ہوئیں۔ ♦

اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا جنت حارث کی مکہ سے باہر وفات کی پیش گوئی

آپؐ کی نبوت کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل حضرت میمونہ بنت

بخاری ح (۳۲۳)۔ مسلم ح (۲۳۵) ♦

بخاری ح (۳۲۶)۔ مسلم ح (۲۳۵۰) ♦

شرح نووی (۵/۱۲) ♦

حارث ام المومنین کے متعلق آپ کا پیش گوئی کرنا ہے کہ وہ مکہ میں فوت نہ ہوگی۔

چنانچہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ میں بیمار ہوئیں اور بیماری شدید تر ہو گئی تو انہوں نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ مجھے مکہ سے باہر لے جاؤ میری موت مکہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی تھی میں مکہ میں فوت نہیں ہوں گی۔

چنانچہ انہوں نے آپ کو اٹھایا اور سرف کے اس درخت کے نیچے لے آئے جہاں رسول اللہ ﷺ اُن سے نکاح کے بعد ان پر داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ وہاں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں ان کی قبر آج بھی مکہ کے نواحی محلے نوارۃ میں معروف ہے ان کی وفات مکہ سے باہر ہوئی بعینہ اسی طرح جیسے ناطق بالوحی نے دی تھی۔ ♦

سیدنا ابو عبد اللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کی پیش گوئی

اور ان لوگوں میں سے جن کی شہادت کی پیش گوئی حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی آپ کے نواسے اور اہل جنت کے پھول سیدنا حضرت حسین بن علی بن ابی طالب بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک بیوی کو خبر دی تھی کہ آج میرے گھر میں وہ فرشتہ آیا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا اس نے مجھے بتایا کہ تیرا یہ بیٹا حسین شہید ہوگا اگر تم چاہو تو میں اس سرزمین کی مٹی تمہیں دکھا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔ چنانچہ سیدنا حسین عراق کی سرزمین کربلا میں ۶۰ھ کو شہید ہوئے۔

بھلا کس ذات نے آپ کو بتایا کہ حضرت حسین شہید ہوں گے اور کس نے آپ کو ان کے مقتل کی مٹی دکھائی تھی بدیہی جواب ہے کہ اللہ علیم وخبیر ذات نے۔

اُم ورقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کی پیش گوئی

اور اس سے زیادہ تعجب انگیز پیش گوئی ایک عورت کی شہادت کے متعلق ہے اور وہ عورت تھی اُم ورقہ بنت عبد اللہ بن حارث حضرت رسول کریم ﷺ ہر جمعہ اس کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور اُسے شہیدہ کے نام سے پکارتے تھے، آپ فرماتے آؤ

ہم شہیدہ سے ملاقات کریں، اس نام سے پکارنے کا سبب یہ بنا کہ ایک دن اس نے درخواست کی کہ اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ کیا آپ مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلوں، میں آپ کے مریضوں کی تیمارداری کروں گی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کروں گی شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا تو گھر میں ٹھہری رہ، اللہ تعالیٰ تجھے شہادت عطا فرمائے گا۔

چنانچہ اسے یہ شہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نصیب ہوئی۔

اس نے اپنی ایک لونڈی اور ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا کہ یہ دونوں اس کی وفات کے بعد آزاد ہوں گے، ان دونوں نے جب دیکھا کہ عرصہ گزر گیا ہے اور یہ فوت ہی نہیں ہو رہی تو انہوں نے اسے کبل میں دبا کر قتل کر دیا تو حضرت نبی کریم ﷺ کی بشارت کے مطابق اس کی موت شہادت ثابت ہوئی۔ ♦

دیکھے حضرت نبی کریم ﷺ نے کس جزم کے ساتھ اس کی موت شہادت کی خبر دی اور وہ دھوکے سے قتل ہوئی حالانکہ یہ معاملہ عورتوں کے ساتھ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، لہذا یہ پیش گوئی بھی آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تنہائی میں وفات کی پیش گوئی

حضرت رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لیے نکلتے ہیں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کی سست رفتاری کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں چنانچہ وہ اونٹ سے اپنا سامان اتار کر خود اٹھا لیتے ہیں اور پیدل چل پڑتے ہیں تاکہ وہ تبوک میں حضرت رسول کریم سے مل سکیں، ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پیچھے رہ جانے والے ساتھیوں کے متعلق باہم پوچھ گچھ کر رہے ہیں کہ انہیں دور سے کوئی آدمی آتا معلوم ہو رہا ہے اور وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کوئی آدمی راستے پر پیدل آتا دکھائی دے رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں وہ ابوذر ہو سکتا ہے، جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے غور سے دیکھا تو عرض

کیا۔ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ، واللہ، وہ ابوذر ہی ہے۔

آپؐ فرماتے ہیں اللہ ابوذر پر رحم فرمائے وہ اکیلا چل رہا ہے اکیلا فوت ہوگا اور اکیلا اٹھے گا۔ حضرت رسول کریم ﷺ اس کے اپنی طرف آنے سے پہلے ہی وحی الہی کے ذریعے اس بات کی خبر دے دی کہ وہ ابوذر ہے مزید برآں یہ بھی بتادیا کہ جس طرح وہ اپنے ساتھیوں سے پچھڑ کر اکیلا آ رہا ہے اس طرح وہ ان سے پچھڑ کر تنہائی کی حالت میں فوت ہوگا اور پھر وہ اسی جگہ سے اکیلا ہی اٹھے گا۔

حضرت رسول کریم ﷺ کی پیش گوئی سچ ثابت ہونے کی خاطر دن گذرتے گئے۔ ربذہ میں ابوذر کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ انہوں نے اپنی بیوی اور غلام کو وصیت کر دی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے غسل دے کر کفن دینا اور اٹھا کر سرراہ رکھ دینا اور اولاً گذرنے والے قافلے سے کہنا کہ یہ ابوذر ہے۔

جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے آپؐ کی وصیت پر عمل کیا تو اہل کوفہ سے ایک وفد اس راستے پر آتا دکھائی دیا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی تھے چونکہ یہ قافلہ تیز تیز آ رہا تھا اس لیے اسے پتہ نہ چلا حتیٰ کہ وہ ابوذر کی چارپائی پر آ گئے اور قریب تھا کہ ان کی سواریاں ان کی چارپائی کے اوپر سے گذر جائیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے انہیں پہچان کر رونا شروع کر دیا اور فرمایا، اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا، اللہ ابوذر پر رحم فرمائے وہ تنہا چلے گا، تنہا فوت ہوگا اور تنہا اٹھے گا۔

چنانچہ وہ اپنی سواری سے اترے اور (ان کا جنازہ پڑھا کر) انہیں دفنانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ام ذرؓ نے رونا لگیں، آپؐ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے عرض کی کہ میں کیوں نہ رؤں تم صحراء میں فوت ہو رہے ہو اور تجھے کفنانا اور دفنانا بھی ضروری ہے اور میرے

پاس تو ایسا کپڑا بھی نہیں جو تیرے کفن آنے کے لیے کافی ہو؟

آپؐ نے فرمایا امتِ روا اور اس بات پر خوش ہو جا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ایک آدمی صحراء میں فوت ہوگا اور اس کے جنازے میں مومنین کا ایک قافلہ شامل ہوگا اور صورتحال یہ ہے کہ اس مجلس کے افراد میں سے ہر کوئی فرد یا تو بستی میں فوت ہو یا لوگوں کی جماعت میں اور باقی میں ہی بچا ہوں جو صحراء میں فوت ہو رہا ہوں۔ اللہ کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ میں جھٹلایا گیا۔ ♦

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ان لوگوں کے آنے کی بشارت دے دی جو ان کے دفن میں اس کی مدد کریں گے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کے متعلق خبر دی تھی جو صحراء میں فوت ہوگا کہ اس کے کفن دفن میں مومنین کی ایک جماعت شمولیت کرے گی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں یقین کر لینا کہ وہ آدمی میں ہی ہوں، کو اسی حدیث رسول ﷺ نے متحقق کیا کیونکہ باقی لوگ جو اس ارشاد نبوی کے وقت موجود تھے وہ لوگوں کی موجودگی میں فوت ہوئے یا بستیوں میں فوت ہوئے اور سوائے ابوذر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ بچا تھا۔ بتائیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ابوذر غفاری کے تنہائی میں فوت ہونے کی کس نے خبر دی؟ اور کس ذات نے آپؐ کو خبر دی کہ مومنوں کی ایک جماعت اس کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوگی؟ بدیہی جواب ہے کہ اسی عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ نے جو عظیم ذخیر ذات ہے۔

شاہ حبشہ کی وفات کی خبر کی پیش گوئی

حضرت نبی کریم ﷺ کا سرزمین حبشہ میں نجاشی کی موت کی خبر دینا بھی آپؐ کی

♦ مسند احمد (۲۰۸۱۵) ابن حبان (۶۶۷۰) حسنہ الالبانی صحیح ترغیب والترہیب۔

نبوت کے دلائل میں سے ہے کیونکہ اس دور میں اگر یہ خبر اونٹ یا گھوڑ سواروں کے ذریعے پہنچتی تو ایک مہینہ لگ جاتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

((نَعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا))[❖]

”کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی حبشہ کی موت کی خبر، اسی دن دے دی جس دن وہ فوت ہوا چنانچہ آپؐ باہر نکلے اور ان کی نماز جنازہ کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں۔“

امام مبارکپوری فرماتے ہیں اس حدیث میں نبوت محمدیہ کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے وہ یہ کہ آپؐ نے صحابہ کرام کو اسی دن ہی اس کی موت کی خبر سنا دی جس دن وہ فوت ہوا حالانکہ حبشہ اور مدینہ کے درمیان بہت سی مسافت تھی۔[❖]

کفار قریش کے میدان بدر میں قتل کی پیش گوئی

جنگ بدر سے ایک دن قبل حضرت نبی کریم ﷺ میدان جنگ کا جائز لینے گئے اور آپؐ مشرکین کے قتل ہونے کی جگہوں کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے یہ فلاں کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپؐ اپنا ہاتھ زمین پر یہاں اور یہاں رکھتے۔

چنانچہ ان میں کوئی مشرک آپؐ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے (ایک ہاتھ برابر بھی) آگے پیچھے نہ ہوسکا۔[❖]

یہ حدیث بھی علامات اور معجزات نبوت میں سے ہے کیونکہ آپؐ نے ان کے سرخوں کے مقتل اور جگہ کی خبر دے دی تھی اور جیسے آپؐ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔

❖ بخاری ح (۱۲۵۴)

❖ تحفة الاحوذی ۱۱۵/۳

❖ مسلم ح (۱۷۷۹)

سردار مکہ امیہ بن خلف کے قتل کی پیش گوئی

حضرت نبی کریم ﷺ نے اس بات کی خبر دی کہ مسلمان حضرت بلال حبشی کو (ازیتین دینے والے) امیہ بن خلف کو قتل کرنے والے ہیں۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری، امیہ بن خلف کے دوست تھے اور جب کبھی امیہ بن خلف کا مدینہ جانا ہوتا تو وہ حضرت سعد بن معاذ کے پاس ٹھہرتا اور جب کبھی حضرت سعد بن معاذ مکہ مکرمہ آتے تو وہ امیہ بن خلف کے ہاں قیام کرتے۔

جب حضرت رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ غمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے اور امیہ کے پاس ٹھہرے، ایک دن حضرت سعد نے امیہ سے کہا۔ بخدا میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسلمان تجھے قتل کرنے والے ہیں۔

امیہ نے کہا: مکہ کے اندر؟

حضرت سعد نے فرمایا: یہ میں نہیں جانتا۔

یہ بات سن کر امیہ بڑا خوف زدہ ہوا، اور اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی بیوی سے کہا، اے صفوان کی ماں، تو نے کچھ سنا جو سعد بن معاذ نے مجھے بتایا؟

اس نے پوچھا، اس نے تجھے کیا بتایا۔

امیہ نے کہا، سعد نے مجھے بتایا کہ محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو خبر دی ہے کہ وہ مجھ (امیہ) کو قتل کریں گے۔ میں نے اس سے پوچھا مکہ میں؟ تو اس نے جواب دیا یہ میں نہیں جانتا۔ چنانچہ امیہ نے کہا کہ میں مکہ سے نہیں نکلوں گا۔

جس دن جنگ بدر کے لیے میدان بجا تھا تو ابو جہل نے لوگوں کو تجارتی قافلے کی حفاظت کیلئے گھروں سے باہر آنے کو کہا۔ تو امیہ کو دھڑکا لگا اور اس نے مکہ سے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ ابو جہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

اے ابو صفوان! تو اس وادی کا سردار ہے جب لوگ تجھے گھر بیٹھا دیکھیں گے تو وہ بھی نہیں نکلیں گے۔ ابو جہل اس پر مسلسل زور دیتا رہا اور بالآخر اسے نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ امیہ نے کہا اگر تو مجھے مجبور کرتا ہے۔ تو میں مکہ کے اونٹوں میں سے بہترین اونٹ خریدوں گا۔

بعد ازاں امیہ نے اپنی بیوی ام صفوان سے کہا میرا سامان سفر تیار کر تو اس نے کہا: کیا تجھے اپنے بیڑی بھائی کی بات بھول گئی ہے؟

اس نے کہا: نہیں، لیکن میں ایسا کروں گا کہ ان سے ذرا ہٹ کر بیٹھا کروں گا (اور جب خطرہ معلوم کروں گا تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو جاؤں گا)

چنانچہ وہ ان کے ساتھ نکل پڑا اور جہاں کہیں اترتا اپنے اونٹ کا زانو باندھ کر رکھتا یہاں تک کہ اللہ نے اسے مقام بدر میں قتل کر دیا۔

کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں کہ امیہ کو حضرت رسول کریم ﷺ کی پیش گوئی کی سچائی پر یقین تھا اور وہ اس بات سے ڈرتا بھی تھا۔

وہ صادق و مصدوق نبی مکرم کی بات کو جھٹلا بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ وہ آپ کے بچپن سے لے کر جوانی تک آپ کی سچائی کا مشاہدہ کر چکے تھے۔

سچ فرمایا، رب العالمین نے کہ:

﴿لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾

(انعام: ۳۳)

”یقیناً وہ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم، اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔“

ابولہب ہاشمی قریشی کے کفر پر مرنے کی پیش گوئی

اور ایسے غیبی امور کی خبروں میں چند خبریں جو حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرتی ہیں، آپ کا بعض ایسے لوگوں کے بُرے خاتمہ کی خبر دینا ہے

جن کے متعلق گمان تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوں گے یا ان کا اسلام پر خاتمہ ہوگا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے چچا ابولہب اور اس کی بیوی کے کفر پر فوت ہونے کی خبر دی اور آپؐ نے یہ خبر نص جلی کے ساتھ دی کہ یہ دونوں کفر پر اڑے رہیں گے اور کفر پر ہی ہلاک ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝﴾

”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی جو سر پر ایندھن اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں سوخ کی رسی ہو گی۔“

غور کیجیے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے کتنے جزم کے ساتھ اپنے چچا کی گمراہی کی خبر دی حالانکہ وہ آپؐ کا سب لوگوں سے زیادہ قریبی تھا اور اس کے اسلام کی طرف میلان کا گمان بھی کیا جاسکتا تھا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر ہوا تھا؟ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ اس سورۃ میں روشن معجزہ بیان ہوا ہے اور یہ نبوت محمدیہ پر واضح برہان ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝﴾

نازل ہوا تو آپؐ نے ان دونوں کی بدبختی اور ان کے ایمان نہ لانے کی خبر دے دی اور ان دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دینے کا اہتمام نہ کیا نہ ظاہر نہ باطناً (نہ پوشیدہ نہ علانیہ) تو یہ خبر آپؐ کی آفتاب نیم روز کی طرح آشکار ہو کر نبوت کے قوی ترین باطنی دلائل میں داخل ہو گئی۔

ایک مجاہد کے جہنمی ہونے کی پیش گوئی

اس طرح آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک آدمی کے برے خاتمہ کی خبر دینا بھی ہے۔

یہ آدمی مسلمانوں کے ساتھ مل کر بڑی ثابت قدمی سے داد شجاعت دے رہا تھا۔ اس کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس موجود تھے کہ آپ نے ایک مدعی اسلام آدمی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے۔

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میدان جنگ سجا تو اس آدمی نے بڑی سخت جنگ لڑی اور وہ زخمی ہو گیا، حضرت رسول کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اس نے تو آج شدید جنگ کی ہے اور وہ فوت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا وہ جہنم میں گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے چنانچہ وہ ابھی اسی حال میں کھڑے تھے کہ خبر آئی وہ فوت نہیں بلکہ شدید زخمی ہوا ہے جب رات ہو گئی تو زخموں کی تکلیف نے اسے بے صبر کر دیا اور اس نے خودکشی کر لی۔ جب حضرت نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر اشہد انی عبد اللہ ورسولہ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ جنت میں سوائے مسلمان (مرد و عورت) کے اور کوئی نہ جائے گا اور اللہ اس دین کی تائید فاجر آدمی سے بھی کرائے گا۔

شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت سہل بن سعد ساعدی کے حوالے سے قزمان نامی شخص کا قصہ بھی اسی نوعیت کا بیان کیا ہے، وہ روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی مشرکین سے جنگ ہوئی اور اصحاب رسول ﷺ میں ایک قزمان نامی آدمی، دشمن کے ہر

معمولی اور غیر معمولی بہادر کے پیچھے پڑ کر اسے اپنی تلوار سے اڑا دیتا اور چرچا ہونے لگا کہ آج ہم میں سے کوئی آدمی بھی قزمان جیسی لڑائی نہ لڑ سکا۔ حضرت رسول ﷺ اللہ نے فرمایا وہ اہل النار میں سے ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ نکل پڑا جہاں کہیں وہ کھڑا ہوتا یہ بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو جاتا اور جہاں کہیں وہ تیز ہوتا یہ بھی اس کے ساتھ تیز ہو جاتا حضرت سہل کہتے ہیں کہ وہ شدید زخمی ہو گیا اور اس نے موت کو جلدی حاصل کرنے کے لیے اپنی تلوار کو زمین پر کھڑا کر کے اس کی نوک پر اپنا وزن ڈال کر خودکشی کر لی اس کے بعد وہ آدمی جو اس کے ساتھ ساتھ تھا وہ حضرت رسول اللہ کے پاس آیا اور کہا۔

((أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ))

آپ نے فرمایا وہ کیسے؟

اس نے اس شخص کی خودکشی کا واقعہ سنایا تو اس موقع پر آپ نے فرمایا، بسا اوقات کوئی آدمی لوگوں کی نگاہوں میں جنتیوں والے اعمال کرتا ہے اور وہ اہل النار میں سے ہوتا ہے اور بسا اوقات کوئی آدمی لوگوں کے خیال میں جہنمیوں والے اعمال کرتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے آپ کا مغیبات کی خبر دینا ثابت ہوا اور یہ آپ کے روشن معجزات میں سے ہے۔

ایک منافق کی موت کی پیش گوئی

ایک دفعہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام سفر سے واپس آرہے تھے کہ اتنی شدید آندھی آئی جو قریب تھا کہ کسی سوار کو دفن کر دے۔

آپ نے فرمایا، یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لیے بھیجی گئی ہے۔

بخاری ح (۴۷۳۲)۔ مسلم ح (۱۱۲)

فتح الباری (۵۳۲/۷)

جب آپ مدینہ تشریف لے آئے واقعی منافقوں میں سے ایک عظیم منافق مرچکا تھا۔
 امام نووی رحمہ اللہ اس آندھی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اس کو مزادینے کے لیے
 اور اس کی موت کی نشانی بتانے کے لیے اور بندوں اور شہروں کو اس سے نجات دلانے
 کے لیے۔

یہ متواتر روایات اپنے معنی و مراد کے اعتبار سے حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت
 کی دلیل ہیں اور اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ اپنے رب کی طرف سے بعض
 مغیبات پر وحی کے ذریعے مؤید تھے قرآن کریم ﷺ میں ہے۔

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ
 رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا لِّعَلَّمَ أَنْ قَدْ
 أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾

(الجن)

”وہ غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا،
 ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے) اور اس
 کے آگے اور پیچھے نگہاں مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم کرے کہ انہوں نے اپنے
 رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف
 سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔“

حضرت حسان بن ثابتؓ نے کیا خوب کہا ہے :

نَبِيٌّ يَرَىٰ مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهُ
 وَيَتْلُوا كِتَابَ اللَّهِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ
 فَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةٌ غَائِبٍ
 فَتَصْدِيقُهَا فِي ضُحْوَةِ الْيَوْمِ أَوْ غَدٍ

وہ ایسا نبی ہے جو وہ کچھ دیکھتا ہے جو اس کے ارد گرد بیٹھے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور وہ ہر مجلس میں قرآن پڑھتا نظر آتا ہے اگر وہ کسی دن کسی پوشیدہ معاملے کی خبر دے دے تو اس کی تصدیق طلوع آفتاب کے بعد یا اگلے دن ہو جاتی ہے۔

غلبہ روم کی پیش گوئی

تیسری صدی ہجری کے مشہور محدث امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت مستورد قرشی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فاتح مصر حضرت عمر بن العاص رحمہ اللہ کی موجودگی میں بیان کیا کہ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرَّوْمُ أَكْثَرُ النَّاسِ کہ ”قیامت سے قبل یورپی اقوام کا دنیا میں زور ہو جائے گا“ تو انہوں نے حضرت مستورد قرشی کی طرف حیرت سے دیکھ کر کہا۔ اَبْصُرْ مَا تَقُولُ ”اپنی کہی ہوئی بات پر غور کرو (کیا واقعی ایسا ہو جائے گا؟) انہوں نے کہا: میں نے تو وہی بات کہی ہے جو میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ یہ سن کر۔ حضرت عمر بن العاص نے فرمایا اگر تو یہ بات کہتا ہے تو پھر ان میں چار خصلتیں ہیں گی (۱) وہ فتنہ کے وقت سب لوگوں سے بڑھ کر حلیم الطبع یعنی وہ مصیبت کو حوصلے سے برداشت کرنے والے ہیں (۲) وہ مصیبت کے بعد جلد سنبھل جانے والے ہیں (۳) وہ فرار کے بعد جلد حملہ کرنے والے ہیں (۴) وہ مسکینوں، یتیموں، کمزوروں کے حق میں بہتر گے اور پانچویں خوبی ان میں یہ ہوگی کہ وہ ڈکٹیٹروں کو ظلم سے روکنے میں پیش پیش ہوں گے۔

حضرت مستورد نے یہ نبوی پیش گوئی اس وقت بیان کی جب مسلمان عراق و شام، مصر و ایران، خراسان و سوڈان وغیرہ ممالک کو فتح کر کے اسلام میں داخل کر چکے تھے اور عقل و قیاس کے نزدیک شکست خوردہ عیسائیوں کے غلبے کی پیش گوئی کا کوئی ظاہری امکان بھی نہ تھا اور پھر بعد میں ایسا بھی ہوا کہ مسلمانوں نے ہسپانیہ و مراکش

مختصر صحیح مسلم للمنزری ص ۵۲۶ حدیث ۲۰۲۶ طبعہ المکتب الاسلامی

الجزائر و تونس، قسطنطنیہ اور اٹلی اور ہند کو فتح کر لیا اور بیک وقت تین براعظموں ایشیا، افریقہ و یورپ پر اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے لیکن پھر یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور یورپی اقوام (فرانسیسی، اطالوی، پرتگالی، برطانوی اور یورپی نژاد امریکن) مسلمانوں پر غالب آ گئیں اور ابھی تک ان کا تمام اقوام پر زور جاری ہے۔ اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ اہل روم یعنی انگریز اقوام قیامت سے قبل اسلام قبول کر لیں گی اور آج کل یورپ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اہل اسلام ان کی اسمبلیوں کے رکن بن چکے ہیں اور اندازہ کیا جا رہا ہے کہ ۲۰۲۱ء تک فرانس کا سب سے بڑا مذہب اسلام ہوگا، اگرچہ امریکی اقوام امریکہ کے باہر کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہی ہیں لیکن اپنے ممالک کے اندر تبلیغ اسلام پر پابندی نہیں لگا رہیں اور پھر باہر کے مسلمانوں کی تباہی ان کے اعمال سیئہ کی شامت کے طور پر بھی ہے کیونکہ ہمارے ملکوں کے لوگ ڈالر اور یورو کے حصول کے لیے اپنی مائیں بہنیں بھی بیچ رہے ہیں۔



باب دوازدہم

حضرت رسول کریم ﷺ کا اپنی امت کی فتوحات کی خوش خبریاں دینا

تمہید

ایسے غیبی امور جن کا وقوع حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہیں کہ آپؐ نے کئی مرتبہ اسلام کے پھیل جانے اور دیگر ادیان پر اس کے غالب آ جانے اور دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ جانے کی خبر دی ہے اور یہ ایک ایسا غیبی امر ہے کہ اس میں ظن اور تخمین کی گنجائش نہیں کیونکہ ایسی خبر یا تو جھوٹی ہوتی ہے جو کسی مدعی نبوت کی زبان سے نکلتی ہے یا وہ خبر سچی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو مستقبل کے واقعات اور خبروں کو جانتا ہے۔

قرآن و سنت میں اس حقیقت کے بہت سے دلائل ہیں ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (توبہ: ۳۳)

”اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ کافر لوگ برا سمجھیں۔“

اللہ رب العزت نے سچ فرمایا اس کا دین غالب ہوا اور اس کا نور پورا ہوا اور اس کا دین، عظیم بن گیا۔

پہلی خوشخبری

حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنی امت اور اس کی سلطنت کی پیش گوئی فرمائی (حدیث پاک میں ہے)

((إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَلْبَغُ مُلْكُهَا مَا زَوَى لِيَ مِنْهَا وَ أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ)) ♦

”بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹا تو میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا اور بیشک میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک وہ میرے لیے لپیٹی گئی اور مجھے سرخ اور سفید رنگ کے دو خزانے دے دیئے گئے۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں روشن معجزات کا بیان ہے جو بحمد اللہ تمام کے تمام اسی طرح واقع ہوئے جس طرح آپ نے ان کے متعلق خبر دی دو خزانوں سے مراد سونا اور چاندی ہے یعنی کسریٰ اور قیصر کے خزانے جو عراق اور شام کے بادشاہوں کے تصرف میں تھے۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے اس امت کی سلطنت زیادہ تر مشرق اور مغرب کی جہتوں کی طرف پھیلے گی اور اسی طرح ہی ہوا (یعنی آپ کی امت کی فرمانروائی انڈونیشیا سے لے کر ہسپانیہ تک پہنچ گئی) جبکہ جنوب اور شمال کی جہتوں کی طرف، مشرق اور مغرب کی جہتوں کی نسبت کم پھیلے گی۔ ♦

مسلم ح (۲۸۸۹) ♦

شرح نووی (۱۲ / ۱۸) ♦

چنانچہ اللہ نے آپ کو آپ کے دین کی وسعت اور آپ کے بعد آپ کے متبعین اور آپ کی امت کی روم و فارس وغیرہ ملکوں پر سرداری دکھادی۔

دوسری خوش خبری

اس عظیم پیش گوئی کی طرح بلکہ اس سے بھی عظیم تر پیش گوئی آپ کی یہ ہے کہ آپ کا دین زمین کے دور دراز گوشوں تک پھیل جائے گا آپ کے الفاظ میں آپ کا فرمان اس طرح ہے:

((لَيَسْلُغَنَّ هَذَا أَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَلَا يَتْرُكُ اللَّهُ بَيْتَ مَدْيَنَ وَلَا وَبَرَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ هَذَ الدِّينَ بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ بِذَلِّ ذَلِيلٍ عِزًّا يُعِزُّ اللَّهُ بِهِ الْإِسْلَامَ وَذَلًّا يُذِلُّ اللَّهُ بِهِ الْكُفْرَ)) ♦

”یہ دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک دن کی روشنی اور رات کی تاریکی پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ کوئی ایسا دیہاتی یا شہری گھر نہ چھوڑے گا جس میں وہ اس دین کو داخل نہ کرے، عزت دار گھر کی عزت کے لیے اور ذلت والے گھر کی ذلت کے لیے، عزت دار کو، اللہ اسلام کے ساتھ عزت عطا فرمائے گا اور ذلیل و خوار کو اللہ (اس سے کفر کی وجہ سے) ذلیل و خوار کرے گا۔“

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ اس پیش گوئی کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں نے یہ بات اپنے گھرانے میں معلوم کر لی ان میں سے جو مسلمان ہو گیا اسے خیر، شرف اور عزت نصیب ہوئی اور جو کوئی کافر رہا اسے ذلت و خواری نصیب ہوئی اور اسے جزیہ دینا پڑا اب ہم چند فتوحات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی آپ نے بشارت عطا فرمائی اور وہ آپ کی زندگی یا آپ کی وفات کے بعد پوری ہوئیں اور آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل بن گئیں۔

تیسری خوش خبری

حضرت نبی کریم ﷺ بدر کبرئی میں نصرت کی پیش گوئی فرماتے ہیں اور اس دور میں فرماتے ہیں جس میں وہ مکہ کے اندر طرح طرح کے ظلم وعدوان کا نشانہ بن رہے ہیں اور انہیں بدترین سزائیں دی جا رہی ہیں، ان مصائب والام کی فضا میں آپؐ پر وحی الہی نازل ہوئی ہے اور آپؐ اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ کر سناتے ہیں۔

﴿اَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ اَوْلَانِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنتَصِرُونَ ۝ سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَذْهَىٰ وَاَمَرٌ ۝﴾ (القمر)

”کیا تمہارے کفار ان کافروں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے صحیفوں میں برأت (باز پرش سے چھوٹ) لکھی ہوئی ہے یا وہ کہتے ہیں کہ ہم سارے لوگ فتیاب ہیں۔ عنقریب جتنے ٹکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے بلکہ قیامت کا ان سے وعدہ ہے اور قیامت دہشت ناک اور کڑوی حقیقت ہے۔“

سیدنا عمر بن خطابؓ اپنے دل میں سوچتے کون سی جماعتیں ٹکست کھائیں گی اور کون سے جتنے مغلوب ہوں گے جب بدر میں جنگ کا میدان لگا تو میں نے رسول اللہ کو جنگی لباس میں پر جوش انداز میں یہ کہتے ہوئے سنا ((سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ))

تو مجھے اس دن اس کا مطلب سمجھ میں آیا یہ آیت کریمہ ہجرت الی المدینہ سے چند سال قبل نازل ہوئی تھی اور یہ غزوہ بدر اور اس میں مشرکین کی درگت کا حال بیان کر رہی تھی اور ان کی ٹکست اور میدان جنگ سے بھاگنے کی پیش گوئی کر رہی تھی معرکہ بدر سے قبل حضرت نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قدیم وعدہ نصرت کے پورا ہونے کا ادراک کر لیا اور آپؐ عریش میں کھڑے ہو کر اللہ سے سرگوشیوں میں مصروف

ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے اے اللہ میں تجھے تیرے وعدے کی قسم دیتا ہوں کہ اسے پورا فرما۔ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔..... پھر آپ عریش (چھپر) سے یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔

((سَيَهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ
وَالسَّاعَةُ أَذْهَىٰ وَأَمْرٌ ۝)) ♦

چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور ان کے جتنے شکست کھا گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

چوتھی خوش خبری

حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں داخل ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو (اپنے اس خواب) کی خبر دی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ یہ طواف اسی سال ہوگا لہذا انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ سامان سفر باندھا اور بیت الحرام کی تعظیم کے تقاضے پورے کر کے اس کی طرف چل دیئے، قریش نے ان کو بیت اللہ کے طواف سے روک دیا اور معاملہ صلح حدیبیہ کے معاہدے پر منج ہوا جس کی پابندی کی بنا پر مسلمانوں کو مدینہ کی طرف لوٹنا پڑا، اس وعدے کے ساتھ کہ وہ آئندہ سال عمرہ کریں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صلح کے ضمن میں طے ہونے والی شرائط میں خسار محسوس کیا اور بعض نے اسے اپنی خست و ذلت سمجھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب، حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر کیا ہمارے مقتول جنت میں اور

ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔

تو پھر ہم اپنے دین کے بارے میں جست کیوں قبول کریں؟ کیا ہم لوٹ جائیں؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابن خطاب، میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا..... اسی دوران آپؐ پر سورہ فتح نازل ہوئی، آپؐ نے یہ سورت حضرت عمر فاروق کو اول تا آخر سنا دی چنانچہ حضرت عمرؓ نے پوچھا، اے اللہ کے رسولؐ؟ کیا یہ صلح فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

اور اللہ نے اس معاہدے کے بعد سورہ..... فتح کی آیات نازل فرمائیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے خواب کو سچ کر دکھایا۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾

چنانچہ یہ آیت حضرت نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے لیے جو بغیر طواف کیے مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے، باعث اطمینان بن گئی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ أَنْزِلْتُ عَلَى آيَةٍ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا﴾

”کہ مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب

ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کی صورت میں حاصل ہونے والی فتح عظیم کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فتح سے مراد یہاں حدیبیہ والی فتح ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کو حاصل ہونے والی فتح مبین کا سرچشمہ ثابت ہوئی، اس صلح کی بدولت جنگ بندی ہو گئی اور امن کا دور شروع ہو گیا اور جو آدمی اسلام میں داخل ہونے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے ڈرتا تھا اسے (قبول اسلام

اور ہجرت مدینہ) کا موقع مل گیا۔ حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر اشخاص کی ہجرت اور قبول اسلام اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ اس صلح کے بعد تسلسل کے ساتھ ایسے اسباب پیدا ہوتے گئے جن کے ذریعے فتح مکمل ہو گئی۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ اسلام میں صلح حدیبیہ سے قبل کوئی ایسی فتح نہیں جو اس سے عظیم تر ہو، کیونکہ جہاں جنگ کے حالات رہے وہاں کفر رہا جب تمام لوگوں کو امن میسر ہوا اور انہوں نے ایک دوسرے سے بات چیت کی اور آپس میں تبادلہ خیال کیا تو جس شخص میں ذرا سی بھی سوجھ بوجھ تھی وہ فوراً اسلام میں داخل ہو گیا اور ان دو سالوں میں اتنے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے جتنے اس صلح سے پہلے داخل ہوئے تھے یا ان سے بھی زیادہ۔

مؤرخ ابن ہشام کہتے ہیں: اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ جب حدیبیہ کی طرف نکلے تھے تو آپ کے ساتھ چودہ صد (۱۴۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے پھر جب دو سال بعد فتح مکہ کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ دس ہزار (۱۰۰۰۰) صحابہ کرام تھے۔ ♦

حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام پر فتح عظیم کے آثار منکشف ہونے سے قبل، مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ فرمایا اور صحابہ کرام کو قربانیاں ذبح کرنے اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے خواب کو پورا کیے بغیر واپس لوٹنے کو ناپسند کیا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہ تھا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اس سال

طواف کریں گے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا: نہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ تو، بیت اللہ میں داخل ہونے والا ہے اور اس کا طواف کرنے

والا ہے۔

چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خواب کی سچائی ثابت کرنے کے لیے قرآن کی آیات نازل ہوئیں اور ان آیات نے حضرت نبی کریم ﷺ کو خواب میں ہونے والی وحی کے پورا ہونے کی پکی خبر دے دی۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾

(الفتح: ۲۷)

”بیشک اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا اور صحیح خواب دکھایا کہ اللہ نے چاہا تو تم مسجد حرام میں اپنے سر منڈا کر اور بال کترا کر امن و امان سے داخل ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا۔“

چنانچہ یہ پیش گوئی اگلے سال عمرۃ القضاء میں پوری ہوئی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت اور دیگر آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان تمام غیبی امور کی خبروں سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا مگر اللہ رب العالمین یا وہ جنہیں رب العالمین ان کی خبر دے دے تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس غیبی امر سے آگاہ فرمایا تاکہ یہ پیش گوئی آپ کی سچائی کی دلیل بن جائے۔

پانچویں خوش خبری

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حضرت رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے

بخاری ح (۲۷۳۳)

الجامع لاحکام القرآن (۱/۱۰۵)

بچے دل سے بیعت کرنے پر قریبی فتح اور بہت سے اموال غنیمت ملنے کی نوید سنائی اور وہ نوید تھی فتح خیبر، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ (الفتح)

”یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو اس نے جان لیا جو (خلوص) ان کے دلوں میں ہے سو اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں فتح قریب (فتح خیبر کی صورت میں) انعام عطا کیا اور بہت سی غنیمتوں کا جو وہ حاصل کریں گے اور اللہ غالب حکمت والا ہے اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ سو تم نے وہ حاصل کرنی ہیں۔ اس نے تمہیں یہ غنیمت جلدی عطا کی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ یہ مومنوں کے لیے نشانی بن جائے اور وہ تمہیں سیدھی راہ پر گامزن فرمادے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ بیعت رضوان کرنے والوں سے چند غیبی انعامات کا وعدہ کر رہا ہے۔ ان انعامات میں سے ایک انعام فتح قریب اور مغانم کثیر کا ہے۔ چنانچہ فرمان الہی ہے:

﴿وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾ (فتح)

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ سے بیعت کی، فتح قریب کا انعام عطا کیا اور اس کے ساتھ

ساتھ خیبر کے یہودیوں کے بہت سے اموال کا بھی جو غنیمت کی صورت میں انہیں ملا اور پھر انہیں اپنی خوشنودی کا خلعت فاخرہ بھی عطا کیا اور ان پر سکینت بھی نازل فرمائی اور امتیازی ثواب بھی عطا کیا، یہ انعام اہل بیعت رضوان کے لیے خاص ہے دوسرے اس میں شامل نہیں۔ ♦

چنانچہ فتح خیبر کی پیش گوئی، کوئی ٹھنڈی کھیر کھانے کی پیش گوئی نہ تھی بلکہ اس کے راستے میں کانٹوں کے ڈھیر پڑے تھے کیونکہ خیبر بلند و بالا قلعوں پر مشتمل تھا اور اس میں دس ہزار بہادر جنگجو موجود تھے یعنی فتح خیبر کے لیے آنے والے مسلمانوں سے سات گنا زیادہ لیکن یہ اللہ کا وعدہ تھا اس لیے جو نبی خیبر کے قلعوں پر نظر پڑی تو اللہ کے رسول نے فرمایا:

((اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ - إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ))

”اللہ بہت بڑا ہے، خیبر ویران ہو گیا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کا حال برا ہوا۔“

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ نے ان کو شکست دے دی۔ ابوالقاسم اصبحانی فرماتے ہیں کہ اس میں نبوت کی دلیل ہے کیونکہ جس طرح آپؐ نے پیش گوئی کی وہ یقیناً پوری ہوئی اور مسلمانوں کے میدان میں آنے پر خیبر ویران ہو گیا۔ ♦

چھٹی خبر

حضرت نبی کریم ﷺ نے جس طرح فتح خیبر کی پیش گوئی فرمائی تھی اسی طرح آپؐ نے یہود کی خیبر سے جلا وطنی کی خبر بھی دی تھی۔ اور یہ پیش گوئی حضرت عمرؓ بن

♦ جامع البیان (۱۱/ ۳۷۷)

♦ دلائل النبوة (۳/ ۹۵۲)

خطاب کے دور خلافت میں پوری ہوئی چنانچہ خیبر میں کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر حملہ کر دیا۔ تو امیر المومنینؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور کہا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے اموال پر معاہدہ کیا تھا اور فرمایا تھا:

((نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمْ اللَّهُ))

”کہ ہم تمہیں اس پوزیشن پر بحال رکھتے ہیں۔ جس پر اللہ نے تمہیں رکھا ہے۔“

واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمروہاں (خیبر میں) اپنے رقبے پر گیا تھا اور رات کو اس پر حملہ کر دیا گیا اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں پر چوٹیں لگائی گئیں۔ اور ان (یہودیوں) کے علاوہ وہاں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ لہذا وہ ہمارے دشمن اور ملزم ہیں، اور میں نے انہیں جلاوطن کرنے کا سوچا ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کرنے کا حکم دیا تو ابی الحقیق کے کنبے کا ایک فرد آپؐ کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنینؓ تو ہمیں جلاوطن کر رہا ہے جبکہ ہمیں محمد ﷺ نے بحال کیا اور پیداوار پر ہم سے معاملہ کیا تھا اور ہم پر اس بات کی شرط عاید کی تھی؟

آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ قول بھول گیا ہوں، کہ تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب تو اپنی اونٹنی لے کر راتوں رات دوڑے گا۔ اس نے کہا یہ تو ابو القاسم (رضی اللہ عنہ) کا مزاح تھا۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ کے دشمن تو نے جھوٹ بولا چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پھلوں کے بدلے انہیں اونٹ اور ساز و سامان اور روپیہ پیسہ دے دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے ان کے خیبر سے جلاوطن ہونے کا اشارہ کیا تھا۔ اور آپؐ کا اس بات کی خبر دینا غیبی امور کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی

ان کی خبر دینے کے زمرے میں آتا ہے۔

ساتویں خوش خبری

اللہ تعالیٰ نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والوں سے فقط فتح خیبر کا ہی وعدہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے علاوہ بھی فتوحات کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ناقابلِ تسخیر شہر فتح کر لینے کی بھی خوش خبری سنائی جسے وہ اس سے قبل فتح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے مفسرین نے اس کی تعیین میں اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ طائف ہے یا مکہ؟ کیونکہ ان دونوں کی فتح مسلمانوں کے لیے مشکل تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ (الفتح: ۲۱)

”اور (اس کے علاوہ) ایک اور (شہر کے فتح) کرنے کا وعدہ بھی کیا، جسے تم فتح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور اللہ نے اسے گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

امام طبری وغیرہ مفسرین نے اس قول کو پسند کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں فتح مکہ کی بشارت ہے اور یہی وہ خطہ ہے جسے مسلمان فتح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ابھی تک اس کو فتح کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

چنانچہ امام طبری فرماتے ہیں کہ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا سے خیبر سے علاوہ کا علاقہ مراد ہے اور وہ جس شہر کو آپ فتح کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا فتح کرنا مشکل تھا، وہ مکہ و اہل مکہ ہی ہو سکتے ہیں۔ لہذا اللہ نے اپنے نبی اور مومنین کو یاد دلایا کہ وہ مکہ اور مکہ والوں کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ اسے ان کے لیے فتح کرنے والا ہے اور فتح مکہ کے وعدے کی یقین دہانی سے مراد اس وقت کا وعدہ ہے جب آپ ہجرت کرنے محفہ کے قریب جا رہے تھے تو اللہ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَيَّ مَعَادٍ﴾ (القصص: ۸۵)

”بیشک جس ذات نے تجھ پر قرآن (کا ابلاغ) فرض کیا ہے وہ تجھے معادیٰ طرف لوٹانے والا ہے۔“ ◆

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے سورۃ (قصص) کا اختتام حضرت نبی کریم ﷺ کو یہ بشارت دے کر کیا ہے کہ وہ اسے مکہ کی طرف اس حال میں لوٹائے گا کہ وہ اپنے دشمن کو دباۓ ہوئے ہوں گے۔ ◆

آٹھویں خوش خبری

حضرت نبی کریم ﷺ نے دنیا کو اس حال میں چھوڑا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دین اور اپنی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے چند وعدوں کی تکمیل نہ دیکھ سکے۔ لیکن وہ آپ کے خلفائے راشدین اور پیروکاروں کے دور خلافت میں پورے ہو گئے ان سچی پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی جسے قرآن نے ذکر کیا ہے وہ اس وعدے کی صورت میں ہے جو اللہ نے ان بادیہ نشینوں سے کیا جو حدیبیہ کے عمرہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں نکل سکے تھے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی سچائی اور ایمان جانچ لیتے ہوئے فرمایا۔

﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولَىٰ بِأَمْرِ شَدِيدٍ فَنَقَابِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلَمُونَ فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (الفتح: ۱۶)

”پیچھے رہ جانے والے اعرابیوں سے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم ایک طاقتور قوم کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے لڑائی کرو گے یا وہ تمہیں ہینک دیں گے اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا صلہ عطا فرمائے گا اور اگر تم پھر گئے

جس طرح پہلے پھر گئے تھے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“

مفسرین نے اس طاقتور قوم جس سے لڑنے کے لیے (عمرہ حدیبیہ) پیچھے رہ جانے والے اعرابیوں کو بلایا جائے گا۔ کی تعیین بارے اختلاف کیا ہے کہ آیا اس سے مراد ہوازن یا ثقیف کی افواج مراد ہیں یا فارس اور روم کی افواج؟

امام واحدی نے جمہور محدثین سے نقل کیا ہے کہ اس سے بنو حنیفہ (مسیلمہ کذاب کی افواج) مراد ہیں۔ کیونکہ حضرت رافع بن خدیج کا قول ہے کہ اللہ کی قسم ہم اس آیت ﴿لَتُذْعِنَنَّ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ بِأَنْفُسِهِمْ﴾ کو گزشتہ اوقات میں پڑھتے تھے لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کون سی قوم ہے یہاں تک کہ ہمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ سے جنگ کے لیے بلایا تو ہمیں پتا چلا کہ اس قوم سے مراد یہی قوم ہے۔

چنانچہ یہ وعدہ ایک اور نبی امرئیس بن ابی نضیر نے اپنے نبی کو مطلع فرمایا اور انہیں طاقتور قوم پر فتح و نصرت کی بشارت سنائی چنانچہ وہ اعراب اس قوم سے لڑائی کے لیے بلائے گئے اور یہ پیش گوئی مسیلمہ کذاب کے مرتد پیروکاروں سے لڑائی میں پوری ہوئی۔

نانویں خبر

علاوہ ازیں جس نبی امرئیس بن ابی نضیر نے بشارت دی اور وہ امر آپ کی پیش گوئی کے مطابق آپ کی زندگی یا زندگی کے بعد پورا ہوا وہ یمن اور شام اور عراق کی فتوحات اور ان ملکوں میں مسلمانوں کے جا بے کے متعلق ہے۔

چنانچہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُسُونُ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُسُونُ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ

أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ
الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبْسُونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ
أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ)) ♦

”یمن فتح ہو جائے گا چنانچہ ایک قوم آئے گی (اور مدینہ والوں کو یہاں سے منتقل ہو کر) وہاں آباد ہونے کی ترغیب دلائے گی چنانچہ یہ اپنے اہل و عیال اور پیر و کاروں کو لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے حالانکہ اگر انہیں علم ہو جائے تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اور شام فتح ہو جائے گا چنانچہ ایک قوم آئے گی اور مدینہ کے باسیوں کو وہاں آباد ہونے کی ترغیب دلائے گی چنانچہ یہ اپنے اہل و عیال اور پیر و ان کو لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے حالانکہ اگر انہیں علم ہو جائے تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔ عراق فتح ہو جائے گا چنانچہ ایک قوم آئے گی اور باشندگان مدینہ کو وہاں آباد ہونے کا شوق دلائے گی چنانچہ یہ اپنے اہل و عیال اور پیر و ان کو لے کر وہاں آباد ہو جائیں گے حالانکہ اگر انہیں علم ہو جائے تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کے بقول اس حدیث میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے معجزات ہیں، کیونکہ آپؐ نے ان ممالک کے فتح ہونے اور لوگوں کے مدینہ چھوڑ کر اپنے اہل و عیال سمیت وہاں آباد ہونے کی خبر دی ہے اور اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ یہ ممالک اس ترتیب کے ساتھ (پہلے یمن پھر شام پھر عراق) فتح ہوں گے اور اللہ کی تعریف اور فضل کے ساتھ یہ سب کچھ اسی طرح ہوا۔ ♦

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نبوی پیش گوئیوں کے بعینہ پورا ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ابن عبد البر وغیرہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں کہ یمن حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں فتح ہوا، اور شام حضرت ابو بکرؓ کی زندگی میں فتح ہوا

بعد ازاں عراق فتح ہوا اور اس حدیث میں نبوت کی علامات میں سے ایک علامت ہے کیونکہ فتوحات کی یہ ترتیب بعینہ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے عین مطابق ظہور پذیر ہوئی اور ان ملکوں کی آسودگی اور خوشحالی کی وجہ سے باشندگان مدینہ کا ان میں بسیرا بھی ہوا اور اگر وہ مدینہ میں اقامت رکھتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ ♦

دسویں خوش خبری

باقی رہا فارس (ایران) سو حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو اسے فتح کر لینے کی نوید سنائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

((لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَنْزِي آلِ كِسْرَى الذِّي فِي الْأَبْيَضِ)) ♦

”یقیناً مسلمانوں کی ایک جماعت، قصر ابیض میں پڑے آل کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرے گی۔“

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ پیش گوئی پوری ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے فتح کر لیا، سب سے پہلے جس شخص نے قصر ابیض (دہاٹ ہاؤس) دیکھا وہ ضرار بن خطاب تھا، چنانچہ اس کے ساتھیوں نے اسے دیکھ کر نعرہ تکبیر لگایا اور پکار اٹھے ((هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ))

”یہ ہے وہ چیز جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا۔“

گیارہویں خوش خبری

اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ نے فتح مصر کی نوید سنائی اور ام اسماعیل سیدہ ہاجرہ کے احترام کی غرض سے وہاں کے باشندوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی کیونکہ وہ مصر کی رہنے والی تھیں اور آپؐ نے مصریوں کے اسلام میں داخل ہونے اور

اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ فتوحات میں شریک ہونے کی بشارت بھی سنائی چنانچہ آپ نے فرمایا:

((اِنَّكُمْ لَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ فَاِذَا فَتَحْتُمُوْا فَاحْسِنُوْا اِلٰى اَهْلِهَا
فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحْمًا))

”عنقریب تم مصر کو فتح کر لو گے پس جب تم اسے فتح کر لو تو وہاں کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کی ہم سے قرابت داری اور عہد و پیمان ہے۔“

اور ابن حبان کی روایت میں ہے:

((فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ قُوَّةٌ لَّكُمْ وَبَلَاغٌ اِلٰى عُدُوِّكُمْ
بِاِذْنِ اللّٰهِ))

”کہ اہل مصر کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ تمہارے معاونین اور دست و بازو ہوں گے۔“

اور اللہ کے حکم سے تمہارے دشمن تک رسائی کا باعث بنیں گے۔

یہ خوش خبری سنا کر آپ نے حضرت ابوذر کی طرف منہ پھیرا اور فرمایا:

((فَاِذَا رَاَيْتَ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِيْهَا فِى مَوْضِعٍ لَبَنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا))

”جب تو دیکھے کہ وہاں دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑ رہے ہوں تو وہاں سے نکل جا۔“

چنانچہ یہ پیش گوئی خلفائے راشدین کے زمانے میں پوری ہوئی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں تھے جنہوں نے مصر فتح کیا اور وہاں رہائش اختیار کی اور آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں عبدالرحمن بن شرمیل بن حصہ اور اس کے بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے دیکھا تو وہاں سے نکل آیا۔ ◆

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی میں حضرت نبی کریم ﷺ کے روشن معجزات ہیں ایک معجزہ تو یہ کہ آپ کا اس بات کی خبر دینا کہ آپ کے بعد آپ کی امت کو قوت و شوکت نصیب ہوگی اور وہ سرکش عجمیوں کو زیر کر لے گی اور دوسرا یہ ہے کہ وہ مصر کو فتح کر لیں گے اور تیسرا یہ کہ ایک اینٹ کی جگہ پر دو آدمی جھگڑا پڑیں گے اور یہ سب کچھ بعینہ ہوا واللہ الحمد۔ ♦

بارہویں خوش خبری

حضرت رسول کریم ﷺ نے اس بات کی بھی خبر دی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین کے ہاتھوں شروع ہونے والی فتوحات تین نسلوں تک تسلسل کے ساتھ بغیر کسی توقف کے جاری رہیں گی چنانچہ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُو فَنَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيَقَالُ لَهُمْ: فَيْكُم مِّنْ رَّأْيِ رَسُولِ اللَّهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَفْتَحُ لَهُمْ- ثُمَّ يَغْزُوا فَنَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيَقَالُ لَهُمْ هَلْ فَيْكُم مِّنْ رَّأْيِ مَنْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ فَيَقُولُونَ نَعَمْ، فَيَفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَغْزُوا فَنَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيَقَالُ لَهُمْ: هَلْ فَيْكُم مِّنْ رَّأْيِ مَنْ صَحِبَ مِنْ صَحْبِ رَسُولِ اللَّهِ؟ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَفْتَحُ لَهُمْ)) ♦

لوگوں پر ایک دور آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کے لیے نکلیں گی، ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی رویت کا شرف حاصل کیا ہو؟ وہ کہیں گے ہاں۔ سوان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں کی جماعتیں جہاد کے لیے نکلیں گی؟ ان سے پوچھا جائے گا۔ کیا تم میں کوئی ہے جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی رویت کا شرف حاصل کیا ہو؟ وہ کہیں گے ہاں۔ سوان کو فتح نصیب

ہوگی۔ پھر لوگوں کی جماعتیں جہاد کے لیے نکلیں گی تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس کو اصحاب رسول کو دیکھنے والوں (صحابہ تابعینؓ) کی رؤیت کا شرف حاصل ہوا ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ چنانچہ ان کو فتح نصیب ہوگی۔ (سبحان اللہ) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت کا بیان ہے۔ ♦

تیرھویں خوش خبری

حضرت رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں فتوحات عراق اور شام اور مصر پر موقوف نہیں ہوئیں بلکہ آپ کی پیش گوئیوں کا سلسلہ مزید آگے بڑھتا ہے تاکہ یہ روم کے دار الحکومت قُسْطَنْطِیْنِیَہ (استنبول) جیسے ناقابل تسخیر اور بعید از خواب و خیال شہر کی فتح کی نوید سنائے حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((الْتَفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِیْنِیَّةُ فَلْنَعْمَ الْاَمِیْرُ اَمِیْرُهَا، وَلْنَعْمَ الْجِیْشُ ذَالِکَ الْجِیْشُ))

”قسطنطینیہ فتح ہو جائے گا اس کا امیر کتنا اچھا امیر ہوگا اور وہ لشکر کتنا اچھا لشکر ہوگا۔“

راوی حدیث عبد اللہ بن بشر خثعمی کہتے ہیں کہ مجھے مسلمہ بن عبد الملک (اموی) نے بلایا اور مجھ سے اس حدیث کے بارے دریافت کیا تو میں نے اسے یہ حدیث سنائی تو اس نے قسطنطینیہ کو فتح کرنے کے لیے جنگ کی۔ ♦

حضرت مسلمہ رحمہ اللہ نے اس پیش گوئی کا مصداق بننے کا عزم کر لیا، اور اس اعزاز کو حاصل کرنے کے لیے قسطنطینیہ پر چڑھائی کی لیکن اللہ نے اس شرف کو بنو عثمان کے

شرح مسلم نووی (۱۹/۸۳) ♦

احمد ح (۱۸۳/۷۸)۔ ابن عبد البر فی الاستیعاب (۱/۲۵۰) ♦

نوجوان محمد الفاتح رحمہ اللہ کے لیے چھپا رکھا تھا چنانچہ اس شہر کی فتح حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل بن گئی۔

لیکن ان فتوحات کے سلسلے میں عجیب اور حیران کن بات جو گردنوں کو موڑ دیتی ہے وہ یہ کہ ان میں سے بعض پیش گوئیاں مسلمانوں کی بد حالی کے وقت بلکہ حالات کی رو کے برخلاف بلکہ ان کے بالکل متضاد حالات میں دی گئیں جب نبی کریم ﷺ یہ پیش گوئیاں کر رہے تھے تو مسلمان آزمائشوں اور دکھوں کی چکی میں پس رہے تھے اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ ایسے حالات میں ان باتوں کا سوچ بھی سکے حتیٰ کہ خواب میں بھی۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ایک دن حضرت نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی طرف نکلے تو انہیں اس حال میں دیکھا کہ وہ بطناء مکہ میں لوہے اور آگ سے عذاب دیئے جا رہے تھے اور ان میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ آپ کی خدمت میں شکایت کرتے ہوئے بولے: کیا آپ ہمارے لیے (اللہ تعالیٰ سے) نصرت طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا نہیں کرتے؟ آپ نے

فرمایا: www.KitaboSunnat.com

((كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ ، فَيُجْعَلُ فِيهِ ، فَيَجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِأَنْتَيْنِ ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ ، وَيُمَشَّطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ))

”تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی (مومن) آدمی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اسے اس میں گاڑ کر لوہے کا آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر اسے چلا دیا جاتا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن یہ عذاب اسے اپنے دین پر عمل کرنے سے روک نہ سکتا تھا اور لوہے کا کنگالے کر اس کی ہڈیوں یا پھٹوں سے گوشت نوج لیا جاتا لیکن یہ عذاب بھی اسے اپنے دین پر

عمل پیرا ہونے سے روک نہ سکتا تھا۔“

پھر حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے ہوشربا اور عظیم بشارت سنائی اور فرمایا:
 ((وَاللّٰهُ لَيَتِمِّنَنَّ هَذَا لَأَمْرٌ حَتَّىٰ يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَىٰ حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَىٰ غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ)) ◆

”اللہ کی قسم یہ دین پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اونٹ سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہوگا یا وہ اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے حملے سے بھی خوفزدہ نہ ہوگا لیکن تم جلد بازی کرتے ہو۔“

حضرت رسول کریم ﷺ اپنے دین کی تکمیل اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو امن کی بشارت اس دور میں دے رہے ہیں جب وہ قریش کی پکڑ اور اس کے عذاب کے خوف سے اپنے دین کا اعلان کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے اور مدینہ منورہ میں بھی مسلمانوں پر خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔

ہمیں حضرت ابی بن کعب کی بات سننی چاہیے وہ مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام مدینہ تشریف لائے اور انصاروں نے انہیں ٹھکانا منہیا کیا تو عربوں نے ان کے خلاف متحدہ محاذ بنالیا اور اہل مدینہ کا یہ حال ہو گیا کہ وہ ہتھیاروں میں سوتے اور ہتھیاروں میں ہی صبح کرتے۔ وہ کہتے کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم زندہ رہیں گے حتیٰ کہ ہم مطمئن ہو کر سویا کریں گے اور ہمیں اللہ کے سوا کسی کا ڈرنہ ہوگا؟ اس کے جواب میں اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (النور: ۵۵)

”اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ وہ انہیں ہر صورت زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا اسے غلبہ عطا فرمائے گا اور انہیں ان کے خوف کے بعد امن عطا فرمائے گا۔“

چنانچہ ایسا ہوا، اللہ نے انہیں خوف کے بعد امن عطا فرمایا اور انہیں زمین میں سیادت عطا کی اور انہیں در ماندگی کے بعد زمین میں خلیفہ بنایا اور ان کے دین کو زمین کے مشرق اور مغرب میں استحکام عطا فرمایا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور اُس کی امت کے ساتھ ایسا ہی کیا کہ انہیں زمین کا مالک بنایا اور اُس میں خلافت عطا فرمائی اور کبر و غرور سے چور بادشاہوں کو بزور شمشیر ان کے سامنے سرگوں کر دیا اور انہیں ان کی زمینوں، گھروں اور مالوں کا وارث بنایا۔

چودھویں خوش خبری

سنگین حالات میں سے ایک اور سنگین حالت کا اندازہ کیجیے جس سے صحابہ کرام دوچار تھے، وہ اس طرح ہے کہ عدی بن حاتم طائی، حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ ابھی آپ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا آیا اور اس نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی، حضرت نبی کریم ﷺ نے عدی کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ شاید تجھے اسلام قبول کرنے سے اس بات نے رد رکھا ہو کہ تو میرے ارد گرد فقر و فاقہ دیکھ رہا ہے اور تو لوگوں کو دیکھ رہا ہے کہ وہ مجھ پر پل پڑتے ہیں۔

پھر نبی کریم ﷺ نے دفعہ ایسی پیش گوئی سنائی کہ اس نے عدی کے ہوش و حواس اڑا دیے۔

آپؐ نے فرمایا: اے عدی کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، البتہ مجھے اس سے متعلق بتایا گیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تیری زندگی طویل ہوئی تو تو ہودج سوار عورت کو دیکھے گا کہ حیرہ سے چلے گی۔ یہاں تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوگا۔

عدی بن حاتم اپنے دل میں یہ سوچ کر کہ بنو طے کے ڈاکو جنہوں نے شہرون میں آگ بھڑکار رکھی ہے وہ کہاں ہو گئے؟ اس پیش گوئی کے پورا ہونے میں شک کرتا ہے۔ اور پہلے اس بات کے کہ عدی اپنی حیرت سے نکلتا اور اپنی دلی سوچ سے فارغ ہوتا حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے اس سے عظیم تر اور بعید از وہم و گمان پیش گوئی کر دی۔ آپؐ نے فرمایا:

((وَلَيَنْ طَالَتْ بِكَ الْحَيَاةُ لَتَفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى))

اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو، تو کسریٰ کے خزانے فتح ہوتے دیکھے گا۔ عدی اپنے کانوں سے سنی ہوئی بات کی تصدیق نہیں کر رہا اور تو شیق کرتے ہوئے حضرت نبی کریم ﷺ سے پوچھتا ہے۔ کسریٰ بن ہرمز؟

حضرت نبی کریم ﷺ اپنے رب پر یقین رکھنے والی زبان سے اپنی حالت کی درماندگی اور اپنے صحابہ کے فقر و فاقہ کے باوجود جواب دیتے ہیں۔ ہاں، کسریٰ بن ہرمز، اور اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو، تو دیکھے گا کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا لیکر نکلتے گا اور کسی ایسے آدمی کی تلاش میں ہوگا جو اسے قبول کرے لیکن اسے ایسا آدمی کوئی نہ ملے گا۔

آپؐ نے (پے درپے یہ) تین پیش گوئیاں کر دیں جن کے پورا ہونے کی

تصدیق سوائے مومن کے اور کوئی نہیں کر سکتا اور وہ بھی ایسے خطرناک حالات میں۔ لیکن یہ تو آپ کی نبوت کے دلائل ہیں اور وحی الہی کی خبریں ہیں جو جھوٹی نہیں ہو سکتیں۔

چنانچہ عدی کہتے ہیں میں نے ہودج سوار عورت کو حیرہ سے چل کر بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا اور اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم حضرت ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کو پورا ہوتا بھی دیکھ لو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا لیکر (صدقہ کرنے کے لیے) نکلے گا۔ ♦

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا: یہ پیش گوئی بھی خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان اموی کے دور خلافت میں پوری ہو گئی۔ اسی طرح آپ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ عراق سے مکہ تک سفر کرنے والا سفر کرے گا اور اسے سوائے راہ بھولنے کے اور کسی بات کا خطرہ نہ ہوگا۔ ♦

یہ سب غیبی امور کی خبریں ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ کی نبوت کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں۔

پندرھویں خوش خبری

جب اتحادی احزاب مسلمانوں کا استحصال کرنے کے لیے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے ارد گرد (دس فٹ گہری، دس فٹ چوڑی) خندق کھودنے کا حکم دیا، جب وہ خندق کھود رہے تھے تو ان کے آگے ایک چٹان آگئی جو خندق کی کھدائی میں رکاوٹ بن گئی آپ نے اپنی چادر کنارے پر رکھ دی اور کھڑے ہو کر کدال اٹھالی اور فرمایا:

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ

بخاری ح (۳۵۹۵) حاکم بزیادة فلعلک تاء الباء (۴/۵۶۳) ♦

احمد ح (۸۶۱۵) ♦

الْعَلِیْمُ

پھر ضرب لگائی تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ پاس کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے، حضرت رسول کریم ﷺ کی ضرب کے ساتھ ہی چٹان سے ایک چمک نکلی، پھر آپؐ نے مذکورہ بالا آیت پڑھ کر دوسری اور پھر اسی طرح تیسری ضرب لگائی تو چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔

حضرت سلمان فارسیؓ آگے بڑھے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپؐ کو کدال سے ضربیں لگاتے دیکھا، آپؐ جب بھی ضرب لگاتے تو اس کے ساتھ ہی ایک چمک اٹھتی تھی۔

آپؐ نے پوچھا، اے سلمان تو نے یہ سب کچھ دیکھا؟ سلمان نے عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ اس ذات کی قسم، جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

آپؐ نے فرمایا، جب میں نے پہلی ضرب لگائی تو میرے لیے کسریٰ کے شہر اور اس کے ارد گرد کے قصبے اور دیگر بہت سے شہر بلند کر دیئے گئے حتیٰ کہ میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ سن کر آپؐ کے پاس موجود صحابہؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول، دعا فرمائیے کہ اللہ انہیں ہمارے لیے فتح کر دے۔ آپؐ نے ان کے لیے اس سلسلے میں دعا فرمادی، آپؐ نے حضرت سلمان کو بتایا پھر میں نے دوسری ضرب لگائی تو میرے لیے قیصر کے شہر اور ان کے ارد گرد کے قصبے بلند کر دیئے گئے حتیٰ کہ میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ انہیں ہمارے لیے فتح کر دے۔ آپؐ نے اس کے متعلق دعا فرمائی۔ آپؐ نے حضرت سلمان کو بتایا پھر میں نے تیسری ضرب لگائی تو میرے لیے حبشہ کے شہر اور ان کے ارد گرد کی بستیاں بلند کر دی گئیں جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور پہلے اس کے کہ صحابہؓ آپؐ سے انہیں فتح کر لینے کیلئے دعا کی درخواست کرتے آپؐ نے فوراً فرمایا۔

حبشہ کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں اور ترکوں کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔ ♦

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حبشہ اور ترکوں کے بارے میں مطلع فرمادیا تھا کہ ان کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کا نقصان ہوگا، اس لیے آپؐ نے ان سے لڑائی لڑنے کو ناپسند فرمایا اور ان سے بچ کر رہنے کی وصیت فرمائی۔

کیونکہ حبشی وہ لوگ ہیں جو آخر زمانے میں کعبۃ اللہ کو شہید کریں گے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

♦ ((يَخْرُبُ الْكَعْبَةَ ذُو السَّوْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ))

”حبشہ سے تعلق رکھنے والا ذوالسوقین کعبہ کو شہید کرے گا۔“

جبکہ ترکوں میں چنگیزی بھی داخل ہیں جنہوں نے بغداد پر دھاوا بول کر اتنا قتل عام کیا کہ مسلمان مقتولین کی تعداد کئی ملین تک پہنچ گئی یہ ۶۳۳ھ کا واقعہ ہے امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس سال ۶۳۳ء کو خلیفہ کے لشکر اور تاتاری ملعونین کے مابین جنگ ہوئی تو مسلمانوں نے انہیں خوفناک شکست سے دوچار کر دیا اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ مسلمانوں کے آگے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں نے ایک تو ان کی جنگی واردات کے خوف سے اور دوسرا حدیث رسول کی وجہ سے ان کا پیچھا نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

♦ ((اَتْرَكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكَوْكُمْ))

بعض اہل علم نے ان سے لڑائی نہ لڑنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حبشہ وغیرہ ممالک اور مسلمانوں کے درمیان وسیع و عرض بیابان اور صحراء ہیں اس لیے آپؐ نے مسلمان کو انتہا درجے کی تھکاوٹ اور مشقت سے بچانے کے لیے اس کا تکلف کرنے

♦ نسائی ح (۳۱۷۶)۔ ابوداؤد ح (۴۳۰۲) حسنہ الالبانی۔

♦ بخاری ح (۱۵۵۹۱)۔ مسلم ح (۲۹۰۹)

♦ اَلْبَدَايَةُ وَالنِّهَايَةُ (۱۶۸/۱۳)

سے روک دیا۔ جبکہ ترکوں کی جنگی قوت شدید ہے اور ان کے ممالک سرد ہیں اور لشکر اسلام جو عربوں پر مشتمل ہے وہ گرم ممالک کا عادی ہے اس لیے آپؐ نے انہیں ان کے ممالک میں جنگ کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ بس ان دونوں وجوہات کی وجہ سے آپؐ نے ان دونوں ملکوں کو خاص کر دیا تھا (عون)

سولہویں خوش خبری

جب غزوہ احزاب ختم ہوا اور عرب اتحادی افواج کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے اور ان کے قدموں کا غبار بیٹھنے سے پہلے ہی حضرت رسول کریم ﷺ نے پیش گوئی کر دی اور اگر اللہ کی طرف سے آپؐ کو اطلاع نہ ہوتی تو آپؐ اس طرح کی پیش گوئی نہ کر سکتے تھے آپؐ نے فرمایا۔

﴿الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نُسِيرُ إِلَيْهِمْ﴾ ♦

”کہ اب ہم ان پر حملہ آور ہوا کریں گے وہ ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے۔ ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔“

اور ایسا ہی ہوا۔ غزوہ احزاب، قریش کا حضرت نبی اکرم ﷺ کے برخلاف آخری حملہ ثابت ہوا اور اس کے بعد مسلمانوں نے ان کے برخلاف غزوہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور قدرت سے مکہ فتح کر لیا۔

بتائیے حضرت رسول کریم ﷺ کو کس نے خبر دی کہ مدینہ پر دھاوا بولنے والے ہزاروں جھتے اس ناکام دھاوے کے بعد کبھی ادھر کا منہ نہ کریں گے؟ وہ خبر دینے والی ذات ہے رب العالمین جو فوق الثریا سے تحت الثریا اور ازل سے ابد تک سب کچھ جانتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ آپؐ کے اس قول کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا﴾ میں نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل

ہے وہ اس طرح کہ آپؐ نے اگلے سال عمرہ کا احرام باندھا تو قریش نے حدیبیہ کے مقام پر آپؐ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا اور وہاں ان کے مابین صلح کا معاہدہ ہوا یہاں تک قریش نے اسے توڑ ڈالا اور وہ فتح مکہ کا سبب بن گیا تو آپؐ کی پیش گوئی اسی طرح پوری ہوئی جیسے آپؐ نے فرمائی تھی۔ واللہ الحمد۔

سترھویں خوش خبری

جس طرح مذکورہ بالا پیش گوئیاں پوری ہو رہی ہیں اس طرح درج ذیل پیش گوئی بھی پوری ہو کر رہے گی (ان شاء اللہ) حضرت ابو اُمّۃؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریمؑ میری امت میں عادل حاکم اور انصاف پرور امام بنیں گے وہ (عیسائیوں کے بت) صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور صدقہ وصول کرنا چھوڑ دیں گے چنانچہ صدقہ کی وصولی میں بکری اور اونٹ کی خاطر تک و دو نہیں کی جائے گی اور حسد و بغض اور رنجش اٹھالی جائیں گی اور ڈنگ مارنے والے حشرات کا ڈنگ کھینچ لیا جائے گا یہاں تک کہ بچہ اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں ڈالے گا تو وہ اس کو کچھ نقصان نہ دے گا اور بچی شیر کو چھڑی سے مارے گی تو وہ اسے کچھ نہ کہے گا اور بھیڑیا بکریوں کے درمیان یوں پھر رہا ہو گا گویا وہ ان کا رکھوالا کتا ہے اور زمین صلح و صفائی سے اس طرح پُر ہو جائے گی جیسے پانی سے برتن پُر ہو جاتا ہے اور دین ایک ہو جائے گا اور اللہ کے علاوہ کسی چیز کی پرستش نہ ہوگی جنگیں ختم ہو جائیں گی اور قریش اپنی سلطنت واپس لے لیں گے اور زمین چاندی کے کشتے جیسی ہو جائے گی وہ آدمؑ کے دور کی طرح فصلیں اُگائے گی یہاں تک کہ انگور کا ایک خوشہ پورے کنبے کو اور ایک انار پورے گھرانے کو سیر کر دے گا اور تیل اتنی اتنی قیمت اور گھوڑا چند درہموں کی قیمت میں مل جایا کرے گا۔ ♦



باب سیزدہم

آپ کا فتنوں کی خبریں دینا

ایسے غیبی امور جن کی آنحضرت ﷺ نے بذریعہ وحی الہی خبر دی اور وہ آپ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں، آپ کا ان فتنوں کی خبر دینا ہے جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ کے درمیان برپا ہوئے اور آپ کا ان کے متعلق خبریں دینا آپ کے دعوائے نبوت و رسالت کی سچائی کا بین ثبوت اور نشان بن گیا۔

ایک دن حضرت رسول کریم ﷺ نے مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر دیکھا اور اپنے صحابہ سے فرمایا:

((أَهْلُ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ قَالُوا، لَا، قَالَ، فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتْنَ تَقَعُ

خِلَالَ بَيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ)) ♦

کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا، نہیں آپ نے فرمایا، پس بیشک میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں میں یوں واقع ہو رہے ہیں جیسے بارش واقع ہوتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بارش کے قطروں سے تشبیہ دینا کثرت اور عموم کے اعتبار سے ہے یعنی وہ بہت زیادہ ہوں گے اور عام لوگوں کو بھی لپیٹ میں لے لیں گے اور وہ کسی گروہ کے ساتھ خاص نہ ہوں گے۔ اس میں ان کے مابین رونما ہونے والے قتل کی طرف اشارہ ہے مثلاً جنگ جمل، جنگ صفین، فتنہ حرہ، شہادت عثمانؓ ذوالنورین، شہادت سیدنا حسینؓ وغیرہ اور اس خبر میں حضرت رسول کریم ﷺ کی

نبوت کا روشن تر معجزہ ہے۔

پہلا فتنہ شہادت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مدینہ منورہ کو فتنوں سے خاص کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدینہ اس بنا پر خاص کیا گیا کہ یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تھا اس کے بعد دیگر شہروں میں فتنے پھیل گئے چنانچہ جنگ جمل اور صفین قتل عثمانؓ کی وجہ سے برپا ہوئیں اور جنگ نہروان، صفین میں تحکیم کی وجہ سے ہوئی اور اس دور کی ہر لڑائی تقریباً اسی قتل سے پیدا ہونے والی صورت حال سے ہوئی۔

مزید برآں جس طرح حضرت نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں قتل عثمانؓ کے فتنہ کی خبر دی اس طرح آپؐ نے عراق میں یا اہل عراق کی وجہ سے رونما ہونے والے فتنوں کی بھی خبر دی اور مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ((الْفِتْنَةُ مِنْ هَاهُنَا))

”کہ فتنہ یہاں سے اٹھے گا۔“

حافظ ابن حجر اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فتنوں میں سے پہلے فتنے کا منبع مشرق کی طرف سے پھوٹا جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب بن گیا اور شیطان اس تفریق کو پسند بھی کرتا ہے اور اس سے خوش بھی ہوتا ہے مزید برآں بدعات بھی اسی جہت سے پیدا ہوئیں۔

چنانچہ پہلا فتنہ جس میں صحابہؓ مبتلا ہوئے، وہ منافقین کا حضرت عثمانؓ کے خلاف خروج کرنا اور ان سے خلافت سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کرنا پھر انہیں قتل کرنا تھا، اور حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اس فتنہ کی بعض علامات سے آگاہ بھی

◆ شرح مسلم نووی (۱۸/۸-۷)

◆ فتح الباری (۱۶/۱۳)

◆ فتح الباری (۵۱/۱۳)

کیا تھا اور فرمایا تھا:

((يَا عُمَانُ، إِنَّهُ لَعَلَّ اللَّهَ يَقْمِصُكَ قَمِيصًا، فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ، فَلَا تَخْلَعُهُ لَهُمْ)) ♦

”اے عثمانؓ، توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے قمیص (خلافت) پہنا دے گا اگر وہ (منافقین) تجھ سے قمیص (خلافت) اتارنے کا مطالبہ کریں تو ان کی خاطر مت اتارنا۔“

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی موت کی خبر دی تھی جبکہ اس حدیث میں انہیں خلافت کے منصب پر فائز ہونے کی بھی خبر دی تھی اور اس بات سے بھی آگاہ فرمایا تھا کہ کچھ لوگ اسے اتارنے کا مطالبہ کریں گے اور آپؐ نے ان سے عدم موافقت کا وعدہ بھی لیا یہ سب کچھ غیبی امور کی خبریں ہیں جو آپؐ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

امام مبارکپوری فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی مراد یہ تھی، اگر وہ تجھ سے منصب خلافت سے معزول ہونے کا مطالبہ کریں تو ان کے مطالبے پر اپنے آپ کو خلافت سے معزول نہ کرنا کیونکہ تو حق پر ہوگا اور وہ باطل پر ہوں گے، اس حدیث رسولؐ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کے محاصرے کے وقت اپنے آپ کو معزول نہ کیا۔ ♦

دوسرا فتنہ جنگ صفین

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی (مظلومانہ) شہادت کے بعد رونما ہونے والے فتنوں کی باریک ترین علامات بیان کیں اور اس طرح بیان کیں کہ گویا آپؐ انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں اور ان کی ابتداء آپؐ کی وفات سے تیس سال

♦ (ترمذی ح (۳۷۰۵)۔ احمد ح (۲۳۶۲۹)

♦ (نسخۃ الاحوذی (۱۲۷/۱۰)

بعد فتنہ کبریٰ جنگ جمل اور جنگ صفین سے ہوئی جس میں چند صحابہ بھی شہید ہوئے۔ اس فتنے کی خبر آپؐ نے یہ فرما کر دی۔

♦ ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتِيلَ فِتْنَانِ ، دَعَوَاهُمَا وَاحِدَةً))

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دو گروہ آپس میں لڑائی نہ کر لیں اور ان دونوں کا دین یا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں گروہوں سے مراد اصحاب جمل اور اصحاب صفین ہیں کیونکہ وہ دونوں اسلام کی طرف بلاتے تھے البتہ امور مملکت اور امت کے حق میں نفع بخش اصلاحات کے بارے میں ان کا اختلاف تھا جبکہ جمہور صحابہ کے نظریے کے مطابق ان معاملات میں جنگ کرنے سے جنگ نہ کرنا بہتر تھا۔

♦ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اس فرمان (دَعَوَاهُمَا وَاحِدَةً) سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کا دین ایک ہی ہوگا کیونکہ ان میں ہر ایک اسلام کے ساتھ موسوم ہوگا یا اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ حق پر ہے۔

اور دونوں گروہوں کے دعویٰ کا ایک ہونا اس امر سے مانع نہیں کہ حق کسی ایک کیساتھ ہو اور دوسرے کے ساتھ نہ ہو اور اس بات کو حضرت رسول کریم ﷺ نے واضح کر دیا اور اس بات کی شہادت بھی دی کہ حق اس گروہ کے ساتھ ہوگا جو اس دور میں دین سے خارج ہونے والے فرقہ سے جنگ کرے گا آپؐ کا فرمان ان الفاظ میں مردی ہے۔

((تَمْرُقٌ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَفْتَنُهُمَا أُولَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ))

♦ بخاری ح (۶۹۳۶)

♦ (البدایة النہایة ۶ / ۲۱۳)

♦ مسلم ح (۱۰۶۵)

♦ فتح الباری (۶ / ۷۱۳)

”کہ مسلمانوں میں پھوٹ کے وقت گمراہ فرقہ نمودار ہوگا اس کے ساتھ وہ

گروہ جنگ کرے گا جو ان دونوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہوگا۔“

یہ حدیث اس حقیقت کی واضح شہادت ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے ساتھ تھا کیونکہ انہوں نے ہی جنگ نہروان میں مارقین (خارجوں) سے لڑائی لڑی تھی۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کی علامات میں سے ایک علامت ہے کیونکہ آپؐ نے اس واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دی تھی۔ ♦

تیسرا فتنہ ظہور خوارج

حضرت رسول کریم ﷺ نے خوارج کے ظہور کی خبر دی تھی اور ان کی صفات اور علامات بھی بیان کر دی تھیں،

ایک مرتبہ آپؐ اموال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویرہ (حقوق) نامی شخص کھڑا ہو کر آپؐ پر بے انصافی سے کام لینے کا الزام دھرنے لگا۔
آپؐ نے فرمایا:

((إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَظْدَيْهِ مِثْلُ نَذْيِ الْمَرَأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبُضْعَةِ تُدْرِدُ وَيَخْرَجُونَ عَلَى خَيْرِ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ)) ♦

اس کے چند ساتھی ہوں گے تم سے ہر کوئی ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی

فتح الباری (۱۲/۳۱۳) ♦

بخاری ح (۳۶۱۰)۔ مسلم ح (۱۰۶۳) ♦

نماز ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنا روزہ حقیر سمجھے گا وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے آگے نہ گذرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے کمان سے نکل جاتا ہے۔..... ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک سیاہ فام آدمی ہوگا جس کا ایک بازو؟ عورت کے پستان یا چپائی ہوئی بوٹی کی طرح ہوگا اور وہ لوگوں کے بہترین گروہ کے خلاف خروج کریں گے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث اللہ کے رسولؐ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے ان سے جنگ کی اور میں ان کے ساتھ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور وہ لایا گیا جب میں نے اسے دیکھا تو اس کے اوصاف وہی تھے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے روشن معجزات بیان ہوئے ہیں کیونکہ آپؐ نے اس بات کی خبر دی تھی اور وہ صبح روشن کی طرح آشکارا ہوئی اور اس میں ضمناً یہ بات بھی بیان ہوئی کہ آپؐ کی امت آپؐ کے بعد بھی باقی رہے گی اور اسے قوت و شوکت نصیب ہوگی برخلاف ان مہملین کی رائے کے جو خلاف حقائق پر پیگنڈا کرتے ہیں اور مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور ان کے خلاف ایک طائفہ خروج کرے گا اور اس طائفہ کے لوگ دین کے ان امور میں سختی کریں گے جن میں سختی کا مطلقاً جواز نہ ہوگا اور وہ نماز اور قرأت میں مبالغہ کریں گے اور حقوق اسلام ادا کرنے کی بجائے اسلام سے ہی نکل جائیں گے اور اہل حق کے خلاف لڑائی لڑیں گے اور اہل حق انہیں قتل کر دیں گے اور ان میں ایسی ایسی صفات کا آدمی ہوگا۔ یہ سب پیش گوئیاں معجزات کی اقسام ہیں جو ساری کی ساری پوری ہو کر رہیں

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ◆

فتنہ کے دوران حق کی علامت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کو حضرت

رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران دو دو اینٹیں اٹھاتے دیکھا تھا جبکہ دیگر صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے تو آپؐ نے ان سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا۔

عمار کے بارے میں افسوس کہ اسے باغی گروہ شہید کرے گا، وہ انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے آگ کی طرف بلائیں گے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمار نے (یہ سن کر) کہنا شروع کر دیا۔
 (أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ))

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کئی طرح کی صورتوں میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ ایک تو یہ کہ عمار شہید ہوگا دوسرا یہ کہ اسے مارنے والے مسلمان ہوں گے تیسرا یہ کہ صحابہ آپس میں لڑائی بھی کریں گے چوتھا یہ کہ ان کے دو گروہ ہوں گے ایک باغی اور ایک غیر باغی گروہ ہوگا اور یہ سب کچھ صبح روشن کی طرح واقع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ پر درود بھیجے جو اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی متواتر احادیث ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، عمار کو باغی جتنا شہید کرے گا اور یہ غیبی امور کی اطلاعات ہیں اور نبوت محمدؐ کے نشانات ہیں اور صحیح ترین احادیث ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ ۳۷ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شہید ہوئے اور جس طرح یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی صحت کی دلیل ہے اس طرح حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت کی سچائی کی بھی دلیل ہے، ورنہ حضرت رسول کریم ﷺ کو کس نے خبر دی تھی کہ ان کی امت ان کی وفات کے بعد دو گروہوں میں بٹ جائے گی اور

بخاری ح (۳۲۸) مسلم ح (۵۱۹۲)

شرح نووی (۳۰/۸)

الاستیعاب (۳۱۱/۲)

ان میں سے باغی گروہ حضرت عمار کو شہید کرے گا۔

اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ یہ سب کچھ اس ذات کے وحی کرنے سے ہوا جو پوشیدہ اور مخفی باتوں کو جانتی ہے۔

چوتھا فتنہ۔ جنگ جمل

حضرت رسول کریم ﷺ جن فتنوں کے متعلق پیش گوئیاں فرمائیں ان میں سے ایک فتنہ آپؐ کی ازواج مطہرات میں ایک زوجہ محترمہ کا اونٹ پر سوار ہو کر ٹکنا بھی ہے اور اس بات کی خبر بھی کہ اس کے ارد گرد بہت سے مسلمان شہید ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَتِيَكُنَّ صَاحِبَةَ الْجَمَلِ الْأَدْبَبِ يُقْتَلُ حَوْلَهَا قَتْلَى كَثِيرَةٌ،
تَنْجُو بَعْدَ مَا كَادَتْ))

کہ تم میں سے چہرے پر بہت سے بالوں والے اونٹ والی کون ہے، اس کے ارد گرد بہت سے لوگ جانوں کی بازی لگا دیں گے اور وہ شہید ہوتے ہوتے بچ جائے گی۔

آپؐ کی یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوئی جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل سے قبل بصرہ کی طرف چل پڑیں جب وہ بنی عامر کے چشموں پر پہنچیں تو کہتے بھوک پڑے تو آپؐ نے پوچھا یہ کون سا چشمہ ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ حوآب کا چشمہ ہے۔ آپؐ نے واپسی کا ارادہ فرمایا لیا۔ لیکن خواری رسول ﷺ سیدنا زبیر بن عوام نے درخواست کی کہ آپؐ آگے تشریف لے جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی تشریف آوری سے مسلمانوں کے درمیان صلح کی صورت پیدا کر دے۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت رسول ﷺ نے ایک دن مجھ سے فرمایا، اس

وقت تم میں سے کسی کا کیا حال ہو گا جب اس پر حوابِ چشمے کے کتے بھونکیں گے۔
اس طرح آپ کی وفات کے پچیس سال بعد آپ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

سیدنا محمد بن مسلمہ کی منقبت

اگرچہ اس فتنے کی آندھی نے بہت سے لوگوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا لیکن ان میں سے ایسے صحابہ کرام بھی تھے جو نہ تو فتنہ میں شریک ہوئے اور نہ انہیں فتنہ نے کچھ نقصان دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ انہیں میں سے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے ڈرتا تھا، سوائے محمد بن مسلمہ کے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ))

”کہ تجھے فتنہ نقصان نہ دے گا۔“

چنانچہ جب فتنے نے سر نکالا تو محمد بن مسلمہ نے اپنے متعلق رسول کریم ﷺ کی پیش گوئی پوری کر دی آپ اس فتنے سے الگ رہے اور اپنی تلوار توڑ دی اور لکڑی کی تلوار بنالی۔

سیدنا حسن کی منقبت

حضرت نبی کریم ﷺ نے جس طرح ان فتنوں کی خبر دی جو مسلمانوں کو جدا جدا کر دیں گے اس طرح آپ نے اپنے نواسے سیدنا حسن بن علیؓ کے ذریعے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی بھی پیش گوئی فرمائی تھی حضرت ابو بکر ثقفیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ سیدنا حسنؓ بھی مسجد میں آگئے

احمد ح (۲۳۷۳۳)

ابوداؤد (۴۶۶۳)

العبر امام ذہبی (۹/۱)

آپؐ نے انہیں اٹھالیا اور فرمایا۔

((إِنِّي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ))

”میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔“

سو جس طرح حضرت رسول کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی اسی طرح ہی ہوا کہ ۴۰ء میں حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور اس سال کا نام سال جماعت رکھا گیا کیونکہ مسلمان طویل خانہ جنگی کے بعد ایک خلیفہ پر متفق ہو گئے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قصے میں چند فوائد ہیں، یہ قصہ حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت کی نشانی اور سیدنا حسن بن علیؓ کی فضیلت پر مہر تصدیق ہے کیونکہ آپؐ نے بادشاہت کو قلت تعداد، عاجزی اور کمزوری یا صحت کی خرابی کی بنا پر نہیں بلکہ اللہ کے ہاں اعلیٰ منزلت پانے کے لیے چھوڑ دیا کیونکہ آپؐ نے اندازہ کر لیا کہ مسلمانوں کے خون اسی طرح بچائے جاسکتے ہیں تو انہوں نے دین کی حفاظت اور امت کی مصلحت کا خیال رکھا۔

ان تمام روایات میں حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کے پے در پے دلائل ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے غیب کے خزانوں پر وحی کے ذریعے مطلع ہونے کی خصوصیت عطا فرمائی تھی اس لیے وہ پیش گوئیاں اسی طرح پوری ہوئیں جیسے آپؐ نے بیان فرمائی تھیں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کیا خوب فرمایا:

أَرَانَا الْهُدَىٰ بَعْدَ الْعَمَىٰ فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعٌ

”انہوں نے ہمیں اندھے پن سے نکال کر راہ ہدایت دکھا دی سو ہمارے دل یقین رکھتے ہیں کہ آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔“

باب چہارم

حضرت رسول کریم ﷺ کا قرب قیامت کی

علامات بیان کرنا

www.KitaboSunnat.com

قیامت سے قبل جن چیزوں کے وقوع پذیر ہونے کی آپؐ نے خبر دی ہے ان کا تعلق بھی دلائل نبوت سے ہے۔

اور ہم انہیں یا ان میں سے بعض چیزوں کو اپنی آج کی زندگی میں دیکھ رہے ہیں اور یہ وہی ہیں جنہیں علماء کرام نے قیامت صغریٰ کی علامات کا نام دیا ہے اور یہ موجود حالات جنہیں ہم آج کل دیکھ رہے ہیں یہ غیبی امور تھے جن پر اللہ نے آپؐ کو مطلع فرمایا تاکہ ان کا وقوع حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی شہادت قرار پائے۔

قرب قیامت سے متعلق پیش گوئیوں میں سے چند پیش گوئیاں آپؐ نے ان الفاظ میں بیان فرمائیں۔

((مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرُ النِّسَاءُ وَيُقِلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيْمُ الْوَاحِدُ)) ♦

”قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی، زنا کھلے عام ہوگا، عورتیں زیادہ اور مرد کم ہو جائیں گے، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا سر پرست ایک ہی مرد ہوگا۔“

صحیحین کی ایک روایت میں اس سے زیادہ باتیں بیان ہوئی ہیں وہ یہ کہ:

﴿وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، يَظْهَرُ الزَّانَا﴾ ♦

کہ شراب سرعام نوش کی جائے گی اور کھلے عام زنا ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

﴿وَتَكْثُرُ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَتَظْهَرُ الْفِتْنُ وَيَكْثُرُ الْهَرَجُ وَهُوَ الْقَتْلُ﴾ ♦

”کہ زلزلے کثرت سے برپا ہوں گے اور اوقات سمٹ جائیں گے اور فتنے عام ہو جائیں گے اور ہرج یعنی قتل بڑھ جائیں گے۔“

ایک اور روایت میں اس طرح ہے۔

﴿يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ، وَيُلْقَى الشُّعْ﴾ ♦

”وقت سمٹ جائے گا اور عمل ناقص ہو جائے گا اور بخل چھا جائے گا۔“

سو یہ آٹھ علامات ہیں جو قیامت سے پہلے پہلے نمایاں ہوں گی۔

پہلی علامت

جہالت کا عام ہو جانا اور لوگوں کے درمیان شرعی علم کی قلت پڑ جانا اور اس کی وجہ علماء ربانیین کے دنیا سے اٹھ جانے اور (عالم آن لائن قسم کے) ((رَدُّوسُ الْجُہَالِ)) کے منظر عام پر آنے سے ہوگی، وہ لوگوں کو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ إِنْ تَزَاعَا يَتَزَعَا مِنْ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ

♦ بخاری ح (۸۰)۔ مسلم ح (۲۶۷۱)

♦ بخاری (۱۰۳۶)

♦ بخاری ح (۶۰۳۷)۔ مسلم ح (۱۵۷)

النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا فَسْئِلُوا، فَأَفْتُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا
وَأَضَلُّوا)) ♦

”بیشک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ وہ اسے لوگوں سے چھین لے بلکہ وہ علماء کے قبض کر لینے کے ذریعے علم کو قبض کر لے گا جب وہ کسی عالم کو نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہل طرہ داروں کو اپنا مفتی بنالیں گے چنانچہ ان سے سوالات پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

امام ابن بطلال فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قیامت کی جتنی علامات بیان ہوئی ہیں وہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں علم کم ہو گیا جہالت منظر عام پر آ چکی ہے۔ ♦ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ جس چیز کا انہوں مشاہدہ کیا وہ علم کے مقابلے میں جہالت کی فراوانی کا مشاہدہ تھا جبکہ حدیث سے مراد علم (جس سے تقویٰ و خشیت الہی نصیب ہوتی ہے) اس کی قلت کا استحکام ہے یعنی جہالت کے مقابلے علم آٹے میں نمک کے برابر ہوگا اور فقط جہالت ہی جہالت رہ جائے گی اور جہالت کی فراوانی میں طائفہ منصورہ یعنی علمائے ربانین کا وجود اس حدیث کے مصداق میں رکاوٹ نہیں کیونکہ اس وقت وہ جہلاء کی جہالت کے سمندر میں صدف مروارید کی طرح، ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ♦

اگر امام ابن بطلال اور پھر امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے دور کا یہ حال تھا تو ہمارے دور میں یہ صورت حال زیادہ آشکارا ہے اور کسی عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ علماء ربانین کے اٹھ جانے اور ان کے مناصب پر مدعیان علم کے براجمان ہو جانے کی آفت کس طرح بلائے جان بنی ہوئی ہے۔

♦ بخاری ح (۱۰۰)۔ مسلم ح (۲۶۷۳)

♦ فتح الباری (۱۸/۱۳)

♦ فتح الباری (۱۸/۱۳)

دوسری علامت

دوسری علامت وہ ہے جس کی پیش گوئی حضرت نبی کریم ﷺ نے کر دی ہے وہ مسلمانوں میں شراب نوشی کا دور دورہ۔ آپؐ نے ان لوگوں کی خبر دی ہے جو اسے پیئیں گے وہ اس کا نام تبدیل کر کے اسے حلال قرار دیں گے اور اسے وہ شراب نہیں سمجھیں گے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((يَشْرَبُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ، يُسْمُونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا))

”میری امت کے بعض لوگ شراب پیئیں گے اور اسے اس کے اصل نام کی بجائے کوئی اور نام دے دیں گے۔ اور داری کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔“

((فَيَسْتَحِلُّونَهَا))

پھر وہ اسے حلال قرار دے دیں گے۔

اور اس کی تشریح اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ))

کہ میری امت میں ایسی قومیں ہوں گی جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال قرار دیں گی۔

صدافسوس کہ بعض جاہل مسلمان، جہالت اور غفلت کی وجہ سے یہ محرمات تناول کر رہے ہیں۔ یہ سمجھ کر کہ یہ تو منسلحات (نشاط آور) مخدرات (سن کر دینے والی) اور روح افزا مشروبات ہیں حالانکہ یہ سب کچھ شراب کی اقسام ہیں جنہیں اللہ نے حرام

◆ نسائی ح (۵۶۵۸) ابو داؤد ح (۳۶۸۸)۔ احمد (۴-۱۷۶)۔ دارمی ح (۲۱۰۰)

◆ بخاری (تعلیقاً)

کر دیا ہے اور ان کے پینے والے، بیچنے والے اور بنانے والے پر لعنت کی ہے امیر المومنین سید عمر فاروقؓ نے خطبہ کے دوران منبر پر مسلمانوں کے سامنے بیان کیا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اور وہ پانچ اشیا سے تیار کی جاتی ہے۔ انگور، کھجور، شہد، گندم، اور جو اور جو چیز عقل کو مآؤف کر دے وہ خمر ہے سو یہ سب ہی شراب کہلاتی ہیں۔
 امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کے دلائل میں سے چند دلائل بیان ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے ان امور کے وقوع کی خبر دی۔ سو وہ واقع ہو رہے ہیں خصوصاً اس دور میں۔

تیسری علامت

مذکورہ بالا احادیث میں قرب قیامت کی تیسری علامت لوگوں کا کھلم کھلا زنا کاری میں مبتلا ہونا ہے اور اللہ ہمیں پناہ میں رکھے یہ غیر مسلموں کے ہاں بطور کلچر کے فروغ پا رہا ہے۔ اور یہ وہ برائی ہے جسے تاریخ انسانیت کی تمام امتیں صدیوں سے برا کہتی رہی ہیں لیکن آج جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے اس کے مناظر دکھائے جا رہے ہیں اور کافر حکومتیں اپنے قوانین کے ذریعے اس کی اجازت دے رہی ہیں بلکہ بعض حکومتوں نے اسے تجارت اور صحت کا درجہ دے رکھا ہے۔

چوتھی علامت

جس کا حضرت نبی کریم ﷺ نے تذکرہ فرمایا ہے وہ ہے فتنوں کی کثرت اور ان سے جنم لینے والی قتل و غارت حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے وضاحت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَذِرُ الْقَاتِلُ فِي أَى شَيْئٍ قَتَلَ وَلَا يَذِرُ الْمَقْتُولُ عَلَى أَى شَيْئٍ

بخاری ح (۵۵۸۱)۔ مسلم ح (۳۰۳۲)

فتح الباری (۱/۲۱۵)

﴿قُتِلَ﴾

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے لوگوں پر ایسا دور آئے گا کہ قاتل اس بات کو سمجھ نہ پائے گا کہ اس نے کس گناہ کی وجہ سے قتل کیا اور مقتول کو بھی پتہ نہ چلے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل ہو گیا۔“

آج کل کی گوریلا وار میں بے گناہوں کا مارا جانا اور فتنوں کا بڑھتے جانا اس نبوی پیش گوئی کا مصداق ہے۔ قاتل نہیں جانتا کہ وہ کسے قتل کر رہا ہے اور کیوں قتل کر رہا ہے اسی طرح مقتول کو بھی پتا نہیں چلتا کہ اسے کس نے کس جرم میں مارا ہے ہمارے ملک پاکستان کے شہر کراچی میں خصوصاً اور پورے ملک میں عموماً روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں بے گناہ مارے جا رہے ہیں جبکہ پوری دنیا ہمیں بے گناہوں کے مارے جانے والے لوگوں کی تعداد حد شمار سے بھی زیادہ ہے۔ (اللہ میں فتنوں سے محفوظ رکھے آمین)

پانچویں علامت

مذکورہ بالا صورتحال علامات نبوت کی پانچویں علامت کی تشریح کرتی ہے وہ علامت جو حضرت نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ عورتیں زیادہ اور مرد کم ہو جائیں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا سر پرست ایک مرد ہوگا کیونکہ دوسروں کی بنسبت زیادہ تر مرد ہی جنگوں اور فتنوں کا ایندھن بنتے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عورتوں کی کثرت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فتنے زیادہ ہو جائیں گے اور مردوں کا قتل عام ہو جائے گا کیونکہ عورتوں کی بنسبت آدمی زیادہ تر مردان کا رزار ہوتے ہیں۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں کی کثرت کسی سبب کی بنا پر نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ قدرتا ہی ایسی صورتحال پیدا کر دے گا کہ مرد کم پیدا ہوں گے اور عورتیں زیادہ۔

بین الاقوامی مردم شماری کے نتائج اس پیش گوئی کی سچائی اور قرب وقوع (قیامت) کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ ۲۰۰۲ء میں اقوام متحدہ کی مردم شماری کے مطابق مردوں کا تناسب ۴۹ فیصد تھا اور امریکی محکمہ شماریات توقع کر رہا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے باشندوں کی تعداد ۲۱۰۰ء تک ۳۸ فیصد ہو جائے گی اور یہ اعداد و شمار اس بات کی توثیق کر رہے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جس بات کی خبر دی ہے وہ پائے تکمیل تک پہنچنے والی ہے۔

چھٹی علامت

جبکہ چھٹی علامت جو قرب قیامت سے قبل وقوع پذیر ہوگی وہ اوقات کا سمٹ جانا ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَتَقَارِبُ الزَّمَانُ)) ♦

”قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ علم قبض نہ کر لیا جائے اور زلزلے بڑھ نہ جائیں اور اوقات سمٹ نہ جائیں۔“

اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا، وقت سمٹ جائے گا اور عمل ناقص اور ادھورا ہوگا اور بخل چھا جائے گا۔ ♦

امام تورپشتی فرماتے ہیں کہ اسے وقت میں برکت کی قلت پر محمول کیا جائے گا اور ہر جگہ سے فائدہ رخصت ہو جائے گا یا یہ کہ ناگہانی آفات اور شدائد کے طوفانوں کے آگے بند باندھنے اور بڑے بڑے فتنوں میں مشغول رہنے کی وجہ سے لوگوں کو پتہ نہ چلے گا کہ دن اور رات کیسے گزر گئے۔ ♦

بخاری ح (۱۰۳۶) ♦

بخاری ح (۶۰۲۷)۔ مسلم ح (۱۵۷) ♦

تحفة الاحوذی (۵۱۳/۶) ♦

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے۔ انسانوں کی عمروں کا عرصہ کم ہونا اور ان میں برکتوں کا اٹھ جانا اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ ان دنوں اور راتوں کی مدت کا کم ہو جانا اور یہ مفہوم اس روایت کی بنا پر ہے جو یوں بیان کی گئی ہے:

((إِنَّ الزَّمَانَ يَتَقَارَبُ حَتَّى يَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَالسَّاعَةُ كَالْحِزْرِ السَّعْفَةِ)) ♦

”یشک زمانہ (وقت) سمٹ جائے گا حتیٰ کہ سال مہینے کی طرح اور مہینہ جمعہ (یعنی سات دنوں) کی طرح اور جمعہ (یعنی سات دن) ایک دن کی طرح اور دن، ایک گھڑی کی طرح اور ایک گھڑی، بھجور کی شبی (شاخ) کے جلنے کے بمقدار۔“

اس طرح علمائے کرام نے اس حدیث کو تین معنوں پر معمول کیا ہے۔ لوگوں کی عمروں کا چھوٹا ہونا یا برکتوں کا اٹھ جانا یا حقیقتاً اوقات کا سمٹ جانا۔

اس حدیث کے پہلے دونوں معانی تو بہت سے لوگوں کے مشاہدے میں ہیں خاص طور وقت سے برکت کا اٹھ جانا کیونکہ سال گزر چکا ہوتا ہے اور ہم میں سے کوئی ایک یوں سمجھتا ہے کہ مہینہ گزرا ہے، اور مہینہ گزر چکا ہوتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ہفتہ ہی گزرا ہے۔

باقی رہا تیسرا معنی کہ حقیقتاً وقت ہی سمٹ جائے گا تو شاید یہ قبل از قیامت ہو، جب اللہ کے پیدا کردہ امور کو نیہ میں بہت سا اختلال آجائے گا مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ درندوں کا گفتگو کرنا وغیرہ نوا میں جو اللہ کے امور کو نیہ سے متعلق ہیں اور ہمارے روزمرہ کے مشاہدے سے خارج ہیں

ساتویں علامت

ساتویں علامت جس کی حضرت نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے وہ

زلزلوں کی کثرت اور اوقات کا سٹ جانا، آج کے دور میں اس طرح کے زلزلوں کی کثرت آدمی کو تعجب میں ڈال دیتی ہے اور یہ زلزلے ہر آئے دن بڑھتے چلے جا رہے ہیں حتیٰ کہ تقریباً کوئی مہینہ ایسا نہیں گذرتا کہ دنیا کے کسی مقام پر زلزلوں کے جھکے نہ آتے ہوں۔

بتائیے حضرت نبی کریم ﷺ کو چودہ صدیاں قبل اس غیبی امر کی کس نے خبر دی؟
(اس اللہ نے جو علام الغیوب ہے۔)

آٹھویں علامت

جبکہ قیامت کی علامتوں میں آٹھویں علامت جو دلائل نبوت میں سے ایک دلیل ہے وہ آپ کا اس بات کی خبر دینا کہ لوگوں میں کنجوسی بڑھ جائے گی ((وَأَيُّلْقَى الشُّعْ))

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے مختلف احوال کے مطابق ان کے دلوں میں بخل سرایت کر جائے گا، یہاں تک کہ عالم اپنے علم میں بخل سے کام لے گا اور تعلیم اور فتویٰ ترک کر دے گا اور کاریگر اپنے ہنر کے سلسلے میں بخل سے کام لے گا حتیٰ کہ وہ کسی کو ہنر سکھانا چھوڑ دے گا اور مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حتیٰ کہ تنگ دست ہلاک ہو جائے گا (الَّا یہ کہ کسی کو اپنا ذاتی مفاد نظر آئے اور وہ کسی کو ہنر سکھا دے یا کسی کو چار روپے دے دے اِلَّا مَا شَاءَ اللہ کہ پانچوں اگلیاں برابر نہیں) اس حدیث سے مراد یہ نہیں کہ بخل کی بنیاد پڑ جائے گی، کیونکہ عموماً بخل کی خصلت ہر دور میں موجود رہی ہے۔

یہ سب کچھ دنیا میں کثرت سے ہو رہا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
تافویں علامت جو نبوت محمدیہ کی سچائی کی حیران کن دلیل ہے

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم

ﷺ نے فرمایا۔

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيضَ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكَاةٍ مَالِهِ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتَّى تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا)) ♦

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مال بڑھ کر فالتو نہ ہو جائے حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا تو وہ کسی لینے والے کو نہ پائے گا اور یہاں تک کہ سر زمین حجاز پھر سے دریاؤں اور سرسبز چراگا ہوں والی زمین نہ بن جائے۔“

کثرتِ مال کے متعلق تو گذشتہ سطور میں گفتگو ہو چکی ہے اب ہم اس پہلو پر گفتگو کریں گے کہ سر زمین عرب پہلے کی طرح دریاؤں اور چراگا ہوں والی زمین بن جائے گی۔

چنانچہ یہ نبوی بشارت دو پہلوؤں پر مشتمل ہے ان میں سے پہلی تو یہ کہ جزیرہ عرب پہلے پانیوں اور سرسبز چراگا ہوں والا خطہ تھا۔ اور دوسری یہ کہ وہ قیامت سے قبل اسی حالت کی طرف لوٹ آئے گا۔

اور یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ آج کل جزیرہ عرب میں دریا اور نہریں نہیں ہیں اور اس کے صحراؤں میں سرسبز جنگلات بہت کم ہیں اور یہ حدیث اس حقیقت کا انکشاف کر رہی ہے کہ یہ پہلے سرسبز تھا اور یہ موجودہ حالت بدل کر پہلی صورت پر آ جائے گی جب قرآن مجید نے اللہ کے نبی ہود علیہ السلام کی قوم عاد، جو جزیرہ عرب کے جنوب میں صحرائے ریع خالی کے قریب آباد تھی۔ کے متعلق گفتگو کی ہے تو ان کو اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَاتَّقُوا الْإِلَهَ الَّذِي أَمَلَكُمْ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ أَمَلَكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَيْنَ ○

وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥﴾ (الشعراء)

”اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو۔ اس نے تمہیں موشیوں اور بیڑوں سے مدد دی اور تمہیں باغات اور چشموں (سے بھی نوازا ہے)۔“

ان آیات میں قرآن نے بیان کیا ہے کہ ان کے آج کل کے لقی و دق صحراء کسی دور میں پانیوں، باغوں سبزوں سے مالا مال تھے۔

پرانے شہروں میں سے فقط قوم عاد کے شہر ہی ایسے نہ تھے جنہیں صحراء کی ریت کے ذرات نے دفن کیا ہے بلکہ اور بھی ایسے بہت سے شہر تھے جو پچھلے دور میں آباد اور سرسبز شاداب تھے جنہیں ریت کے ٹیلوں نے غرق کر دیا تھا مثلاً جزیرہ عرب کے جنوب میں جدید دریافت شدہ شہروں (الفا اور اوبار) کے کھنڈرات۔

صاف ظاہر ہے کہ اس طرز اور اس طرز کے شہر، لقی و دق بے آب و گیاہ صحراؤں میں نہیں بنائے جائے بلکہ کثیر پانیوں والے سرسبز خطوں میں بنائے جاتے ہیں۔

جیالوجی اور آثار قدیمہ کے علماء کی تحقیقات میں بھی اس حدیث کے انکشاف کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ پورے جزم سے یہ بات کہتے ہیں کہ بیس ہزار سال قبل جزیرہ عرب کا خطہ بہت سے پانیوں والا خطہ تھا اور سرسبز و شاداب درختوں اور جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور اس میں بہت سے ایسے حیوانات تھے جو عموماً جنگلوں اور چراگاہوں میں پائے جاتے ہیں اور اس بات کی گواہی ان کے ان آثار سے ملتی ہے جو آج کل دریافت ہو رہے ہیں مزید برآں اس نبوی پیش گوئی کی سچائی کی توثیق ڈاکٹر ہال میکور نے ربع خالی کے موضوع پر اپنے P-H-D کے مقالے میں ذکر کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ آج سے اٹھارہ ہزار سال قبل بارشوں کے ادوار میں اس صحرائی خطے کو پانی کی جھیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ◆

مشہور جرمن جیالوجسٹ پروفیسر الفریڈ کروٹرنے بھی سعودی عرب کی ملک عبدالعزیز یونیورسٹی میں منعقدہ علمی کانفرنس میں مذکورہ موقف کی موافقت کی ہے۔ اور اس نے مزید یہ بھی کہا کہ جزیرۃ العرب کا اسی حالت میں لوٹ آنا ریسرچ سکارلز کے ہاں مشہور مسئلہ ہے اور یہ علمی حقائق میں سے ایک حقیقت ہے اور ممکن ہے کہ ایسا ہو بھی جائے۔ اس نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔

اور جب اسے حضرت رسول کریم ﷺ کی اس پیشگوئی کی خبر دی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے (وَحَتَّى تَعُوذَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا) تو اس نے تعجب کیا اور کہا۔ یہ پیشگوئی تو اوپر کی طرف (یعنی اللہ کی طرف) سے وحی کے بغیر ممکن نہیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ اگر تم ان سب چیزوں کو جمع کرو اور ان تمام مسائل کو بھی جو قرآن میں تفصیلاً بیان ہوئے ہیں اور وہ مسائل جو زمین اور زمین کی ہیکوین اور عمومی علم کے متعلق ہیں تو لازماً تمہیں اس حقیقت کے اقرار پر آمادہ کر دیں گے کہ قرآن میں پیش کردہ مسائل بہت سے ذرائع کے مطابق صحیح ہیں اور آج کل کی علمی تحقیقات کے ذریعے ان کی توثیق ممکن ہے اور اس حد تک ممکن ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ قرآن سادہ آدمی کے لیے آسان سی علمی کتاب ہے اور اس میں ایسے بیان شدہ مسائل، جن کو اس وقت ثابت کرنا ممکن نہیں تھا، آج جدید علمی وسائل کی بنا پر آپ اس پوزیشن میں ہیں کہ ان کے ذریعے چودہ صدیاں قبل محمد ﷺ کی بیان کی ہوئی بات کو ثابت کر دیں۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم جزیرۃ العرب کی فضائی تصویر کا بھی ذکر کر دیں جو ہم تک خبر رساں اداروں کے ذریعے پہنچی ہیں۔ ان تصویروں کی روشنی میں جیالوجسٹ سکارلز نے انکشاف کیا ہے کہ جزیرہ عرب، زیر زمین پانی کی نہر کے اوپر تیر رہا ہے اور وہ کویت کی جانب سے مشرقی جزیرہ سے مغربی جزیرہ تک کی لمبائی میں

ہے۔ فضائی تصویروں نے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ کویت کے شمال مغرب کا وسیع و عریض رقبہ اس عظیم نہر کے ڈیلٹا کی نشان دہی کرتا ہے۔

بتائیے حضرت ﷺ کو ہزاروں سال قبل کے اس طرز کے جزیرہ عرب کی کس نے خبر دی؟

اور کس نے آپ کو خبر دی کہ جزیرہ عرب آئندہ ایام میں پہلے جیسا ہو جائے گا؟ بلاشبہ اللہ کی وحی نے جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتی ہے۔

دسویں علامت

قیامت کی دیگر نشانوں میں ایک ایسی نشانی جو قیامت سے پہلے رونما ہوگی اور ہم آج کل دیکھ رہے ہیں کہ وہ آئے دن لوگوں میں پھیلتی جا رہی ہے یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا:

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنْ الْحَلَالِ أَمْ الْحَرَامِ)) ♦

لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ آدمی پروانہ کرے گا کہ جو کچھ وہ لے رہا ہے آیا وہ حلال ہے یا حرام؟

امام ابن التین فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ مال کے فتنے سے بچنے کے لیے اس بات کی خبر دی ہے اور یہ خبر آپ کی نبوت کے چند دلائل میں سے ہے آپ نے ایسے امور کی خبر دی ہے جو آپ ﷺ کے وقت میں نہ تھے۔ اور اس خبر میں وجہ مذمت دونوں امور کو برابر قرار دینا ہے ورنہ حلال طریقے سے مال حاصل کرنا مذموم نہیں وہ جوئی صورت میں بھی ہو۔ ♦

آج کل مسلمان سود کے پھیل جانے اور اس کے اقتصادی زندگی میں مختلف

بخاری ج (۲۰۵۹)

فتح الباری (۳/۳۲۷)

صورتوں میں داخل ہو جانے کی بنا پر آزمائش میں ہیں یہاں تک کہ جو لوگ اس سے دور رہتے ہیں وہ بھی اس کی سیاہی سے داغ دار نظر آتے ہیں اور ہمارے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ قول سچ ثابت ہو رہا ہے۔

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَأْكُلُونَ الرِّيَاءَ، فَمَنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ)) ♦

”لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ وہ سود کھائیں اور جو کوئی اسے نہ کھائے گا اس پر اس کا غبار (لازما) پڑے گا۔“

امام سندھی رحمہ اللہ اس آفت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ وقت ہمارا یہی وقت ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ ♦

اور یہ وبا ہمارے دور میں زیادہ واضح اور آشکار ہے آج کل سودی بنک لوگوں کے سرمائے کا محفوظ مقام بن گئے جہاں لوگ اپنے مال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے رکھتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے اپنے حقوق اور تنخواہیں وصول کرتے ہیں اور ان کے ذریعے ہی اپنے سازو سامان وغیرہ کی قیمتیں ادا کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

گیارہویں علامت

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک اور بات بھی روایت کی ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ نے اس صورتحال کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ آخری زمانے میں رونما ہوگی اور آجکل ہم اس کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی عام مسلمانوں کو سلام کہنے کی بجائے صرف اپنے جاننے والے کو سلام کہے گا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

♦ النسانی ح (۴۳۷۹)۔ ابوداؤد ح (۲۸۹۳)۔ ابن ماجہ ح (۲۲۷۸)

♦ حاشیہ سندھی بر سنن نسائی (۲۴۳/۷)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔

((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ، لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا لِلْمَعْرِفَةِ)) ♦

”قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ آدمی، کسی آدمی کو سلام کہے گا تو وہ محض جان پہچان کی بنا پر ہی کہے گا۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

بارھویں علامت

((أَنْ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ وَفَشْوُ التِّجَارَةِ، حَتَّى تُعَيِّنُ الْمَرَأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ وَقَطْعُ الْأَرْحَامِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، وَكُتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ وَظَهْوُ الْقَلَمِ)) ♦

”یشک قیامت سے پہلے خاص لوگوں کو سلام کہنا اور تجارت کا اس قدر پھیل جانا کہ بیوی اپنے خاوند کی تجارت میں معاونت کرے گی اور قطع رحمی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور حق کی گواہی چھپا لینا اور قلم کے استعمال کا بڑھ جانا ہوگا۔“

اسی طرح حضرت رسول کریم ﷺ کا ان کاموں کے متعلق خبر دینا جو اکثر لوگ کر رہے ہیں مثلاً عام مسلمانوں کا ان لوگوں کو چھوڑ کر جن سے ذاتی تعارف نہیں، محض اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو سلام کہنا یہ آپؐ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے کیونکہ یہ غیبی امر کی خبر ہے جسے سوائے اللہ کے یا اس کے جسے اللہ خود مطلع کر دے، اور کوئی نہیں جان سکتا گذشتہ حدیث دیگر علامات پر مشتمل ہے جو انسانی دنیا میں وقوع پذیر ہو رہی ہیں خاص طور پر قطع رحمی، جھوٹی شہادت اور کتمان حق۔

♦ مسند احمد ح (۳۸۳۸) شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

♦ مسند احمد ح (۳۸۶۰) ادب المفرد للبخاری ح (۱۰۴۹) صحیحہ الحاکم

(۱۱۰/۳)

تیرھویں علامت

مزید برآں حدیث پاک نے ایک عجیب صورت حال سے پردہ اٹھایا ہے وہ ہے تجارت کا بڑھ جانا اور عورت کا اپنے شوہر کی تجارت میں شریک ہونا اور یہ صورت حال ہمارے اس دور میں بہت زیادہ ہے (کہ بیوی اپنے امور خانہ داری کے بجائے شوہر کے ذرائع انکم بڑھانے کے لیے نرسنگ، ایجوکیشن ماڈلنگ کے شعبوں میں جاب کر رہی ہے) اور اس سے بھی زیادہ عجیب خبر یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

چودھویں علامت

((وَضَلُّوا الْقَلَمَ)) یعنی لوگوں کا کتابت (کمپوزنگ) سیکھنا اور یہ صورت حال ہمارے اس زمانے میں مکمل طور وقوع پذیر ہوئی ہے، کیونکہ عالم انسانیت میں ناخواندگی کی شرح تناسب گھٹ رہی ہے اور زوال کے راستے پر گامزن ہے اور خاص طور تعلیم کے ذرائع کی آسان دستیابی اور کیمونیکیشن سوسائٹی کی وجہ سے (مطلب یہ ہے کہ خبر القرون اور اس کے بعد کے ادوار میں بلند مقصد کی خاطر قلم استعمال ہوتا تھا لیکن آج کل ہر اہل و نا اہل شوقیہ طور پر قلم استعمال کر رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے چودہ صدیاں قبل کس طرح جان لیا کہ لوگوں میں قلم استعمال کرنے کا رجحان بڑھ جائیگا؟ (بدیہی جواب ہے کہ وحی اللہ کے ذریعے) اور جس دور میں آپؐ نے اس بات کی پیشگوئی فرمائی تھی اس دور میں کاتبین کی تعداد بمشکل ایک ہزار سے متجاوز ہوگی یہ پیشگوئی بھی نبوت کی علامات میں سے ایک مزید علامت ہے۔

پندرھویں علامت

نبوت محمدؐ یہ کے براہین سے متعلق ایک برہان یہ ہے کہ آپؐ نے علامات قیامت کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

♦ ((مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَّبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ))

قیامت کی علامات میں سے ہے کہ لوگ مساجد بنانے میں فخر و مباہات کریں گے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر انہیں بہت کم آباد کریں گے۔

جب حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث نبوی کی توثیق معلوم کی تو فرمایا، تم انہیں رنگ و روغن سے سجاؤ گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو سجا دیا۔ ♦

ابن رسلان فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں روشن معجزے کا تذکرہ ہے کیونکہ آپؐ نے اپنے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کی خبر دی ہے اور اس وقت قاہرہ، شام اور بیت المقدس میں بادشاہوں کی طرف سے رنگ و روغن اور تیل بوتلوں سے آراستہ، بہت سی مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ ♦ بلکہ برصغیر پاک و ہند میں بادشاہی مسجد لاہور، فیصل مسجد اسلام آباد، اور دیگر شہروں کی مساجد اس کی سچائی کا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔

سولہویں علامت

ان عجیب اور آفتاب نیروز کی طرح روشن پیشگوئیوں میں سے ایک پیش گوئی لوگوں کے فلائٹس اور پلازے بنانے میں مسابقت سے متعلق ہے اور آپؐ نے یہ پیش گوئی اس دور میں کی جب اتنی بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضرت جبرائیلؑ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے قیامت کی علامات کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

((أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةَ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ

♦ نسائی ح (۶۸۹)۔ ابوداؤد ح (۴۴۹)۔ ابن ماجہ ح (۷۳۹)

♦ بخاری باب بنیان المساجد۔

♦ عون المعبود (۸۳/۲)

الشَّاءِ يَتَطَاوُلُونَ فِي الْبُنْيَانِ))

لوٹڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور ٹوڑ بڑھنے پا اور بھوکے ننگے چرواہوں کو دیکھے گا کہ وہ بلند و بالا پلازے اور فلائٹس بنانے میں مقابلے کریں گے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقر و فاقہ اور بد حالی کا شکار رہنے والے دیہاتیوں اور خانہ بدوشوں کے ہاں روپیہ پیسہ عام ہو جائے گا اور وہ بلند و بالا مکانات بنانے میں مقابلہ جات کریں گے۔

ہمارے اس دور (۱۳۳۰ھ بمطابق ۲۰۰۹ء) میں علمی ترقی ہوئی ہے اور مال و دولت کی فراوانی ہو چکی ہے اور (اللہ کے فضل سے) بلند و بالا محلات اور پلازے تعمیر ہو چکے ہیں اور اس معاملے میں لوگوں کے اندر فخر و مباہات در آئے ہیں (اور عرب بدو بڑے فخر سے اجنبی اور غیر ملکی مزدوروں سے کہتے ہیں: أَتَدْرِى مَنْ أَنَا؟ لَيْ اَرَبِعُ فَلَا) (جانتا ہے تو کہ میں کون ہوں؟ میرے چار پلازے ہیں)

اور اللہ نے اپنے فضل و کرم سے فقر و فاقہ کی شکایت کرنے والے ملک کو دولت سے مالا مال کر دیا ہے اور اب وہ دنیا کے امیر ترین ممالک میں شامل ہو گیا ہے اور اس کے باشندے دیگر امیروں کے مقابلے میں بلند و بالا پلازے اور محلات بنا رہے ہیں۔ اور یہ مصداق ہیں اس پیش گوئی کا جو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمائی تھی۔

سترھویں علامت

اور اس طرح کی پیشگوئیوں میں سے ایک پیش گوئی جو زبان نبوت سے ادا ہوئی اور ہمارے اس دور میں وہ پوری ہوئی ہے وہ ہے لوگوں کا حیوانی سوار یوں (گھوڑوں، خچروں، اونٹوں) سے بے نیاز ہو جانا اور ان کے بجائے جدید ٹیکنالوجی سے تیار شدہ کاروں، جہازوں وغیرہ ذرائع آمد و رفت کو استعمال کرنا، اس جدید صورتحال کے متعلق

مسلم ح (۸)

شرح صحیح مسلم (۱/۱۵۹)

قرآن کریم نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔

﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۸)

”اور گھوڑے اور خچر اور گدھے اس لیے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور (وہ تمہارے لیے) زینت بھی ہیں اور وہ ایسے ذرائع آمد و رفت پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔“

پس جب اللہ نے یہ جدید وسائل پیدا کئے ہیں تو حضرت رسول کریم ﷺ کی پیش گوئی پوری ہو گئی کہ:

﴿وَلَتَتَرُكُنَّ الْقَلَائِصَ فَلَا يَسْعَىٰ عَلَيْهِنَّ﴾

(کہ تم جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دو گے پس ان پر سواری نہ کی جائے گی) حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث شریف میں ان مرکوبات (سواریوں) کی چند صفات بھی ذکر کی ہیں جنہیں لوگ استعمال میں لائیں گے اور چند منکرات بھی جو ان کے ساتھ ہوں گی۔

اٹھارویں علامت

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي رِجَالٌ يَرْكَبُونَ عَلَى السُّرُوجِ كَأَشْبَاهِ الرِّجَالِ، يَنْزِلُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ نِسَاءً هُمْ كَأَسِيَّاتٍ عَارِيَّاتٍ عَلَى رُؤُسِهِمْ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعَجَافِ﴾

”عنقریب میری امت کے آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو نرم و ملائم مژدوں (نوم) پر سوار ہوں گے شکل صورت میں مردوں جیسے، وہ مسجد کے دروازوں پر سواریوں سے اتریں گے ان کی عورتیں نیم عریاں ہوں گی،

ان کے سروں کے بال دبے بختی اونٹوں کی کوبانوں کی طرح ہوں گے۔“

انیسویں علامت

حضرت نبی کریم ﷺ نے قیامت سے قبل بہت سی ایسی ناگوار عادات کی خبر دی جو آپ ﷺ کی امت میں پیدا ہوں گی ان میں سے بہت سی عادتیں ہم آج کل کے مسلمانوں کے اندر دیکھ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم بعض مسلمان ملکوں میں کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ سوگ کی تقریبات (تیجا، ساتا، چالیسوں) میں اور قبروں پر یا مساجد کے دروازوں پر قرآن پڑھتے ہیں اور اس سے ان کے غرضِ اجر و ثواب کی نہیں ہوتی بلکہ روپے پیسے اٹھانے یا نمائش اور دکھلانے کی ہوتی ہے بلکہ ان میں سے کوئی تو فقط اتنا ہی قرآن پڑھتے ہیں جتنا روپیہ ملتا ہے یہ صورت حال مصداق ہے اس پیش گوئی کا جو آں حضرت ﷺ نے بیان فرمائی کہ

((مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللَّهَ بِهِ فَإِنَّهُ سَيُجِئِيْ أَقْوَامٌ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْتَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ))

”جو کوئی قرآن پڑھے تو چاہیے کہ وہ اس کے طفیل اللہ سے سوال کرے کیونکہ ایسی قومیں آئیں گی جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کریں گی۔“

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ قرآن کو تین طرح کے آدمی پڑھتے ہیں۔ ایک تو وہ جو فقر و مباحات کے لیے پڑھتا ہے دوسرا آدمی لوگوں سے حلوے مانگے کھانے کے لیے پڑھتا ہے۔ تیسرا آدمی اللہ عز و جل کی خوشنودی کی خاطر پڑھتا ہے۔

مسلمانوں کے بہت سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے حالات پر گہری نظر رکھنے والے آدمی کو یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ وہ اپنی وضعِ قطع اور رسوم و رواج میں بلکہ ہیرا سٹائلز (حجامتوں) کے معاملے میں بھی دوسروں کی نقالی کر رہے ہیں۔ ان کے بارے

ترمذی ح (۲۹۱۸)۔ احمد ح (۱۹۳۸۳)

بیہقی شعب الایمان (۲۶۳۰)

میں حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ قول سچ ثابت ہوا کہ:

((التَّبَعْنَ سَنَنْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا حُجْرَ ضَبِّ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ ضَمَنْ؟)) ♦

”تم پہلے لوگوں کے طور طریقے اختیار کر لو گے بالشت برابر بالشت کے اور بازو برابر بازو کے یہاں تک کہ اگر وہ سائڈھے کے بل میں گھسے تو تم بھی ان کے پیچھے گھسو گے ہم نے کہا۔ اے اللہ کے رسول اس سے، یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: اور کون؟“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سَنَنْ، سین اور نون کے فتح (زیر) کے ساتھ۔ اور اس سے مراد راستہ ہے اور بالشت اور بازو۔

سائڈھے کے بل کی تمثیل بیان کرنے سے مراد شدت موافقت ہے اور موافقت سے مراد گناہوں اور انحرافات میں موافقت ہے نہ کہ کفر میں۔

اس حدیث میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا معجزہ بیان ہوا ہے۔ کیونکہ واقعتاً وہی ہورہا ہے۔ جس کی آپ ﷺ نے خبر دی تھی۔ ♦

بیسویں علامت

اور یہ جو مسلمان خواتین میں چادروں اور شرعی ملبوسات سے بے نیازی اور ننگے سر اور ننگے منہ پھرنے کی قباحت در آئی ہے اور پردے کی بجائے جاذب نظر بے حجابی فیشن کی صورت اختیار کر چکی ہے، یہ بھی حضرت نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ پیشگوئی کی سچائی پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ

بخاری ح (۷۳۲۰)۔ مسلم ح (۲۶۶۹) ♦

شرح مسلم (۲۳۰-۲۱۹/۱۶) ♦

الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ - وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَّاتٌ مُمِيلَاتٌ
مَائِلَاتٌ، رَوُّوسُهُنَّ كَاسْتِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ
الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا
وَكَذَا)) ❖

”دوزخیوں کی دو قسمیں، مجھے ابھی تک (اپنی امت میں دکھائی نہیں دیں)“
ایک تو وہ قوم (محکمہ) جس کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں جیسے کوڑے ہیں
جن سے وہ لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ اور ایسی عورتیں جو نیم عریاں ہیں
لوگوں کی طرف مائل ہونے اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں ان کے
سروں کے بال سختی اونٹوں کی کوبانوں کی طرح گندھے ہوئے ہیں فقط لوگوں
کی توجہ اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے۔ نہ وہ جنت میں داخل ہوں گی،
اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی اور اس کی خوشبو تو اتنی اتنی مسافت سے
سونگھی جاسکتی ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق آپ کے قول ((رَوُّوسُهُنَّ كَاسْتِمَةِ الْبُخْتِ))
کا معنی یہ ہے کہ وہ سر پر لپیٹے جانے والی چیزوں سے اپنے سروں کو اونٹوں کی کوبانوں کی
طرح بنائیں گی مثلاً بڑی پونی اور اوزھنی وغیرہ (کلیپ) کے ساتھ۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبوت کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ جیسا
آپ نے بیان فرمایا تھا بعینہ اسی طرح ہو چکا ہے چنانچہ اصحاب السیاط سے مراد ایسے
بی کے ماتحت پولیس اہلکاران ہیں، جبکہ کَاسِيَاتٌ کی مختلف صورتیں ہیں ان میں سے
ایک تو یہ ہے کہ عورت اپنی خوبصورتی دکھانے کے لیے اپنے بدن کا کچھ حصہ کھول دے۔
چنانچہ ایسی عورتیں جو اس قدر باریک لباس پہنیں کہ اس کے نیچے والے اعضاء صاف
نظر آئیں، وہ کَاسِيَاتٌ عَارِيَّاتٌ ہوں گی یعنی ظاہراً لباس میں ملبوس لیکن معناتنگ

بدن۔

اگر امام نووی رحمہ اللہ کے دور میں یہ کچھ تھا تو آج کل ہمارے زمانے میں یہ اس بھی زیادہ ہو رہا ہے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

اکیسویں علامت

اور جو چیزیں قبل از قیامت وقوع پذیر ہوں گی ان میں سے لوگوں کے درمیان امانت کا ضیاع بھی ہے اور اس چیز کی حضرت رسول کریم ﷺ نے اس وقت خبر دی جب ان کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ جس طرح کی باتیں کر رہے تھے اسی طرح کرتے چلے گئے یہ دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے اس کی بات کو ناپسندیدگی سے سنا ہے اور بعض نے کہا کہ آپؐ نے سنا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی بات مکمل کر لی اور پھر فرمایا۔ قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا میں یہیں ہوں اے اللہ کے رسولؐ

آپؐ نے فرمایا:

((فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ) قَالَ - كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟

قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ))

جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔

اس نے پوچھا۔ امانت کے ضیاع سے مراد کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ جب مناصب نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت

شرح مسلم (۱۷/۱۹۰) فیض القدریر للمناوی (۳/۲۰۸)

بخاری ح (۶۳۹۶)

کا انتظار کر۔ امام ابن بطلال اس علامت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سربراہان حکومت کو اپنے بندوں پر امین بنایا ہے اور ان پر واجب کر دیا ہے کہ وہ لوگوں سے خیر خواہی کریں، لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اہل دین کو حکومتی مناصب پر فائز کریں اگر انہوں نے وہ بے دین لوگوں کو مناصب پر فائز کر دیا تو انہوں نے اس امانت کو ضائع کر دیا جو اللہ نے ان کو عطا کی تھی۔ ♦

آخری زمانے میں امانت کا ضیاع یہی ہے کہ مناصب ان لوگوں کے سپرد نہ کیے جائیں جو ان کے اہل ہیں بلکہ جان پہچان اور مال و دولت والوں کے سپرد کیے جائیں تاکہ دیگر لوگوں کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔

اور یہ امانت لوگوں میں تسلسل کے ساتھ کم ہوتی جائے گی حتیٰ کہ ایک ایسا دور آجائے گا کہ میرٹ کا معیار بدل جائے گا اور امانت اٹھالی جائے گی تو لوگ آپس میں بیچ و شراء کریں گے اور ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوگا کہ دیانت داری برتیں چنانچہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی دیانت دار آدمی ہے۔ اور کسی آدمی کے متعلق کہا جائے گا کہ واہ وہ کتنا عقل مند ہے اور کس قدر ذہین ہے اور وہ کتنا طاقتور ہے! اور اس (ممدوح) انسان کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ ♦

پاکستان کی ہر حکومت کی مرکزی اور صوبائی کابینہ اس علامت کے ظہور کا بین ثبوت ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

بائیسویں علامت

ملت اسلامیہ مسلسل تفرقہ بازی اور کمزوری کا شکار ہو رہی ہے اور اس کے ممالک، قریب اور دور والوں کی چراگاہ عام بنتے جا رہے ہیں اور انہیں یہ بات کام نہیں دے رہی کہ ان کی آبادی دس ملین سے بھی تجاوز کر رہی ہے، وہ سیلاب کی جھاگ کی طرح

بے وزن ہیں ان کے بارے میں حدیث نبوی صحیح ثابت ہوئی ہے کہ:

((يُوشِكُ الْأَمَمُ أَنْ تَدَّاعِيَ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَّاعِيَ الْآكِلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا۔ فَقَالَ قَائِلٌ۔ وَمِنْ قِلَّةِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ۔ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُذُورِ عُدُوكُمْ الْمُهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ۔ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) ◆

”قریب ہے کہ اتحادی فوجیں تم پر یوں پل پڑیں جس طرح بھوکے کھانے کے دسترخوان پر پل پڑتے ہیں۔“

ایک کہنے والے نے کہا۔ اے اللہ کے رسول۔ کیا ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ایسا ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ تم اس دور میں بہت بڑی تعداد میں ہو گے لیکن سیلاب کی جھاگ کی طرح بے وزن، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دل سے تمہارا رعب و جلال نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں دھن پیدا کر دے گا۔

ایک کہنے والے نے کہا۔ اے اللہ کے رسول دھن کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ مال و زر سے محبت اور موت سے نفرت۔

یہ تمام پیشگوئیاں اس داعی الی اللہ کی طرف سے ہیں جو بغیر وحی کے نہیں بولتا اور یہ صورتحال حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کے دلائل میں سے ایک اور دلیل ہے لہذا ان واقعات اور حوادث کی صدیوں پہلے پیش گوئی کرنا اور پھر ان کا بعینہ اسی طرح وقوع پذیر ہونا جس طرح کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے خبر دی تھی یہ آپؐ کی حقیقی نبوت کی سچی دلیل اور براہین صادق ہے۔



دعوت ایمان

قارئین کرام! اس طرح کے دلائل و براہین نے گذشتہ انبیائے کرام کی نبوت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور ان کے دعوائے رسالت کی سچائی کے اہرام تعمیر کئے ہیں اور ان دلائل کے ساتھ ہی انسانی دنیا پر اللہ کی حجت تمام ہوئی ہے تاکہ جو زندہ رہنا چاہتا ہے وہ یقین کے ساتھ زندہ رہے اور جو ہلاک ہونا چاہتا ہے وہ اپنی ہلاکت کے یقین کے ساتھ ہلاک ہو جائے ہم نے سیدنا و مرشدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے جتنے بھی دلائل ذکر کیے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہوئی والے آفتاب نبوت کی چند کرنیں ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم منکرین نبوت محمدیہ سے پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ۔

ایسا صادق اور امین شخص جسے اللہ نے ہزار کے قریب سچ ثابت ہونے والے مغیبات پر مطلع کیا ہو، کیا وہ سچا نبی نہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دعوائے نبوت میں تو سچا نہ ہو لیکن اس کے دعوے کو مستحکم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اسے مغیبات پر مطلع کر دے تاکہ اس کے منکرین پر اس کی حجت تمام ہو جائے۔

بھلا وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا پیارا اور چنیدہ رسول نہیں! جس کی دعاؤں کے لیے اس نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے اور انہیں شرف قبولیت عطا کر کے اس کی مرادیں پوری کر دیں۔ بھلا جس شخص کے دعوائے نبوت کی سچائی کو مستحکم کرنے کے لیے وہ اپنے امور کو نیہ تبدیل کر دے اور اس کی برکت سے خرق عادت کے طور پر تھوڑے سے کھانے اور پانی کو کثیر کر دے اور اس کے لعاب اور پھونک سے مریضوں کو شفا بخش دے اور آسمان کے جگر پر چاند کو شق کر دے، بتائے کوئی ہوش مند شخص اس کے ثبوت میں شک

کر سکتا ہے؟

بلاشبہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایسا نبی اور رسول ہیں جن کے مبعوث ہونے کی انبیائے کرام نے بشارت دی، اور حضرت ابراہیمؑ نے اس کی بعثت کے لیے دعاء مانگی اور مسیحؑ نے اُن کی بعثت کی نوید سنائی اور وہ جبل فاران کی چوٹی سے چکا اور اُن کی تسبیح سے زمین گونج اٹھی اور علمائے اہل کتاب ان کی تسبیح کی صدائے بازگشت پر اسلام لائے۔ قرآن نے کتنی خوبی کے ساتھ ان کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا، قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ (عد: ۴۲)

”کافر لوگ کہتے ہیں کہ تو پیغمبر نہیں ہے کہہ دیجیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی بطور گواہ کے کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔“

حضرت نبی کریم ﷺ کی بے داغ سیرت اور شاندار کردار پر حقیقت پسندانہ غور و فکر نے غیر مسلم مفکرین اور فلاسفہ کو اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کر دیا کہ اس کائنات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں ہے، نہ فضیلت کے اعتبار سے، نہ اولیت کے اعتبار سے نہ شخصیت کے اعتبار سے نہ اصولوں کی عمدگی کے اعتبار سے۔

اب ہم قارئین کرام کے سامنے ان کی منصفانہ شہادتوں کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

مشہور فلاسفر گوسٹے اپنی کتاب ”مغربی شاعر کا دیوان مشرق“ میں لکھتا ہے ہم اہل یورپ اپنی تمام تر دانش کے باوجود وہاں تک نہیں پہنچ سکے جہاں محمد (ﷺ) پہنچ گئے تھے، اور نہ کوئی وہاں تک پہنچ سکے گا۔۔۔ میں نے انسانی دنیا کے لیے اعلیٰ مثال تلاش کرنے کے لیے تاریخ ام کا مطالعہ کیا تو مجھے محمد النبی ﷺ کے سوا کوئی ایسا انسان نظر نہ آیا جسے لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا جاسکے۔۔۔ حق کو اس طرح غالب اور بلند کرنا واجب ہے جس طرح محمد (ﷺ) نے کیا، اس نے کلمہ توحید کے ساتھ پوری دنیا کو

سرنگوں کر دیا۔

فرانس کا فلسفی شاعر مارٹن اپنی کتاب ”سفر نامہ مشرق“ میں لکھتا ہے۔ میری زندگی کا اہم موڑ یہ ہے کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا شعور سے مطالعہ کیا ہے اور مجھے ان میں پائیداری اور عظمت نظر آئی ہے۔ بھلا کس میں جرأت ہے کہ وہ تاریخی شخصیات میں سے محمد ﷺ جیسا انسان پیش کر سکے؟ بھلا دنیا میں کوئی ایسا انسان ہے جو عظمت انسان کو پر کھنے والے تمام معیارات میں محمد ﷺ سے عظیم تر ہو؟ فتح و نصرت کے وقت اس کا طرز عمل، تبلیغ رسالت کے لیے اس کے مختلف ڈھنگ، اس کی طویل نمازیں، اس کے آسمانی مکالمے، یہ سب کچھ اس کے عقیدے کی مضبوط بنیادوں پر دلالت کرتے ہیں، ایسا رسول، ایسا خطیب، ایسا قانون دان، ایسا فاتح، ایسا مصلح العقائد جس نے عبادت الہی کے ایسے طریقے کی بنیاد رکھی جس میں تصویروں کے تقدس کا کوئی شائبہ نہ ہو، وہ محمد (ﷺ) ہی ہیں۔ محمد رسول (اللہ) نے ایسے تمام معتقدات کو ملایا میٹ کر دیا جو خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ تصور کیے جاتے تھے۔

مشہور مؤرخ ول ڈیورنٹ اپنے انسائیکلو پیڈیا قصۃ الحَضَارَةِ میں لکھتا ہے۔

جب ہم کسی ایسے آدمی کی عظمت کا فیصلہ دینا چاہیں جس کا لوگوں کو راست پر لانے میں عظیم کردار ہو تو ہم فیصلہ دیں گے کہ مسلمانوں کے رسول حضرت محمد (ﷺ) ہی ایسے عظیم انسان ہیں جن کا تاریخ کے عظیم لوگوں میں کوئی ثانی نہیں اس نے تعصب اور خرافات کے خود سر گھوڑے کو لگام دی اور یہودیت، نصرانیت اور اپنے ملک کے قدیم مذہب کے مقابلے میں ایسا شفاف اور طاقتور مذہب قائم کیا جو ہمارے آج کے دن تک ایک ہولناک طاقت کی صورت میں موجود ہے۔

مؤرخ کانٹ کا تیانی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں حضرت نبی کریم ﷺ کی دو خصلتوں کو خصوصیت سے بیان کرتا ہے اور وہ ہیں محبت اور امن اور بعض لوگ انہیں دانستہ طور پر پردہ اخفاء میں رکھنے میں مصروف ہیں وہ لکھتا ہے۔

کیا رسول اللہ (محمد ﷺ) اس لائق نہیں کہ اس کی سیرت دنیا والوں کے سامنے پیش کی جائے تاکہ اس کے اور اس کی دعوت، جو وہ دنیا میں محبت و سلامتی پھیلانے کے لیے لائے ہیں، کے مخالفین اسے مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

مشہور متشرق ہیل اپنی کتاب حضارة العرب میں لکھتا ہے محمد ﷺ نے کائنات کے سامنے امت نکالی، زمین میں اللہ کی عبادت کو فروغ دیا، عدالت اور معاشرتی مساوات کی بنیادیں رکھیں اور ایسی قوم میں نظم و نسق اور عزت و اطاعت کا وصف پیدا کیا جو خود سر ہونے کی وجہ سے نظم و نسق کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔

ہسپانوی متشرق جان لیک اپنی کتاب (العرب) میں لکھتا ہے۔ محمد کی زندگی کی تعریف، اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ سے زیادہ اچھے انداز میں بیان کرنا ممکن نہیں، حضرت محمد ﷺ حقیقی رحمت تھے، میں بڑے شوق اور بڑی چاہت سے ان پر درود سلام پڑھتا ہوں۔

اس سلسلے کی آخری شہادت سرگسٹاف گبن کی کتاب حضارة العرب میں پڑھیے وہ لکھتا ہے۔

جب لوگوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے جلیل القدر اعمال اور کارناموں کی بنا پر کیا جائے گا تو حضرت محمد ﷺ ایسی عظیم شخصیتوں میں عظیم تر نظر آئیں گے جن سے تاریخ واقف ہے یورپی دانشوروں نے اب محمد ﷺ کے ساتھ انصاف کرنا شروع کر دیا ہے باوجودیکہ مذہبی تعصب نے بہت سے مورخین کی بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور وہ ان کی فضیلت کا اعتراف کرنے سے گریزاں ہیں۔ ♦ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَمَلِيحَةٌ مَا شَهِدْتُ لَهَا ضَرًّا لَهَا
وَالْفَضْلُ مَا شَهِدْتُ بِهِ الْأَعْدَاءُ

♦ دیکھئے عماد الدین ظہیل کی کتاب قالوا عن الاسلام ص (۱۱۷-۱۱۶) اور عبدالمعطلی دلالاتی کی کتاب رَبِیْجُ مُحَمَّدٌ وَلَمْ أَخْشِرِ الْمَسِيحَ ص (۱۲۳-۱۲۵)

عالمگیر شہرت کی حامل کتاب ”ہیروز آف ہیروز“ کا مصنف پروفیسر طامس کارلائل، کیمبرج یونیورسٹی انگلینڈ کا مایہ ناز استاد، اور شہرہ آفاق مؤرخ اور ادیب، اور انگلستان کا قابل فخر سپوت اور صحیح الاعتقاد عیسائی تھا۔

وہ اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود کہ یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام نے جنگلی جڑی بوٹیاں اور جنگلی شہد پر گزارا کر کے بستی بستی اور شہر شہر جا کر وعظ و تبلیغ کی اور ہزاروں پاپیوں کو توبہ تائب کرا کر پتسمہ (غسل) دیا اور کلمہ حق کی خاطر گردن کٹوا دی۔ اور اس حقیقت کو جاننے اور ماننے کے باوجود کہ زکریا علیہ السلام نے اپنی مناجات سے فضاؤں میں گونج پیدا کر دی اور رب مہربان سے التجائیں کر کے بے موسم پھل حاصل کر لیا۔

اور اس حقیقت کے معترف ہونے کے باوجود کہ داؤد علیہ السلام نے وفور شجاعت سے ساڑھے بارہ فٹ لمبے زرہ پوش جرنیل جالوت کو میدان جنگ میں چٹا کر اس کا سر کاٹ دیا تھا اور متفرق اسباط بنی اسرائیل میں جمعیت پیدا کر کے ایسی پائیدار سلطنت قائم کی تھی جس کا فرزند ان یعقوب خواب بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔

اور وہ اس بات کو جاننے اور ماننے کے باوجود کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر سے نجات دلائی اور اپنے معجزات سے بنی اسرائیل کے حوصلے بڑھائے اور انہیں بحر قلزم کے ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک پہنچایا۔

اور وہ اس حقیقت پر ایمان رکھنے کے باوجود کہ یسوع (عیسیٰ) علیہ السلام کلمۃ اللہ ہے اور اللہ نے اسے شفاء مرضی، احیائے موتی جیسے معجزات عطا فرمائے تھے اور انہوں نے یہودی فریسیوں کی بد اعمالیوں پر زبردست تنقید کی تھی اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے دن رات ایک کر دی اور اس کی پاداش سزائے موت کے مستوجب قرار پائے تھے لیکن پھر بھی اپنی کتاب ہیروز آف ہیروز کا آغاز حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ سے کرتا ہے تو کیوں؟

صرف اس لیے کہ اس کی نگاہ میں محمد النبی ﷺ کے وعظ و ارشاد، دعا و مناجات، جدوجہد، حلم و کرم، جاہ و جلال، تواضع و فروتنی، سیاست و سیادت کے مقابلے میں آدم علیہ السلام

تاسیخ علیہ السلام اللہ کے پیغمبروں اور پوری دنیا کے، ریفا مروں، فلاسفوں، کشور کشاؤں، شاعروں اور ادیبوں، سیاست دانوں اور جہان بانوں کے کارنامے سورج کے آگے چراغ رکھنے کے مترادف ہیں۔ ﷺ

(مستفاد از رحمۃ اللعالمین قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

لہذا کائنات کے تمام گوشوں میں بسنے والے باشعور لوگوں کو اس مقدس رسول کی رسالت پر صدق دل سے ایمان لانا چاہیے اور ان کے خاکے بنانے والوں پر لعنت بھیجینی چاہیے۔

بھلا جس ذات والا برکات کو اللہ نے وَرَقَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی شان عطا کی ہو اور مشرق بعید سے لے کر مغرب بعید تک ہر گھڑی اور ہر پل اس پر درود پڑھے جا رہے ہوں اور اقصائے عالم کے شاہ و گدا اس کے جوتے صاف کرنے کی آرزو رکھتے ہوں کیا اس طرح کی اچھی حرکتوں سے بھلا ان کی محبت میں کمی آ سکتی ہے، ہر گز نہیں۔

رَبِّ لَا تَسْلُبْنَا حُبَّهُ أَبَدًا
وَيَرْحَمْ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ آمِينَ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھنے والوں میں شامل فرمائے اور ہمیں ان کے دین پر قائم دائم رکھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن ان کے حوض کوثر سے سیراب فرمائے اور ہمیں ان کے پاس فردوس بریں میں جگہ نصیب فرمائے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے پاس جو بہت ہی اچھے ساتھی ہیں (آمین)



ہے ان کی یاد کا عالم بھی بندگی کی طرح
غموں میں بھی مجھے لذت سی ہے خوشی کی طرح

جو نام لیوا ہے ان کا دور ہو کہ قریب
نظر ہر ایک پہ ہے مخصوص امتی کی طرح

یہ آرزو ہے درِ مصطفیٰ پہ دم نکلے
یہ فرض بھی ہو ادا، قرض زندگی کی طرح

غمِ رسول فروزاں ہے جن کے سینوں میں
وہ ظلمتوں سے گزرتے ہیں روشنی کی طرح

عیاں ہیں جن پہ شہادت کے راز اے دانش
وہ لوگ موت پہ گرتے ہیں زندگی کی طرح

(احسان دانش)

ہدیہ عقیدت منجانب:

میاں ثناء اللہ صاحب، بسم اللہ سوشلس، ٹریڈ سنٹر چوک یتیم خانہ لاہور

رسول مجتبیٰ کہیے، محمدؐ مصطفیٰ کہیے
اللہ نے انہیں معراج منیر کہا پھر اس کے بعد کیا کہیے

جبین و رخ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کسے شمس الضحیٰ کہیے، کسے بدر الدجی کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرجا صل علی کہیے

مرے سرکار کے نقش قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہر چشمہ آب بکا کہیے

(ماہر القادریؒ)

ہدیہ عقیدت منجانب:

آمنہ عبداللہ ہسپتال فاخر شاہ، کالونی روڈ، دیپال پور

www.KitaboSunnat.com

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جسیں افسردہ افسردہ، قدم لرزیدہ لرزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ، زباں لغزیدہ لغزیدہ

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدیہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ

غلامانِ محمدؐ اس طرح آئیں گے محشر میں
سر شوریدہ شوریدہ دل گرویدہ گرویدہ

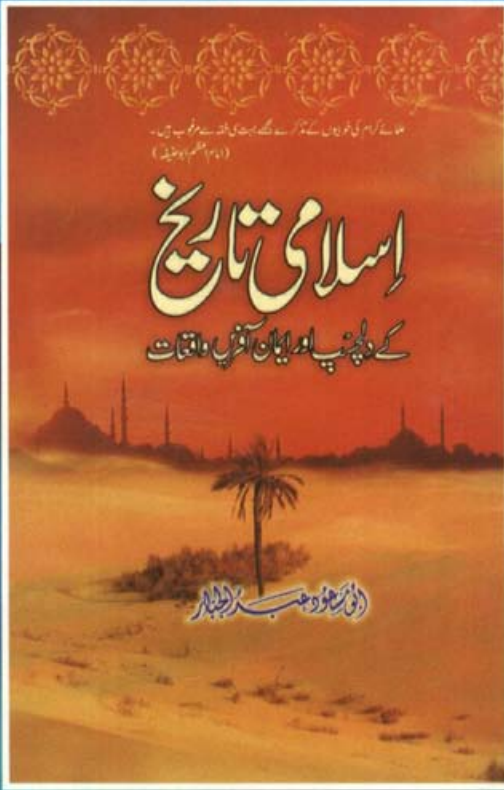
وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر

فرق طیبہ میں رہتا ہے اب یہ منجھوٹہ

(اقبال عظیم آبادی)

بہ عقیقت محتاج

ڈاکٹر طارق محمود، راجپوت ہوسپتھک کینک، لاری اڈا، راولپور



۲۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
فون: 042 37361473 موبائل: 0300-6609226
ای میل: alhaadi38@gmail.com

الہادی
للشعر والتوضیح
پبلشرز، سید گلزار، گلزار ڈائریکٹری و پرنٹرز

Designed by: Naveed Ahmad 0321-8401998